مشاہیر کے خطوط

بنام

مولانا سیّد سلیمان ندویؒ

دارالمصنفین (شبلی اکیڈمی) اعظم گڈھ

مشاہیر کے خطوط

بنام

مولانا سیّد سلیمان ندوی رح

دار المصنفین (شبلی اکیڈمی) اعظم گڈھ

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم محمد الأمین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

خطوط نگاری اردو ادب کی ایک مقبول اور دلچسپ صنف ہے، خطوط سے مکتوب نگار کے مزاج وطبیعت اور سیرت وشخصیت کی مکمل عکاسی ہوتی ہے، اور ان سے مکتوب نگار کے دور کے اہم واقعات وحالات کا علم اور ان کے بارے میں اس کے رجحانات وخیالات کا پتہ چلتا ہے، اس لیے اردو میں خطوط کے مجموعے برابر شائع ہو رہے ہیں، جو نہایت شوق اور بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔

خطوط کی اشاعت کی ضرورت واہمیت، ان کی علمی وادبی حیثیت اور ان کے گوناگوں فوائد پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، یہاں ان کا اعادہ وتکرار غیر ضروری ہے۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ کی شہرت عالمگیر تھی، اور ہندوستان کا تو ہر گوشہ ان کے آوازۂ شہرت سے گونج رہا تھا، اکثر بڑے اور اہم دینی، علمی، تعلیمی اور ادبی اداروں اور انجمنوں اور مختلف قومی وملی تحریکوں اور تنظیموں سے ان کا ربط وتعلق تھا، اور ملک کے اکابر ومشاہیر فضلاء سے ان کے گہرے مراسم اور تعلقات تھے جن سے اکثر خط وکتابت بھی رہتی تھی، ان خطوط میں اس دور کے اہم واقعات وحوادث اور ملک وملت کے متعدد امور ومسائل زیر بحث آتے تھے، مگر افسوس ہے کہ سید الملت کے خطوط یہاں موجود نہیں ہیں، اگر کسی قدردان نے ان کو محفوظ رکھا ہو، اور وہ ان کی اصل یا نقل دار المصنفین کو مہیا کر دیں تو اس کے ارکان ان کے نہایت ممنون ہوں گے

البتہ اس کی خوشی ہے کہ خود حضرت سید صاحب نے اپنے نام کے ان خطوط کو محفوظ رکھا تھا جو ملک کے مشاہیر اور نامور فضلاء نے وقتاً فوقتاً ان کو لکھے تھے، بعض حضرات کی طلب پر کچھ خطوط کی نقلیں ان کو بھیجی گئیں جن کو بعد میں انھوں نے شائع کر دیا، کچھ خطوط کی اشاعت معارف میں بھی ہو چکی ہے، لیکن اکثر خطوط ابھی تک غیر مطبوعہ تھے۔

اہل نظر اور اصحاب علم عرصہ سے اصرار کر رہے تھے کہ انھیں جلد از جلد شائع کر دیا جائے لیکن ان کی اشاعت سے پہلے یہ ضروری تھا کہ ان پر حواشی اور نوٹ لکھے جاتے، تاکہ یہ زیادہ مفید اور بامعنی ہو جائیں، مگر اس کی وجہ سے مزید تاخیر ہوتی جو قدر دانوں کو گوارا نہ تھی، اور وہ چاہتے تھے کہ انھیں بلا تاخیر جوں کا توں شائع کر دیا جائے، اس لیے اکثر خطوط حواشی کے بغیر ہی شائع کیے جا رہے ہیں۔

مکتوب نگاروں کے ناموں کی ترتیب میں ان کے سنین وفات کو مد نظر رکھا گیا ہے یعنی پہلے وفات پانے والے مکتوب نگاروں کے خطوط ترتیب میں مقدم ہیں۔ اور بعد میں وفات پانے والوں کے خطوط موخر کر دیے گئے ہیں۔ اس طرح مولانا حالی مرحوم کا خط سب سے پہلے شائع کیا گیا ہے، وہ اصلاً علامہ شبلی مرحوم کے معاصر تھے۔ انھی کے تعلق سے انھوں نے سید صاحب کو بھی خط لکھا تھا۔ ممکن ہے سید صاحب کو مولانا حالی نے مزید خطوط بھی لکھے ہوں لیکن ہم کو یہی خط ملا جو اس کتاب کا حسن آغاز ہے۔ مولانا محمد علی مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے خطوط جب معارف میں شائع کیے گئے تو اول الذکر کے خطوط کی ابتدا میں حضرت سید صاحب نے اور موخر الذکر کے خطوط کی ابتدا میں حضرت شاہ معین الدین احمد صاحب نے نوٹ تحریر فرمائے تھے، کتابی شکل دیتے وقت ان تحریروں کو بھی شائع کرنا مناسب معلوم ہوا۔

اندازہ ہے کہ خطوط کی ابھی ۲ دو جلدیں اور ہوں گی، اس جلد کو "مشاہیر کے خطوط" کا نام دیا گیا ہے، اس کے بعد علماء و فضلاء اور ادیبوں کے خطوط کی جلدیں ہوں گی۔

خطوط کی اس پہلی جلد کی اشاعت پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دوسری جلدوں کی اشاعت کا سامان بھی فرما دے۔ آمین!!

۷، اکتوبر ۱۹۹۳ء ناچیز ضیاء الدین اصلاحی

مکتوب مولانا الطاف حسین حالی

(المتوفی ۳۱ر دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء)

پانی پت ۱۲ر دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

مولوی صاحب شفیق و مکرم دام فضلہم

باعث تصدیع یہ ہے کہ ضلع آرہ سے ایک سوال خاکسار کے پاس پہونچا ہے، جس میں لفظ تنکہ جو ہندوستان کے سلاطین کے دفاتر میں مستعمل تھا، اس کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کی ہیں، جن کا جواب مخدومی مولانا شبلی صاحب بالقابہ کے سوا لکھنے والا کوئی نظر نہیں آتا، لیکن چونکہ مولانا نہایت عدیم الفرصت ہیں ان کو اس کام کی تکلیف نہیں دی جا سکتی، مگر امید ہے کہ آپ مولانا کی امداد اور رہبری سے اور مولانا کے بیش قیمت کتب خانہ کی مدد سے اس مشکل کو با حسن وجوہ حل فرما سکیں گے، میں نہ تو اس کام کا اہل ہوں اور نہ میرے پاس وہ کتابیں موجود ہیں جن سے اس سوال کے جواب لکھنے میں مدد ملے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری صحت بھی دماغی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتی، سوال بہت دلچسپ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا جواب رسالہ الندوہ میں شایع کیا جائے، اگر آپ ازراہ عنایت اس تکلیف کو گوارہ کرنے کی حامی بھریں تو سوال مذکور جو بہت سے سوالات پر مشتمل ہے، آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔ زیادہ نیاز

خاکسار

الطاف حسین حالی

مکاتیب جناب سیّد اکبر حسین صاحب الہ آبادی

(المتوفی ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء)

عزیزی و محبی سلمہ اللہ تعالیٰ

میں کس حالت میں ہوں، کس عالم میں ہوں، موجودہ حالات میں کیا نازک حالت ہے، کیا کہوں، کبھی ملیے تو سنیے۔

آپ کے مضامین زمیندار میں دیکھے، دل بے چین ہوا، اس خط کو پڑھ کر آبدیدہ ہوا، میں کسی انجمن، سوسائٹی، کمیٹی وغیرہ کا کبھی ممبر ہوا ہی نہیں، مدتیں گذریں، خوب سوچ سمجھ کر اور زمانے کا رنگ دیکھ کر میں نے یہ کہا تھا ؎

ادبار کے ہیں یہ دن اولوالعزم نہ ہو　　ہونی ہے شکست مائلِ رزم نہ ہو
رونق محفل کی اب نہیں ہے تجھ سے　　گوشے ہی میں بیٹھ عازمِ بزم نہ ہو

بلاشبہہ دنیا بغیر شغل کے چل نہیں سکتی، لیکن مجھ کو کچھ زیادہ ضرورت بھی نہیں تھی، کبھی کبھی بہت دقتیں اٹھائیں، لیکن اسی خیال پر مستقل رہا، خدا کرے نبھ جائے۔

لیکن آپ کی تحریک کو نامنظور نہیں کر سکتا، کیوں؟ بات یہ ہے کہ خود ہمارے پیارے دوست اور قدر افزا مکرم مرحوم[1] نے یہ تحریک مجھ سے کی تھی۔

میں نہیں جانتا کہ میں کیا کر سکوں گا، لیکن بہرحال میرا نام بھی لکھ لیجیے، آپ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں، اور آپ کی محبت اور وفاداری جو مرحوم کے ساتھ ہے اس وجہ سے آپ کی بڑی قدر کرتا ہوں، کبھی کبھی خط لکھا کیجیے۔

اکبر　　الہ آباد　　۱۰ فروری ۱۹۲۰ء

---

[1] مولانا شبلی مراد ہیں۔

مجی ومکرمی زاد لطفہ
نظم پہونچی، نہ صرف آپ کی قابلیت شاہد ہے بلکہ آپ کا دلی جوش ظاہر ہوتا ہے، اور دل پر اثر پڑتا ہے

مرکز امید جو تھا عجب وہی جاتا رہا — اب پر پرواز معنیٰ کون بخشے گا مجھے
کون کھولے گا مرا اب عقدۂ اشکال فن — کون دیکھے گا مرا اب زورِ بازوئے قلم

کیا لاجواب شعر ہیں، معنیٰ اور الفاظ دونوں لحاظ سے
اللہ تعالیٰ آپ کو سکون خاطر عطا فرمائے، دیکھیے دنیا کیا ہے، ہمیشہ دل برداشتہ رہیے، میں خود غموں میں مبتلا ہوں، میرا یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

سوا خدا کے کسی کا خیال آ نہ سکا — غموں نے کام دیا دل کی پاسبانی کا
وہ چمن ہی جل گیا جس میں لگائے تھے شجر — اب تجھے پاکر میں اے بادِ بہاری کیا کروں
جان ہی کا جسم میں رہنا ہے مجھ کو ناگوار — دوستوں سے ادعائے دوستداری کیا کروں

کبھی ادھر سے گذریے اور سنیے کہ میں زندہ ہوں تو ملیے گا
ان روزوں بہت متردد ہوں، بد اندیشیوں اور بدگمانیوں کے سبب سے خاموشی مناسب سمجھی جاتی ہے۔

اکبر الٰہ آباد ۱۵ر فروری ۱۹۱۵ء

قدر افزائے اکبر سلمہٗ اللہ تعالیٰ
ارادہ تھا کہ یہاں سے لکھنؤ جاؤں اور وہاں سے اور کہیں، لیکن حالات ایسے پیش آئے کہ نہ دل کو اطمینان، نہ حواس کو اجتماع، صحت بھی اچھی نہیں، ان شاء اللہ کل الٰہ آباد واپس جاؤں گا، اور بہرحال ہفتہ عشرے وہاں قیام رہے گا، آپ نے لکھا تھا کہ ۱۰ر مارچ سے تعطیل ہے، اگر موقع ملے تو الٰہ آباد میں مجھ سے ملیے، اطلاعاً عرض ہے، ملاقات ہوئی تو سنیے گا، دیکھئے گا کہ کیا حالات ہیں،

دعا گو۔ اکبر حسین پرہاواں ضلع پرتاپ گڈھ ۴ر مارچ ۱۹۱۵ء

حبیب مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

حضرت ماجد کی شادی کی آپ نے لاجواب تاریخیں فرمائیں، داد دیتا ہوں، اگرچہ آپ اس سے مستغنی ہیں۔

مجھ کو اب تک صدمہ ہے کہ آپ الہ آباد تشریف لائے، مجھ سے ملنے کا قصد کیا، لیکن کمبخت ملازم کی نادانی سے میں مسرت ملاقات سے محروم رہا، میں اچھا نہ تھا، لیکن وہ کیا جانتا تھا کہ آپ سے ملنے کا انبساط مرض کو آدھا کر دے گا، میں نے اسی دن بیسیوں آدمی دوڑائے، بیسیوں خط لکھے، کچھ پتہ نہ لگا، ماجد میاں نے بھی لکھا کہ مجھ کو ان کا ایڈریس معلوم نہیں، پونہ و بمبئی وغیرہ سے بھی یہی جواب آیا، مجھ کو یاد آتا ہے کہ میں نے اعظم گڈھ کے پتہ سے آپ کو بھی نیاز نامہ لکھا، یا تو وہ پہونچا نہیں، یا آپ کو جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی، یا دل نہ چاہا، اگر ایسا ہوا تو حق بجانب تھا، میں اپنا حال کیا لکھوں، ایک مقطع حسبِ حال کہا تھا ؎

اپنے غم خانے کا دروازہ کرو بند اکبرؔ   اب نہیں کوئی سوا موت کے آنے والا

بعض پرائیویٹ وجوہ سے دل برداشتہ ہوں، شاید کہیں اور جا رہا ہوں، دنیا سے تعلق کیے رکھوں، کیوں زحمت اٹھاؤں، اس کے لیے دل کہتا ہے اور سچ کہتا ہے، کے دن کے لیے اور کس کے لیے، خدا آپ کے کاموں میں برکت دے، قوم فیض یاب ہو ع

برشما خوش باد ایں غم خانۂ ناماندنی

پتہ الہ آباد کافی   خاکسار اکبر پریاواں ضلع پرتاپ گڈھ   ۳۰؍جولائی ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ

گستاخی کی آپ نے خوب کہی، میری نہایت عزت افزائی آپ نے فرمائی ہے، پھر آپ کے سوا ہمارا ہے کون، رہا کون، ہاں حضور! اعتراض کی بھی دھمکی دی گئی ہے، حیات ہی میں ریویو نگار سارا قصہ ختم کیا چاہتے ہیں، نہ مرید کرتا تھا، نہ صلہ لیتا تھا، بارِ دل اتار دیا، اب تو دل ہی نہیں لگتا ع

| اولت ناشدہ ختم است ومن آخر شدہ ام

آپ میں شاعرانہ جوہر اس سے زیادہ معلوم ہوتا ہے جس کی جھلک آپ کے چند اشعار میں دیکھی، یہ زمانہ ہماری شاعری کے لیے ساعد نہیں ہے، کبھی ملنا ہوا تو آپ سے گفتگو ہوگی، میں نے یہاں سن لیا تھا کہ ہمارے دوست ماجد صاحب علی گڑھ میں خوش نہیں رہے، سب پر ناخوشی طاری ہے. فلسفہ کیوں نچے

کارڈ سامنے تھا، لکھ دیا، معاف فرمائیے گا، ابھی میں یہاں بشرط زیست ۱۰ - ۱۵ دن رہوں گا، دہلی کا بھی قصد ہے ان شاء اللہ، اچھا نہیں ہوں، حواس بجا ہوں تو خدمت میں کیا عذر، آپ کا شعر بھول گیا، لکھیے تو یاد آئے کہ میں نے کچھ کہا تھا اور کیا کہا تھا

خاکسار اکبر امین آباد لکھنؤ ۲۴ سمبر ۱۴ اگست ۱۹۱۶ء

مکرمی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مدت سے ارادہ تھا کہ داد سخن کیا شکر گذاری کروں، آج ساعت تھی کہ قلم اٹھا، کیا کہوں، کن

پریشانیوں میں رہا اور ہوں۔

میرے خرافات نے مجلس علماء وفقہاء سے داد پائی، اس کو اپنے خرافات کا ارتقاء سمجھتا ہوں، دیکھیے آپ سے کبھی ملاقات ہوتی ہے یا نہیں، اگر دسمبر تک یہاں رہا تو شاید ایسا ہو۔

خاکسار اکبر امین آباد پارک نمبر ۲۴ ۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

شب گذشتہ کو آپ کا کارڈ لکھنؤ میں مجھ کو ایسے وقت ملا کہ میں دو مہینے کے قیام کے بعد یہاں آرہا تھا، گویا ٹکٹ[1] بہ دست تھا، کیا کہوں، کیسی حسرت اور پریشانی ہوئی، اگر تمام خطوط نہ بھیج چکا ہوتا اور کل کا انتظام بدل نہ گیا ہوتا تو ٹھہر جاتا، میں بھی بحد غیر معمولی تر ددات میں ہوں، ماجد صاحب اس وقت تشریف فرما

[1] بجائے پا بہ رکاب کے یہ الفاظ میں نے اختیار کیے۔

تھے، میں نے پیام شوق و مسرت ان کے سپرد کیا ، بہرکیف آپ لکھنؤ آئیں تو مجھ کو مطلع فرمائیں، جائے قیام اور مدت قیام، خط الہ آباد کے پتہ سے آئے، جہاں ہوگا ان شاء اللہ بشرط زندگی مل جائے گا، ممکن ہے کہ لکھنؤ آنے کی کوشش کروں۔

خدا سے دعا ہے کہ آپ کے گھر میں صحت حاصل ہو، آپ تردد سے نجات پائیں۔

آپ کا ترقی خواہ اکبر حسین پرتاپ گڈھ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۱۶ء۔

مکرمی! سلمہٗ اللہ تعالیٰ ، جنوری کا مہینہ بیماری میں گذرا، اب تک طبیعت بحال نہیں ہوئی، نہایت افسوس ہے کہ آپ سے لکھنؤ میں نہ مل سکا، آپ کی خیریت ہمیشہ دریافت کرتا رہا، آپ کے طرز سخن سے جو آگاہ نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے میرے ناچیز کلام کی نسبت جو بعض ریمارک کسی تحریر سابق میں کیے وہ میرے لیے باعث فخر ہیں، میں نے اس کا اعتراف نہ کیا، ممکن ہے کہ کچھ غلط فہمی ہوئی ہو، خیر مجھ کو جانے دیجیے کہ ؏

حیف است ذکر من آنجا کہ دوست است

آپ سے مجھ کو کیوں نہ دلی تعلق ہو اولاً میرے قدر افزا دوست مولانا شبلی مرحوم کے شاگرد ہیں، دوسرے خود ایسے قابل اور سنجیدہ ہیں کہ آپ سے قطع نظر مشکل ہے، خواجہ حسن نظامی صاحب کے محرم نامہ کے متعلق آپ کی تحریریں دیکھیں، اظہار مدعا میں جو لطافت و نزاکت ہے آپ ہی کا حصّہ ہے، خواجہ صاحب صوفی نہاد بزرگ ہیں، ان کے کاموں میں کچھ روک ٹوک نہیں، دنیا کا تعلق ضرور تھا، مذہبی ہسٹری پر جھک پڑے، معلوم نہیں ندوہ سے آپ کو تعلق ہے یا نہیں، سید عقیل میرا پوتا ہے، دس برس کی عمر ہے، میں عشرت سے کہتا ہوں اس کو عربی پڑھاؤ، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ندوہ میں داخل ہو، اور اس کی نگرانی کے لیے ایک مولوی صاحب بھی ساتھ میں رہیں، کوئی عزیز بھی رہے، کچھ انگریزی تعلیم بھی ہوتی رہے، کیوں ایسا خیال ہے کہ وہ گھر پر نہ رہے، کبھی ملنا ہوا تو عرض کروں گا۔

میرا یہ حال ہے کہ زندگانی بار ہے، وقت طلوع دیکھا، وقت غروب دیکھا، اب فکر آخرت ہے، دنیا کو خوب دیکھا ؎

می چکد خونِ دل از حسرت دیرینۂ ما — می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما

اپنی خیر و عافیت لکھیے ؏

بر شما خوش باد ایں غم خانۂ ناماندنی

آج صبح میں پرتاپ گڈھ سے آیا ہوں، ابھی یہاں قیام رہے گا۔

اکبر حسین پرتاپ گڈھ بنگلہ سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

۲۱ر فروری ۱۹۱۷ء

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ!

خدا جانے خواجہ صاحب کی غلطی تھی یا پالیسی یا عقائد میں تبدیلی، بہر کیف خواجہ صاحب میرے بڑے عنایت فرما ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ترددات سے نجات دے، میں خود ایسی کش مکش میں ہوں کہ زندگی دشوار ہے۔

میں آپ کی مدح میں مبالغہ نہ کروں گا کہ آپ کو تصنیف شعر کی زحمت ہو (آپ کا شعر خوب ہے) یہی کہوں گا کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں، اسی سبب سے آپ کا مشتاق رہتا ہوں کہ کچھ سیکھوں۔

زخود بہتر جوے وفرصت شمار — کہ باخوباں خودی گم گنی روزگار

میرے ایک دوست نے میرا حال دریافت کیا تھا، میں نے یہ شعر لکھا ؎

افسوس ہے کہ زندہ ہوں کہنا پڑا ہے حال — کیا مختصر جواب یہ ہوتا کہ مر گیا

انھوں نے بیحد پسند کیا، شاید "نقاد" میں چھاپیں۔

اشد ضرورت سے میں ایک ہفتہ کے لیے لکھنؤ گیا تھا، سخت افسوس ہوا کہ ماجد صاحب نہ ملے، باندے گئے تھے، اپنی خیریت لکھتے رہیے، کبھی کبھی دو چار شعر کہہ لیا کیجیے، آپ کو نظم میں سلیقۂ خاص ہے، کبھی ملیے گا تو تفصیلاً سنیے گا، ہمدم میں میرے چند شعر چھپے ہیں، صواب کی جگہ ثواب کر دیا ہے۔

دعا گوئے شما اکبر پرتاپ گڈھ ۱۶ر اپریل ۱۹۱۷ء

ڈیر فرینڈ! آپ کے اشعار نے میرے داغ دل ہرے کر دیے، ہرے تو رہتے ہی ہیں، یہ کیسے لہو لہان کر دیے، جوش غم نے آپ سے ایسے مصرعے کہلا دیے ؎

شمع اس راہ میں اس کا رخِ انور نہ ہوا　　وہ گیا اور بپا وہ ہر میں محشر نہ ہوا

صرف علمی قابلیت اور قوت قافیہ پیمائی کافی نہیں، میں نے بھی کیا کچھ نہیں کہا تھا، آپ نے دیکھا ہوگا، یا کبھی سنیے گا۔

نشاط طبع باقی نہیں، ناتوانی روز افزوں، کچھ ہو نہیں سکتا، فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کن اشعار کو منتخب کروں، بہرحال تعمیل ارشاد کی کوشش کروں گا، کاش آپ سے ملاقات ہو جاتی۔

آپ کا دعاگو اکبر الٰہ آباد　　۱۲ر مئی ۱۹۱۷ء۔

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ! آپ کی غزل کے ایک شعر نے مجھ کو اپنے دو شعر یاد دلائے جن کو فریاد مجنونانہ اور جذبات غم کی انتہا کے ذیل میں میں نے لکھ لیا تھا۔

جس سے میری زندگی تھی مر گیا، کیوں مر سکا　　چرخ نے مجھ پہ ستم یارب کیا، کیوں کر سکا
واقعاتِ جاں گزا کا کیوں ہوا ایسا وقوع　　کیوں نہ میری آہ سے قانونِ فطرت ڈر سکا

افسوس ہے کہ مجھ کو آپ سے ملنا یاد نہیں رہا، صرف آپ کا نام جانتا ہوں، شاید آپ بھی مجھ کو اچھی طرح نہ جانتے ہوں، بجز اس کے کہ چند ظریفانہ اشعار سن لیے ہیں، کاش آپ سے ملاقات ہو سکے بعد بے تکلف مراسلت ہو سکتی ہے، آپ تو شاعر بھی ہیں، فلاسفر بھی، مورخ بھی، شاید فقیہ بھی، اس علم اور اتنے بڑے کتب خانے کے ساتھ اور کیا کچھ نہیں، آپ کیوں مجھ سے ملاقات کے مشتاق ہوں گے۔

نظام کے فلسفہ کی تمہید آپ نے خوب لکھی ہے، اس کا ایک فقرہ اپنے الفاظ و معنی کے لحاظ سے نہایت دلکش ہے اور مجھ کو میرا مطلع یاد دلاتا ہے ؎

صدیوں فلاسفی کی چناں اور چنیں رہی　　لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

مجھ کو ایسے مسائل پر تعجب ہوتا ہے کہ خدا اپنی نظیر اور اپنا مثل پیدا کر سکتا ہے یا نہیں، دیکھتا ہوں

کہ سائل وہ شخص ہے جو خدا کو غیر مخلوق مانتا ہے۔
ممکن ہے یہ بھی پوچھا جائے اللہ میاں خودکشی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کبھی لکھنؤ کا قصد کیجیے تو مجھ کو مطلع کیجیے، زندہ رہا، ممکن ہوا تو حاضر ہو جاؤں گا، دارالمصنفین سے کوئی انگریزی پرچہ نکلے تو خوب ہے۔

آپ کی پارٹی کے اپر کلاس کے انگریزی داں نوجوان مذہب و ملت سے بہت بے پروا ہوئے جاتے ہیں، حریف باخبر سے مقابلہ کرنے کی ان میں مطلق طاقت نہیں، یہ امر خطرناک ہے، تسکین اس خیال سے ہوتی ہے کہ حریف بھی بے خبر ہو جائے گا۔

ان شاء اللہ جواب آنے پر کچھ اشعار عرض کروں گا، اس قدر مختلف پہلو ہیں کہ انتخاب میں مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔

میں مسلسل ناتندرستی کے سبب سے بہت معذور ہوا جاتا ہوں، غموں نے دل کو بالکل خستہ و مجروح کر دیا ہے، زندگی بار ہے، یہ مطلع تسکین دل کے لیے کہہ لیا ہے ؎

اگرچہ تلخ ملا جام عمر فانی کا ۔۔۔ مگر محل نہیں ساقی سے بدگمانی کا

دعا گوئے شما اکبر الہ آباد ۲۱ مئی ۱۹۱۷ء

مکرمی! خدا خوش رکھے۔ انتخاب میں سخت الجھن ہوتی ہے، میں نے ایک نیاز نامہ میں عرض کیا ہے کہ آپ سے ملنے کا بہت مشتاق ہوں، لیکن خدا جانے یہ آرزو کب پوری ہو، میری یہ حالت ہے زندہ ہوں لیکن نشاط زندگی باقی نہیں، چند شعر مسودے سے نقل کر کے بھیجتا ہوں، بے دریغ حذف و ترمیم کے بعد شایع فرمائیے یا ناپسند کر دیجیے، پھر کچھ اشعار بھیجوں گا، بہت زیادہ نہیں، بقول مولانا شبلی مرحوم کے جو کہنا تھا کہہ چکا۔

آپ کے مصائب میں اظہار ہمدردی کر چکا ہوں، ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہوگی، غالباً خانہ آبادی کا مشورہ دیا جائے۔

حسن نظامی صاحب کو آپ نے ٹوکا تھا، کچھ معلوم نہیں حضرت اقبال کدھر جاتے ہیں، بات یہ ہے کہ اپنا دل اپنا کام۔ آپ کا دعا گو اکبر ۲۸ مئی ۱۹۱۷ء

یار اگر نہ نشست با ما نیست جائے اعتراض
بادشاہ کامراں بود از گدایان خار داشت

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ نے میرے اشعار کی رسید تحریر نہ فرمائی، اب میرے حواس درست نہیں رہتے، خدا جانے کیا قلم سے نکل جاتا ہے، کیا گلہ کروں، یہ بھول جاتا ہوں کہ مخاطب کون ہے؟ ایک بات لکھتا ہوں، اس کی تشریح رہ جاتی ہے، سوء ظن کو جگہ مل سکتی ہے، خیر جو کچھ ہو، اپنی خیریت تحریر فرمائیے، آپ یقیناً خود بہت اندوہ ناک ہوں گے، مجھ سے آپ ملتے تو دیکھتے کہ غم نے کیا حال کر دیا ہے، کیسی خانہ ویرانی ہوگئی ہے، آپ تو ابھی کم عمر ہیں، دنیا میں بہت کچھ کرنا باقی ہے، اور کام کرنے کی قابلیت بھی ہے، بے مثل قابلیت۔

اگر فرصت ملے تو کچھ اور اشعار کہیے، بادِ غم نام رکھیے، آپ کے دوست ینگ فلاسفر برکلے کا ترجمہ کر رہے ہیں، اس کا خیال ہمارے تصوف کا پورا مؤید ہے۔

جواب آنے پر کچھ اور اشعار عرض کرنے کی جرأت ہوگی، امید ہے کہ ظریفانہ اشعار کے سوا کچھ اور اشعار بھی آپ کی پسند کے لائق نکل آئیں۔

اکبر الٰہ آباد ۳ر جون ۱۹۱۷ء

حبیبی و مکرمی! سلمۂ اللہ تعالیٰ۔ خدا جانے آپ اعظم گڈھ میں تشریف فرما ہیں یا نہیں کئی نیاز نامے جواب سے محروم رہے، اللہ تعالیٰ آپ کو با ایں جلالت علم و فضل و کمالات صوری و معنوی سوء ظن سے محفوظ رکھے، ہم لوگ تو آپ کے دعا گو اور آپ پر ناز کرنے والے ہیں۔

آپ کو جو پریشانیاں لاحق ہوئیں اور جو صدمہ پہونچا، افسوس کہ میں کچھ اظہار ہمدردی نہ کر سکا، لیکن غم نے میری حالت جو کر رکھی ہے اور جن آلام میں مبتلا ہوں اگر آپ کو معلوم ہوں تو تعجب کیجیے کہ جس قدر حواس باقی ہیں یہ بھی کیوں باقی ہیں۔

نیازمند اکبر حسین الٰہ آباد ۱۳ر جون ۱۹۱۷ء

مکرمی! سلمہٗ اللہ تعالیٰ ۔ میں کل یہاں آیا ہوں، ڈیڑھ گھنٹے کا سفر بھی بار ہوا، عشرت سلمہٗ نے معارف میں آپ کا مضمون میرے اشعار کے متعلق دیکھنا چاہا، اگر کوئی کاپی موجود ہو تو ان کے نام وی ۔ پی بھیج دیجیے، ممنون ہوں گا۔ سید عشرت حسین ڈپٹی کلکٹر پرتاپ گڈھ

مشغولی مبارک ہو، میں تو اب بہ نسبت زندگی کے زیادہ تر موت کے ساتھ ہوں، دعائے خیر کا امید وار ہوں۔ آپ کا خیر طلب اکبرؔ حسین ۱۳ر جولائی ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہٗ اللہ تعالیٰ! میں نے عرض کیا تھا کہ اگر آپ کان پور گئے تو ممکن ہے کہ الٰہ آباد تشریف لائیں، لیکن عبدالماجد صاحب سے سنا کہ آپ لکھنؤ ہی سے واپس گئے، میں وسط جولائی سے برابر علیل ہوں، علیل تو رہتا ہی ہوں، لیکن اب شکایتیں زیادہ ہوگئی ہیں، ناتوانی میں موسم کا اثر بہت ہوتا ہے، پچھلے "خطیب" میں ایک آرٹیکل ہے، نوخیزانِ کالج جو پیشوائے اسلام بنتے ہیں، ان کا گلا ہے، سچی بات ہے لیکن علاج ہی کیا ہے،

حضرت اقبالؔ اب اسی میں اپنی نمود سمجھتے ہیں کہ افلاطون، حافظ شیرازی، ابن عربی کو گالیاں دیں، کل سلسلۂ تصوف کو برا کہیں، کہتے ہیں کہ شاعری مذاق عرب کے مطابق ہو، لیکن خود فارسی میں ہی کہتے ہیں، بہرحال زمانہ کا رنگ ہی یہ ہے۔

عبدالماجد صاحب تو خالص فلسفہ میں پناہ لیتے ہیں، حضرت اقبالؔ تو جانشینِ رسولؐ بنتے ہیں[1] کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کی کیا پوزیشن ہے، مجھ سے داد طلب ہوا کرتے ہیں، اصل یہ ہے کہ یہ بگڑنے کے دن ہیں، بننے کے دن نہیں ہیں، میں کیا اور کوئی کیا کرے، میں تو اپنے آلام میں خود مبتلا ہوں زندگی بھی ختم ہو چکی ہے، امید فردا اور طول امل سے تعلق ہی نہیں، لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ پر نظر ہے، مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا صاف ہے، پھر طاقتِ جنگ

---

[1] حضرت اکبرؔ صوفی مشرب اور اقبالؔ مروجہ تصوف کے مخالف تھے، اس سے دونوں بزرگوں کے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں، یہ خط اسی زمانہ کا ہے، لیکن بعد میں یہ غلط فہمیاں دور ہوگئی تھیں۔ (م)

بھی تو نہیں ہے، نہ علم، نہ زور، ہاں آپ کے لیے ضروری ہے، کیونکہ دنیا کو برتنا ہے اور اللہ نے علم دیا ہے، یہ باتیں محض پرائیویٹ طور پر آپ کو لکھ دیں، زندگی میں کبھی ملنا ہوا تو بار دل کچھ اتر سکے گا۔

دیکھیے تو یہ مطلع کچھ بامعنی ہے یا نہیں:

مرنے والا مر گیا اور رونے والا رو چکا　　　وائے بر ہستی اگر مقصود ہستی ہو چکا

آپ نے عبرت و بے ثباتیٔ دنیا کے مضامین مانگے، بہت اچھا کیا، میرے دل کا رخ تو اب اسی طرف ہے، البتہ توحید کے مضامین بھی ذہن میں بہت زیادہ آتے ہیں، پھر لکھوں گا ان شاء اللہ۔

اکبر حسین　الہ آباد　۱۹؍ اگست ۱۹۱۷ء

برادرم! سلمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کے حالات و خیالات آپ کو ترقیٔ مراتب انسانی کی طرف لیے جاتے ہیں، آپ آپ ہی ہیں، اور یوں تو کلرکوں کی لائن دنیا کے لیے کھلی ہوئی ہے، لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ بہت صحیح ہے۔

آپ نے میرے شعر کا جو انتخاب کیا، ہے بھی یہی بات، کے دن کے لیے اور کس کے لیے؟ آپ سے ملنا ہوتا تو انتخاب اشعار میں مدد ملتی، مسودے بے ترتیب پڑے ہیں، مجھ کو تو ضعف و علالت نے بہت معذور کر رکھا ہے، جرأت سفر بہت کم ہے، ہو سکتا تو خود وہیں پہونچ کر قیام کرتا، کیوں نہ ہفتے عشرے کو آئیے، بل سفر خرچ میرے ذمہ۔

سب کورٹ انسپکٹر محمد احسن صاحب نے میرے خط کا جواب نہ دیا، شکایت کر دیجیے گا۔

نیازمند اکبر حسین　الہ آباد یکم ستمبر ۱۹۱۷ء

مکرمی! سلمہ اللہ تعالیٰ۔ مدت سے آپ کی خیر و عافیت سننے کا مشتاق و منتظر تھا، خط لکھنا ہی چاہتا تھا کہ معارف نے پہونچ کر مطمئن کیا، مسلمانان ہند کی تنظیم مذہبی کا خیال خوب ہے، آپ کی تحریر میں بڑی زندہ دلی ہے، دیکھیے خدا کیا کرتا ہے، تعلقات کی نزاکت اور آج کل کے انتشار کی حالت نے بالکل افسردہ

کر دیا ہے، روز افزوں ضعف و ناتندرستی مزاج اس پر طرہ ؎

چو باد صبا بر گلستاں وزد چمیدن درخت جواں را سزد

دعائے خیر کا امیدوار اکبر الٰہ آباد ۳؍ دسمبر ۱۹۱۷ء

عزیزی و حبیبی اور کیا کچھ نہیں سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ مدت سے ارادہ کر رہا ہوں کہ ذرا طبیعت روبراہ ہو تو خط لکھوں، لیکن جو شکایتیں لاحق ہیں وہ بروقت پریشان رکھتی ہیں، گرمی نے اور بھی بے حواس کر رکھا ہے، بہ مجبوری اسی حالت میں کچھ لکھتا ہوں، اولاً بدل شکر گذار ہوں کہ آپ مجھ سے ملنے تشریف لائے، مجھ کو تو اس تشریف آوری کی یادگار قائم کرنا تھی، لیکن تواضع و تکریم بھی کما حقہ نہ کر سکا، وقت نہ تھا، یہ مسرت بھی ہوئی کہ بعض امور میں آپ میرے ہم خیال ہیں، آپ نے ملا و صوفی کی نظم کو زندگی بخشی، اقبال صاحب اس سے خوش نہ ہوئے، خط آیا، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ کس حق سے ملا بنتے ہیں، میں تو نیتاً نہیں، شاعری کا کچھ مذاق ہے، اگرچہ بقول آپ کے شاعری اور تصوف اور فلسفہ سب ایک ہے۔

اقبال صاحب لکھتے ہیں کہ میں پرسنل خدا کو مانتا ہوں، جس کے معنیٰ ہوئے شخصی، یہ لفظ مغربی مصنفوں نے اختیار کیا ہے، بمقابلہ ہندو فلاسفروں کے خدا کے، جس کا وجود عالم ہی کے ساتھ اور اسی میں طاری وساری ہے، الگ نہیں ہے، اقبال صاحب کا مطلب ہے کہ ہندو فلاسوفی الگ خدا کو نہیں مانتی، اور صوفی بھی ہمہ اوست کہتے ہیں، لیکن میں پرسنل خدا کو مانتا ہوں، اس باب میں آپ نے صحیح لکھا ہے کہ یہ بحث ہی نہ کرنا چاہیے، اسی نے اختلاف ڈالا ہے، جو قرآن میں ہے وہی کہو، پرسنل گاڈ کہنا اتنا ہی بے جوڑ ہے جس قدر ہمہ اوست کہنا، بلکہ ہمہ اوست میں تو ایک بات بھی ہے، عربی الفاظ اور قرآن کی اصطلاح چھوڑ کر پرسنل گاڈ کیا معنیٰ۔

یہ میں آپ کو پرائیویٹ طور پر لکھتا ہوں، کچھ مجھ کو معلوم نہیں کہ وہ کیا پوزیشن یعنی کیا درجہ اپنا قائم کرنا چاہتے ہیں۔

انھوں نے سروجنی نائیڈو کی مدح میں شعر کہے ہیں، اور تماشا سنیے خطیب دہلی کے پچھلے پرچہ میں

کوئی صاحب آصف نامی ہیں، انھوں نے سروجنی صاحب کے اشعار کا ترجمہ چھپوایا ہے، عنوان یہ ہے :
"ہمشیرہ محترمہ سروجنی نائیڈو" میں خطیب سے پوچھتا ہوں کہ ہمشیر کس قاعدہ سے لکھا گیا ہے، اس کا نوٹس تو آپ بھی لے سکتے ہیں۔

کاش آپ سے مفصل اور با اطمینان ملنا ہو، اگر زندہ رہا تو آیندہ موسم سرما میں درخواست تشریف آوری کروں گا۔ بہرحال دعائے خیر کا طالب ہوں، مجھ کو چراغ سحری سمجھیے۔
جواب ملنے پر کچھ اشعار پیش کروں گا، اگرچہ اب دل نہیں لگتا، کچھ کام نہیں ہوسکتا، سب کچھ بک چکا۔
اکبر حسین الٰہ آباد ۲۷ مئی ۱۹۱۸ء

مکرمی! یہ آپ نے کیا تحریر فرمایا کہ دونوں غلط، میں نے ہمہ اوست کی تائید کہاں کی ہے، وحدتِ وجود اسلام میں ہے کہاں؟
میں نے تو یہی کہا ہے کہ آپس میں لڑتے کیوں ہو، یہ وقت جنگِ باہم کا نہیں ہے، تم اپنی کہہ رہے ہو، وہ اپنی کہہ رہے ہیں۔
میں تو اسی پر بے حد زور دیے جاتا ہوں جو آپ نے کسی پرچہ میں لکھا ہے، اور وہی سچ ہے، کیا میرے یہ اشعار آپ کے پیش نظر نہیں ہیں جو ۱۰۔ ۱۱ سال ہوئے چھپ چکے ہیں ؎

جلوۂ ارض و سما دکھلا کے ہے نیچر بھی چپ　　لا الٰہ اور قل ہو اللہ پڑھ کے پیغمبر بھی چپ
بحث اس کی ذات میں کیوں کر رہا ہے فلسفی　　ایسے ایسے چپ ہیں یہ ہوتا نہیں اس پر بھی چپ

صوفی اگر کہیں کہ خدا مربع ہے تو ہم کو تردید کر دینی چاہیے، یہ نہیں کہ ہم کہیں کہ مثلث ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کی صفتوں کے ساتھ مان لینا جیسا کہ قرآن میں ہیں کامل اسلام ہے۔
بعد ازاں یہ بحث کہ اس کی ہستی کی کیا نوعیت ہے؟ دیوانگی اور فضول اور نا فہمی ہے، اقبال صاحب نے لکھا کہ میں شخصی یا پرسنل خدا کو مانتا ہوں، ہندوانہ تصوف کے فلاسوفیکل خدا کو نہیں مانتا، مطلب ان کا ظاہر ہے، لیکن ہم پر یہ لفظ بھی گراں ہے، بہرحال مجھ میں، ان میں یا آپ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، علم میں تو

درجات مختلف ہوتے ہیں، آپ علم کے دیوتا ہیں، اقبال صاحب ڈاکٹر اور پروفیسر ہیں، میں صرف فاعلاتن فاعلاتن ہوں، لیکن مسلمان ہونے اور خدا کو ماننے میں سب برابر ہیں، امید نجات اور مغفرت سب کو رکھنی چاہیے، اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ، ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ، قَالَ مَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ ھَدٰی ۔

ایسی ہی آیات قرآنی کافی ہیں۔

اشعار توحید ان شاء اللہ عرض کروں گا، گرمی شدید ہے۔

دنیا میں پارٹی بندی کا بڑا شوق بڑا زور ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا بہت کم ہے،

اکبر الہ آباد یکم جون ۱۹۱۸ء

جناب من! کارڈ پڑھ کے بعض فقرات مجھ کو پسند آئے، یہ صحیح ہے کہ مترجم صاحب پیچیدگیوں سے مغلوب ہو جاتے ہیں، میں نے ریویو میں اس کا ریمارک کیا ہے، ماجد میاں آپ کی محبت وعنایت کے معترف ہیں، آپ کو وہ شعر کہاں مل گئے، ماجد میاں نے لکھا ہوگا۔

کل عید ہے، لیکن میرا یہ حال ہے ؎

وہ خود آرائی کہاں، خوشیوں کی اب تمہید کہاں — رسم ادا کر دیتے ہیں، مل لیتے ہیں، اب عید کہاں

امراض لاحقہ کے سبب سے مسجد تک پہونچنا اور وہاں قیام مشکل ہے۔

خاکسار اکبر الہ آباد ۱۰؍ جولائی ۱۹۱۸ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی خیریت مدت سے نہیں سنی، طبیعت کو تعلق ہے۔

اخبار "تہذیب نسواں" لاہور نے میرے پردہ کی چند نظموں کو لے کر شکایت چھاپی ہے کہ میں متعصب اور سخت ہوں، ترقی نسواں کا مخالف ہوں، یہ مضمون ایک بیگم صاحبہ کا ہے، یا ان کے نام سے ہے۔

اب تو آپ کو میرے اس شعر کا زیادہ لطف ملے گا، اور آپ مجھ کو اس کی زیادہ داد دیں گے، جو

شاید دوؔ مہینے پیشتر میری زبان سے نکلا اور آپ نے نوٹ کرلیا تھا ؎

غریب اکبر نے بحث پردہ کی کی بہت کچھ مگر ہوا کیا　　نقاب الٹ ہی دی اس نے کہہ کر کہ کرہی لے گا مرا موا کیا

"تہذیب نسواں" تو بظاہر پردے کا ہنوز مخالف نہیں، پھر معلوم نہیں وہ کیا چاہتا ہے، میں نے تو لکھ دیا کہ برادرم شاعرانہ قافیہ بندیاں تو چلی ہی جائیں گی، لیکن دنیا کا انتظام زمانہ کی حالت کے ساتھ ہے، میرے اشعار انقلاب روکنے کو نہیں، یادگار انقلاب ہیں، تعلیم کا مخالف میں کیوں ہونے لگا، سید صاحب مرحوم تو سرکاری اسکول ہی کے مخالف تھے، اب تو یہ بات بھی نہیں۔

میرا ایک قطعہ مشرق نے نہایت پسند کیا تھا، جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

دو اسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم　　قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

لوگ غضب کرتے ہیں، شعر کی شوخی اور لطافت کی داد دینا چاہیے، نہ کہ لکچر سمجھ کر بحث کو اٹھ کھڑا ہونا، لیکن بات یہ ہے کہ اب عورتوں کی طرف سے نوٹس ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ، ہم خود اٹھتے ہیں۔

نیازمند اکبر الٰہ آباد　۱۰؍ اگست ۱۹۱۸ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمدللہ کہ بھوپال میں کامیابی ہوئی، آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، بہت صحیح ہے، میں خوب سمجھتا ہوں، اور دیکھتا ہوں کہ اس وقت دنیا کدھر جارہی ہے، بہرحال سر تسلیم خم ہے، جس بات کو اپنے حق میں بہتر سمجھیں بشرط امکان، بہ حد امکان اس کو کہتے جائیں، اللہ کے فضل کے امیدوار رہیں، میں تو اب اکتا گیا ہوں، مفقود الخبر ہونے کا آرزومند ہوں، منتظر ساعت آخر ہوں۔

آپ کی تحریروں کو پڑھ کر یہ اشعار کہے تھے ؎

ادھر جوانوں کو ہے یہ سودا کہ بزم بازار انھیں کرائیں　　ادھر خواتین خلعت آرا ہنوز مست اپنی نوج میں ہیں

مگر یہ قید حرم کہاں تک حجاب کے دن نقاب کب تک　　کہ گبر و ترسان کی لیڈیاں اب شریک واعظ کی فوج میں ہیں

پرائیویٹ طور پر آپ کو لکھ دیا۔　　اکبر حسین　الٰہ آباد　۱۰؍ دسمبر ۱۸ء

مکرمی! سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ ایسی پریشانیوں میں رہا اور ہوں کہ اب تک آپ کے عنایت نامہ کا جواب نہ لکھ سکا، دنیا دار المحن ہے، میرے لیے تو ہے ہی، آپ بھی ایسا ہی سمجھتے ہوں گے، میں ایسی حالت میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ سکونت کے لیے مستقل جگہ کا ٹھکانا نہیں، جہاں اطمینان سے بقیہ عبرت آگیں زندگی بسر کروں، پھر لکھوں گا اور ان شاء اللہ تعمیل ارشاد بھی کروں گا، زمانہ کا رنگ دیکھ کر دل بجھ گیا ہے، ایک دوست کو میں نے لکھا تھا ؎

اولت ناشدہ ختم است و من آخر شدہ ام

خاکسار اکبر پرتاپ گڈھ بنگلہ سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

۲۸ جنوری ۱۹۱۹ء

مکرمی! سلمہٗ اللہ تعالیٰ، یہ شعر مجھ کو بہت پسند ہے ؎

دو سہ گام اگر پے دل بہ رہش دویدہ باشی   زجہا گذشتہ باشی بہ چہار رسیدہ باشی

پنجاب کے ایک کرم فرما دوسرے مصرعہ کو نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ زجہاں گذشتہ باشی بہ عماں رسیدہ باشی ہے، کیا آپ کا کتب خانہ اس کا پتہ لگا سکتا ہے، میں تو اسی کو جو میں نے سنا اور یاد رکھا ہے بلیغ اور بامزہ سمجھتا ہوں، اپنی رائے بھی لکھیے۔

حال میں جو پرچہ نظام لاہور سے نکلا ہے، اسی میں یہ شعر ہے، باوجود میری تحریر کے انھوں نے یعنی نامہ نگار صاحب نے اسی کو قائم رکھا ہے، میں اچھا نہیں ہوں، کھویا کھویا رہتا ہوں، کاش آپ سے ملتا ہو،

خاکسار اکبر حسین الٰہ آباد ۲۷ مارچ ۱۹۱۹ء

مکرمی! مجھ کو بہت افسوس ہے کہ تعمیل ارشاد میں قاصر رہا، بات یہ ہے کہ بہ سبب امراض و آلام و انقلاب حالات کے طبیعت بیحد افسردہ رہتی ہے، کچھ لکھنے پڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔

دو سال ہوئے مسٹر برن چیف سکریٹری گورنمنٹ سے بمجبوری ملنا پڑا تھا، ان کو فارسی لٹریچر کا شوق ہے، سلسلہٗ مکالمت میں میں نے یہ اشعار ان کو سنائے، اور یہ بھی کہہ دیا کہ آپ تو اس کو قبول نہ کریں گے اور

شاید کوئی بھی اس کی تصدیق نہ کرے گا، لیکن میری حالت یہی ہو گئی ہے ؎

ہنگامۂ شکر و شکوہ دنیا میں ہے گرم　　لیکن میرے دل سے یہ صدا آتی ہے
کھلتا نہیں رازِ دہر شکوہ ہے تو یہ،　　اور شکر یہ ہے کہ موت آ جاتی ہے

انھوں نے فرمایا کہ آپ نے سچ کہا، میں بھی یہ خیال کرتا ہوں۔

آپ سے ملنے اور باتیں کرنے کو بہت دل چاہتا ہے، معلوم نہیں آپ اعظم گڈھ میں ہیں یا نہیں جواب آنے پر کچھ متفرق اشعار پیش کروں گا بشرطِ زندگی۔

آپ کی تحریر بہت موثر و بلیغ ہوتی ہے، کیوں نہ ہو۔　　خاکسار اکبر الہ آباد ۲۶ر اپریل ۱۹۱۹ء

الہ آباد　　۱۳ر جون ۱۹۱۹ء

مکرمی دام الطافکم، بیمار ہوں، ناتواں ہوں، نشاطِ طبع بالکل مفقود، طول امل اور امید فردا سے بیگانۂ محض، معاف فرمائیے گا کہ اب تک الطاف نامہ کا جواب نہ لکھ سکا تھا، دو ڈھائی ہزار نظمیں سودے میں موجود ہیں انتخاب اور ترتیب میں عقل حیران ہے، احباب کے اصرار کا خیال ہے، اور شاید گناہ بھی ہو، ورنہ سب کو دریا برد کر کے فارغ از اندیشہ ہو جاتا، آپ ایسے صاحب معنیٰ ملیں تو کچھ دل بہلے، کچھ کام چلے مگر یہ کہاں میسر، آپ ابھی دنیاوی ڈیوٹی ادا کر رہے ہیں،

؏　اولت ناشدہ ختم است و من آخر شدہ ام

زندگی کی بے قدری تو نہیں کرتا، مگر جن باتوں میں گھرا ہوں اور جو خواہ مخواہ دل کو الجھاتے ہیں ان کو ہیچ سمجھتا ہوں، چند اشعار بیاض سے نقل کرتا ہوں ؎

ابتدائے عالمِ ہستی میں میں بے ہوش تھا　　ہوش جب آیا تو دل میں غفلتوں کا جوش تھا
پر مصائب اور فنا کے تجربے پیہم ہوئے　　بعد ازاں جب تک جیا مغموم تھا خاموش تھا

اک بحرِ بیکراں ہے حوادث کا سلسلہ　　الجھا جو ذہن اس میں تو دیوانہ ہو گیا
اٹھے مورخین زمانہ میں گم ہوئے　　افسانہ گو جو تھا وہ خود افسانہ ہو گیا

فن کے سامنے ہم کیا ہماری ہستی کیا ۔ برائے نام مگر اِک نشان پا ہی لیا
ہُوا جو ہم نفس خطرہ بن گئی دم بھر ۔ حباب نے بھی خودی کا مزہ اٹھا ہی لیا
انتظامی بات ہے یہ ہوتی آئی ہے یوں ہی ۔ اس کا کیا شکوہ جو ہم پر ان کو غالب کردیا
ہاں یہ ہے افسوس ہم سے چھن گیا صبر و قرار ۔ طالب حق کو فلک نے ان کا طالب کردیا

مکرمی! سلمٰہ اللہ تعالیٰ، اس وقت اتفاقاً کاغذات میں یہ خط ناتمام چار پانچ مہینے کا لکھا ہوا ملا، غالباً بلکہ یقیناً آپ کو ہی لکھ رہا تھا، چوتھی نظم کا چوتھا مصرع

طالب حق کو فلک نے ان کا طالب کردیا

لکھ چکا تھا کہ کوئی امر پیش آگیا، اور خط ناتمام رہ گیا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ اگست و ستمبر گذشتہ میں میری طبیعت اس قدر نادرست ہوگئی تھی کہ احباب کو مایوسی اور مجھ کو قیدِ زیست سے رہائی کی امید ہوگئی تھی، لیکن ؎

کمزور ہے میری صحت بھی کمزور مری بیماری بھی ۔ اچھا جو رہا کچھ کر نہ سکا، بیمار پڑا تو مر نہ سکا

کسی سے یہ سن کر کہ مولوی عبدالماجد صاحب کے ساتھ آپ کا بھی قصد تشریف آوری ہے، بہت مسرت ہوئی تھی، بہرحال اپنا مشتاق سمجھیے، اپنی خیریت سے مطلع فرمائیے، میں دہلی کا ارادہ کر رہا ہوں، اگر اس لمبے سفر کی قابلیت ہو۔

آپ کا نیازمند اکبر

آپ کو خبر نہیں، آپ صاحبوں سے مجھ کو کتنا دلی تعلق ہے، بیماری اور ضعف نے قریباً اسیرِ بستر کردیا ہے، معارف کل نہیں آیا، کیا آپ کا تعلق نہیں رہا، اور عزیز بھی تو ہیں، ماجد میاں کہاں ہیں، شوق خط بھیج کر خاموش رہے، اکثر اشعار قابل اشاعت پڑے ہوئے ہیں، سب عزیزوں کو دعا،

طالب دعا اکبر ۲۱ مارچ ۱۹۲۱ء

عزیز مکرم! سلمہٗ اللہ تعالیٰ، افسوس ہے کہ سفر یورپ سے آپ کی تندرستی کو کچھ فائدہ نہ پہونچا، آپ کی صحت وسلامتی کے لیے دعا کرتا ہوں، آپ نے لکھنؤ میں کب تک قیام کا قصد کیا ہے، اشعار اس قدر مختلف المضامین ہیں کہ انتخاب کا فیصلہ دشوار ہے، کاش آپ سنتے اور انتخاب کرتے، بہر کیف چند اشعار ان شاء اللہ بھیج دوں گا، لیکن کہاں بھیجوں، اگر یہ لکھیے تو بہتر ہے کہ کس مطلب و پرتو کے اشعار ہوں۔

بہت اچھا ہے کہ ماجد میاں عرفان وطریقت کے خیال میں محو ہیں، میرا ایک مطلع ہے ؎

ہوا بدل گئی ہے ایسی کچھ اس زمانے کی　　دعائیں مانگتا ہوں ہوش میں نہ آنے کی

ایک شعر اور یاد آیا ؎

مزا بھی ملتا ہے دنیا سے دل لگانے میں　　سزا بھی ملتی ہے دنیا سے دل لگانے کی

میں علیل ہوں، نہایت تکلیف دہ امراض کا سامنا ہے، ۲۵ - ۳۰ مرتبہ چوکی پر جانا پڑتا ہے، سفر دشوار ہے، لیکن خیریت ہے کہ زندگی کا آرزومند نہیں۔　اکبر حسین　الٰہ آباد　۱۹ر اپریل سنہ ۲۱ء

میرے مکرم! اللہ آپ کو مسند ہدایت وارشاد پر متمکن رکھے، ناتندرستی اور عمر نے اب مجھ کو نشاط طبع سے قریبًا بالکل بیگانہ کر دیا ہے، پچھلے خط میں آپ نے داد دے کر ذرا دل بڑھایا تھا۔

آپ سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے، لیکن کیا کروں، خواجہ حسن نظامی صاحب اگرچہ بہت محبت وارادت سے مجھ سے ملتے ہیں، لیکن میں ان کی تصنیفات میں ان کا مشیر ومعین نہیں ہوں، نہ اس میں میری منظوری شامل ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسئلۂ خلافت اور تعظیم درویشی میں خواجہ صاحب پکے سنی ہیں، خواجہ صاحب آنے والے ہیں، ان سے گفتگو کروں گا، اس کے متعلق کچھ اور باتیں ہیں، زندگی میں آپ ملے تو عرض کروں گا دس دن سے بہت بیمار ہوں، غذا ترک ہے، آج صبح تو بالکل مایوسی تھی، عشرت سلمہٗ کے پاس قاصد خاص روانہ کیا ہے، بہرحال زندگی کچھ باقی ہے بھی تو جان نہیں ہے۔

ہوش میں لائی ہیں اب مایوسیاں　　نشۂ امید فرسا ہو چکا

انگریزی حکام کے خطوط آتے ہیں، معذرت کرنی پڑتی ہے۔

اکبر الٰہ آباد ۲۹ اگست ۱۹۲۰ء

برادرم سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ اچھا کیا آپ نے ابھی وہ نظم "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" شایع نہیں کی، دو چار مہینے التوا ہی بہتر ہے، ہیجان، نفسانیت و بدگمانی ذرہ کم ہولے، اگرچہ وہ نظم نہایت بے گناہ ہے۔
بہت کچھ آپ کو لکھتا، مگر توانائی نہیں ہے، احباب کا شدید تقاضا مجبور کر رہا ہے، ورنہ چاہتا ہوں کہ مفقود الخبر رہوں۔

ہماری شاعری کا مزہ تو آپ کے استاد مرحوم کے دم کے ساتھ تھا۔

اس سے پچھلے پرچہ میں "کیا علوم ہمارے لیے مفید ہیں" (جو نہایت عمدہ مضمون انگریزی کا ترجمہ ہے) کا پہنٹر میں ایک مختصر ریویو لکھتا ہوں، ختم ہوگیا تو بھیج دوں گا۔

ستارۂ صبح بند ہوگیا، یہ لطیفہ ذہن میں آیا کہ ابراہیم اس سے بھی مطمئن نہیں۔

وجاہت حسین صاحب کا خط آیا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں، ہم لوگوں پر کیسا نازک وقت ہے۔

برادرم! خط لکھنے کے بعد آپ کے عنایت نامہ پر نظر پڑی، درد مند سلیمان دیکھ کر ملا بے چین ہوگیا ہرچند چاہا، پھر اس کا خیال نہ آئے، کیونکہ تکلیف ہوتی تھی لیکن اب تک وہ کھٹک دل میں ہے، آج معارف پہونچا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے دماغ و قلم کو ادھر متوجہ کیا، آپ کی تحریر سے زیادہ مستند کون سی چیز ہوسکتی ہے لیکن افسوس بھی ہوا کہ آپ نے ایسی زحمت گوارا کی، ادھر دو تین برس کا کلام دیکھیے تو زیادہ اظہار رائے کا موقع ملے لیکن وہ ہنوز شایع نہیں ہوا، اس کی طلب بہت ہے، زمانۂ پرآشوب نے مجھ کو خاموش کر دیا ممکن ہے اس کا بڑا حصہ نذر معارف کروں۔

کبھی آپ سے ملنا ہو تو بہت کچھ کہوں سنوں، بعض ضروری باتیں ہیں، اس وقت ہوم رول پیچیدہ مسئلہ ہے، اپنی خیریت لکھیے۔ آپ کی محبت کا شکر گذار اکبر الٰہ آباد

لے ان خطوط پر تاریخ درج نہیں ہے۔

میرا تعلق دنیا سے قریباً بالکل ہی جاتا رہا، مروت سے بہ تکلیف شریک بزم ہستی ہوں، جو اس سے بھی مجبوری ہے ؎

ساتھی تھے جو رنج و راحت کے اس موت کے ہاتھوں چھوٹ گئے
اب یاس گرائے دیتی ہے سب دل کے سہارے ٹوٹ گئے

میرے مکرم! معاف فرمائیے گا، اب تک نیاز نامہ نہ لکھ سکا تھا، لکھنا اب مجھ پر بار ہو گیا ہے، بالفعل کوئی کاتب پاس نہیں ہے، ناتندرستی اور ضعف نے بالکل معذور کر دیا ہے، انتشار دل اس پر طرہ۔

تین ہزار سے زیادہ نظمیں بیاضوں میں موجود ہیں، حصہ سوم کے لیے پبلک کا تقاضا ہے، حیران ہوں کہ ترتیب و انتخاب کیوں کر ہو۔

سوسائٹی کی خاطر ہے، ورنہ طبیعت دنیا سے بالکل ہی بے تعلق ہو گئی ہے، کوئی مونس و غمخوار نہیں رہ گیا ہے، خدا کرے آپ سے پھر کبھی ملنا ہو، چند اشعار ارسال خدمت ہیں،

آپ ابھی کم عمر ہیں، بہت ڈیوٹی باقی ہے ؏

اولت ناشدہ ختم است و من آخر شدہ ام

اس خیال سے کسی قدر تسکین ہوتی ہے، آپ ایسے ارباب بصیرت ابھی حلقۂ ملت میں موجود ہیں

خاکسار اکبر

کون سی بات اسلام کی تجھ میں اکبرؔ — شان ہی کیا ہے جو تعظیم طلب کرتی ہے
دیر میں ہو تری تحقیر تو کیوں کر یہ کہوں — کہ زبان بت طناز غضب کرتی ہے
ترے اطوار دکھاتے نہیں جوہر کوئی — بس زبان ہے کہ وہ اظہار ریب کرتی ہے
یاد رکھ بات وہی کہہ دے مجھ سے اپنی — حفظ ہر وقت جو تاریخ عرب کرتی ہے
صرف دعووں سے تو آتی نہیں عظمت دل میں — آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے تب وہ ادب کرتی ہے

اصلی غم و شادی کا نہیں قوم میں اب حس — چشم عقلا سے یہ بصیرت ہوئی مفقود

پابند ہیں اس کے رز دلیوشن جو ہوا پاس ۔۔۔ ہنسنے پہ بھی تیار ہیں، رونے کو بھی موجود

دیری سکھاتے ہیں مجھ کو یہ کہکر ۔۔۔ جہنم سے ڈرنا بڑی بزدلی ہے

دل دے کے میں نے ان کو جب ہاتھ ان پہ رکھا ۔۔۔ بولے کہ وہ تو دل تھا فرمایئے یہ کیا ہے

انور سے کہا میں نے کہ خاموش ہو کیوں تم ۔۔۔ تقریر، نہ تحریر، نہ غصّہ نہ خوشامد
بابو کے نہ دمساز نہ یار دل کے ہم آواز ۔۔۔ ماہی میں نہ ممتاز نہ اشتر میں سر آمد
کہنے لگے کیا آپ کو معلوم نہیں ہے ۔۔۔ کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

ترقی خواہ ہے تو صحن مسجد چھوڑ اے اکبر ۔۔۔ کیا اس نے ترقی ہے تو خود پہونچیگی مسجد تک
نود نہ نام ادھر ننانوے کا پھیر ادھر یعنی ۔۔۔ انھیں سو تک پہونچنا ہے مجھے اللہ واحد تک

صف مسجد میں جو آئے نظر عزت کرو اس کی ۔۔۔ نہ سمجھو تم اسے اللہ کے دربار میں دیکھا

گوشۂ صبر و قناعت ہی میں اب محفوظ ہوں ۔۔۔ شہد سے محروم ہوں تو زہر سے محفوظ ہوں
گو حریفوں کی نظر میں رنگ پھیکا ہے مرا ۔۔۔ نرگسِ مستانۂ ساقی کا میں ملحوظ ہوں

چرخ نے پیش کیشن کہہ دیا اظہار میں ۔۔۔ قوم کالج میں اور اس کی زندگی اخبار میں
شوہر افسردہ پڑے ہیں اور مرید ادارہ میں ۔۔۔ بیبیاں اسکول میں ہیں شیخ جی دربار میں

مکاتیب سیّد مہدی حسن افادی الاقتصادی

(متوفی ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء)

پیارے مولانا! مدت سے میں نے آپ کو لکھا لکھایا نہیں، لیکن میں نہایت دلچسپی سے آپ کی ادبی فتوحات کو دیکھ رہا ہوں۔

میرا خیال تھا، تصنیفی عہد علامہ شبلیؒ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا، اس خیال کو میں نے ایک مستقل عنوان کے تحت پھیلایا ہے، "اردو لٹریچر کا نفس واپسیں"۔ عنقریب آپ کی نظر سے گذرے گا، جس میں میں نے دکھایا ہے کہ "دارالمصنفین" سے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔

"انجمن اردو" کے گرے ہوئے معیار اور ادھوری کوششوں سے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، جہاں تک بلند پایہ لٹریچر کا تعلق ہے مجھے حسن ظن نہیں، اور سمجھ میں نہیں آتا پانچ ہزار روپیے جو ہر سال ضائع ہوتے ہیں کس طرح رفقائے شبلی اکیڈمی کی جیبوں تک پہونچا دوں۔

معارف کا ہر نمبر اپنے پیش رو سے بڑھا چڑھا ہوتا ہے، اور مجھے حیرت ہے حسن سیرت کے ساتھ اچھی صورت کا اہتمام، محدود ذرائع اور مقامی مشکلات کے ساتھ کیونکر آپ کر سکے، بہرحال آپ کے دم سے میری امیدوں میں نئے سرے سے جان آگئی ہے، ورنہ خیال تھا لٹریچر سے روابط سابقہ قائم نہ رکھ سکوں گا

علامہ شبلیؒ کے اسی خطوط میرے پاس ہیں، پہلے ارادہ تھا یادِ شبلی کے نام سے علیحدہ شائع کردوں، لیکن آپ کے ایثار کے مقابلہ میں یہ ایک خودغرضی ہوتی، اس لیے آپ کو بھیجنا چاہتا ہوں، خط میں نے خوشخط صاف کرادیے ہیں، نقل واصل دونوں کو بھیجوں گا، اگر اب بھی آپ کے یہاں گنجایش ہو تو مطلع فرمائیے،

لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی خط چھوٹنے نہ پائے، سب درج ہوں، بعض نہایت دلچسپ ہیں، بمبئی کے تعلق سے تلمیحات ہیں، اشارے ہیں، کہیں کہیں کھل پڑے ہیں، مجھ سے راز نہیں تھا، ایک نظر دیکھ لیجیے گا۔

ہاں! یہ تو بتائیے، شعر العجم حصہ پنجم کا مسودہ مکمل ہے، کاش اس کا جواب آپ نفی میں نہ دیں، یہ حصہ اگر آپ شائع کر دیتے تو مجھ پر خاص احسان ہوتا۔

اردو انسائیکلوپیڈیا کی تحریک سے پھڑک گیا، پروفیسر براؤن نے اردو لٹریچر کی توسیع کے لیے جو باقاعدہ نظام تجویز کیا ہے، آپ کی خدمت میں بھیجوں گا، آپ کی ذات سے بڑی امیدیں ہیں، خدا نظر بد سے بچائے۔
(تحصیل چھبرامئو، فرخ آباد ۱۴ر فروری ۱۹۱۷ء)

پیارے مولانا!

میں ایک نئی تحصیل سے آپ کو لکھ رہا ہوں، نقل و حرکت میں کچھ بے اطمینانی سی رہی، اس لیے اس سے پہلے آپ کو لکھنے کا موقع نہ حاصل کر سکا، میں نے نہایت افسوس کے ساتھ سنا کہ آپ کے نصف بہتر حصہ نے ترک رفاقت کی، اور آپ دنیا میں گویا اکیلے رہ گئے، مدت ہوئی یہ چوٹ کھا چکا ہوں، اس لیے آپ کے درد کا قوی احساس رکھتا ہوں، بعض حوادث کسی طرح لائق صبر نہیں ہوتے، اور سچ یہ ہے کہ تحریک صبر ایک طرح کی بے وفائی کی تلقین ہے، جسے میں جائز نہیں رکھتا ہوں، امید ہے وقت رفتہ رفتہ آپ کے افکار کو گھٹائے گا، لیکن لذت غم کا باقی رہنا ہی اچھا ہے، گو دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت اسی وقت تک ہے کہ پیش نہ آئے، جب گذر گئی تو کچھ نہیں، خدا کرے مرحومہ کی یاد میں آپ کوئی بڑا کام کر سکیں، اور ادبی کاموں میں کوئی معرکہ کا اضافہ ہو، جس کی امید میں نے نقادیں کہیں ظاہر کی ہے۔

ہمدرد مہدی، تحصیل بلہور کانپور (۳۰ر مئی ۱۹۱۷ء)

پیارے جناب! آپ کے عنایت نامے اس قدر دلچسپ ہوتے ہیں کہ میں ان کو رکھنے لگا ہوں، یعنی ضائع نہیں کرتا۔ مکاتیب[1] کی نسبت میرا خیال تھا کہ وصف اور مقدار دونوں کے

[1] مکاتیب شبلی جس کو مکتوب الیہ نے جمع کر کے شائع کیا ہے۔

لحاظ سے شاید اتنا بڑا مجموعہ کوئی اور نہ پیش کر سکے، میں خوش ہوں کہ میرا خیال صحیح نکلا اور ایک کافرادا کو پھانسنا آسان نہیں، اعتراف کرنا پڑا، آپ نے مولانا کی خصوصیات تحریر پر جو کچھ لکھا تھا، کیا دفتر نے کوئی نقل اس کی محفوظ نہیں رکھی[1]، بہرحال آپ ذمہ دار ہیں کہ تلف شدہ اجزاء کو زندہ کیجیے، ورنہ کمی رہ جائے گی ماجد صاحب سے اگر آپ نے اس طرح لکھایا، جس طرح شعراء دیوان چھپنے سے پہلے یعنی پیشگی لکھا لیتے ہیں، تو کچھ نہ کچھ کام چل ہی جائے گا، ورنہ آپ کے اختصار کی تلافی ناممکن ہوگی۔

کل آپ کا واپس کردہ پیکٹ ملا[2]، ایک سطر پر نظر پڑی، استغفراللہ! وہ تو کسی بیچیا یا لولو کی تصویر ہے، اس خیال کا آدمی شعرالعجم لکھ چکا۔

جی نہیں مانتا، اس لیے شانِ نزول سنیے، لاہور میں ایک کتاب "زنانہ حسن و لباس" کے نام سے چھپی تھی، اس میں عورتوں کی چند فرضی تصویریں تھیں، اور ان پر بحث ابھار کر دکھایا گیا تھا، ایک تصویر کا فرضی نام .... تھا جو دیکھنے میں مہدی سا معلوم ہوتی تھی، میری خیالی "عالم تصویر" یعنی بمبئی والی ایک لچکدار شاخ صندل تھی جسے میں نسائیت اور جذبات کا مرقع سمجھتا تھا، میں نے مولانا کو لکھا، بس اوقات معلوم ہوگئی جس پر جھلا کر ممدوح نے جو کچھ تحریر فرمایا اس کا ایک فقرہ بھولنے کی چیز نہیں، "اس خیال کا آدمی شعرالعجم لکھ چکا" اس بلاغت کو دنیا میں آپ کے سوا کون سمجھ سکتا ہے، اور کیا یہ ایک فقرہ صرف ایک فقرہ ممدوح کے مذاق ادب کی سائیکلوپیڈیا نہیں ہے، غور کیجیے جس قدر کہا اس سے زیادہ تخیل کے لیے گنجایش چھوڑی، کیا آپ اس قسم کے نکات کو پس پردہ نہ رکھیں گے، لیکن یہ گھونگھٹ تو لٹریچر کا خون کردے گا۔

یہ پچھلے ریمارک بھی میرے صرف آپ کی ضیافت طبع کے لیے تھے، اور ابھی کچھ راز اور سینے کی امانت ہیں، ورنہ خصوصیات تحریر پر آپ کے سوا کون قلم اٹھا سکتا ہے، ہاف ٹون عکسی کاپیوں کیلیے تین چار کارخانوں کو لکھا ہے، نتیجہ سے اطلاع دوں گا۔

آپ ارتقائے ادب پر ضرور لکھیے، گو سیاسیات کے آگے آج کل لٹریچر پر توجہ کرنا ایک ش

---

[1] مکتوب الیہ نے مکاتیب جلد اول کے مقدمہ کے طور پر مولانا شبلی مرحوم کے خصوصیات تحریری پر کچھ لکھا تھا، وہ مطبع کی غلطی سے تلف ہوگیا تھا۔ [2] مکاتیب شبلی بنام مہدی۔

طفلانہ مشغلہ سمجھا جاتا ہے، اور ملک کا ملک اس عام بے تمیزی میں مبتلا ہے، تاہم فرائض ساقط نہیں ہوتے
اردو کا لغت، محاورات و اصطلاحات جب تیار ہوگا، ہوگا، آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے، کہ موجودہ نسل جس میں مڈل سے لے کر ایم۔ اے کی ڈگری کے امیدوار بھی ہیں، دارالمصنفین سے فارسی عربی کا ایک ایسا لغت مشترک چاہتی ہے جو مقررہ نصاب کی عام شرح کا کام دے سکے۔
کیا رائج الوقت لغات بازاری اس لائق ہیں کہ ان کو کوئی ہاتھ بھی لگائے۔
آپ تھوڑی سی کاٹ چھانٹ اور اضافوں کے ساتھ پانسو صفحوں کے دوہرے کالموں میں واقفیت عامہ کا دریا بہا سکتے ہیں، لیکن معارف کی طرح تقطیع کتابی ہو، بہی کھاتہ کی ضرورت نہیں۔
ہمیشہ آپ کا:۔ نہدی، اکبرپور، کانپور ۲۸ راگست ۱۹۱۷ء

پیارے! "دو برس سے اس (شعر العجم) کی کچھ جلدیں لاہور کے مشرقی صیغہ نے اپنے نصاب میں داخل کرلی ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا ایک ایک نسخہ اشرفی کے مول بک رہا ہے، اور اس کی طبع ثانی کا جگہ جگہ انتظام ہو رہا ہے[1]"
میں امید کرتا ہوں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے دائرۂ اثر سے باہر نہیں ہے، یعنی اس سے آپ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ طبع ثانی کا انتظام غیر ذمہ دار ہاتھوں میں ہے، اور اب سستے اور بازاری اڈیشن شایع کیے جائیں گے۔
کیا اچھا ہوتا اگر آپ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شعر العجم کا پانچواں حصہ بھی شایع کر دیتے جس کا مسودہ تقریباً مکمل ہے[2]۔ اسے میرا ذوق سخن سمجھیے یا ایک طرح کا خبط کہ میں مولانا کی تمام تصنیفات میں اسے گل سرسبد سمجھتا ہوں، اور اصرار ہے کہ دوسرے بھی میرے ہم خیال ہوں، ایک نکتہ اور قابل غور ہے، اگرچہ چوتھے پانچویں حصہ کو سلسلہ سے الگ ایک حصہ میں شایع کر دیجیے تو جہاں تک شاعری کی نفسیات (سائیکالوجی) کا تعلق ہے خود ایک مستقل چیز ہوگی، قوم کی بدمذاقی کی حد ہوگئی، سچ یہ ہے آپ

---

[1] مکتوب الیہ کے ایک شذرہ شائع شدہ معارف کا اقتباس [2] مکتوب الیہ کے ایک خط کا ایک فقرہ۔

جو کچھ کر رہے ہیں وہ ایثار ہی ایثار ہے، ہمارا حق نہیں ہے، کچھ آپ بتا سکتے ہیں پانچویں حصّہ کی اشاعت میں کیا صرف ہوگا؟

"ارض القرآن[1]" کی نسبت میں نے اس وقت تک آپ کو دو فقرے بھی نہ لکھے، یقینی اس موضوع پر آپ کو کوئی کتاب ہاتھ نہیں آئی، مجھے حیرت ہے کہ ایک کام جو علم الآثار کے ایک زبردست ماہر فن کے کرنے کا تھا، وہ بھی ساٹھ برس کے بعد، کسی یورپ کی اکیڈمی میں بیٹھ کر، آپ اس پر کیونکر قابو حاصل کر سکے میں عربیت سے زیادہ وہ آپ کی "ادبیت" سے مرعوب ہو رہا ہوں، زبان نفس موضوع کے لحاظ سے قطعاً لائق شکایت نہیں، یعنی کہیں سے بے جوڑ نہیں ہے، اور جب تناسب میں کہیں سے کور کسر نہیں تو حسن کی جامعیت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ ملا، خواب و خیال میں کہیں یہ رنگ بھی ہوگا[2]

کلائی وہ نازک سی، میرا تلاش — وہ محرم میں سربستہ اک راز فاش

دوسرے مصرع کی ترکیب داد طلب ہے، بھائی عبد السلام صاحب[3] کو آج میں نے چھیڑا ہے ایک نکتہ مل گیا، جی نہ مانا، اسی کو لے بیٹھا شعر الہند پر ضرور لگائیے، اور روح الاجتماع کا قالب بھی بدلوائیے، یہ فرنگی محل والوں کا حق نہیں ہے۔

دیباچۂ مکاتیب میں میرا سرسری ریمارک آبِ رواں میں گاڑھے کا پیوند ہوگا، کسر نفس سے جو چاہے لکھیے لیکن میں آپ کی انشا پردازی کا اس وقت قائل ہوں گا جب آپ اس کو کسی طرح کھپا دیجیے،

"اس خیال کا آدمی شعر العجم لکھ سکا"

"تاریخ یمن" جلد پہونچے گی۔

آپ کا: مہدی اکبر پور ۹ ستمبر ۱۹۱۷ء

تسلیم! شذرات[4] میں آپ کی سیاسی ڈانٹ نہایت باوقار رہی، اسی طرح حسین حلاج[5] کی

---

[1] مکتوب الیہ کی ایک تصنیف کا نام [2] خواجہ میر اثر دہلوی کی مثنوی خواب و خیال پر معارف میں ریویو نکلا تھا [3] مولانا عبد السلام ندوی [4] مکتوب الیہ نے معارف کے شذرات میں کچھ لکھا تھا۔ [5] مکتوب الیہ نے ایک مضمون میں بدلائل ثابت کیا تھا کہ حسین بن منصور حلاج ایک پولٹیکل آدمی تھا۔

شخصیت کی کایا پلٹ دنیائے تحقیق میں ایک بالکل نیا انکشاف تھی، آپ نے شیشے کو ٹھیس نہیں لگائی بلکہ چکنا چور کر دیا، غریب صوفیوں میں "واسطۃ العقد" کی حیثیت رکھتی تھی، صدیوں کا زنگ آپ نے چھڑایا، لیکن مولانا رومؒ کی طرف سے میں پوچھنا چاہتا ہوں، ہم نے کچھ کھویا یا پایا ؟

یہ کہنا بھول گیا کہ طنزیہ لٹریچر کی لطافت آپ کا حصّہ ہے۔

م۔ اکبر پور ۵ نومبر ۱۹۱۷ء۔

مکرمی! کارڈ مل گیا تھا، ادھر کچھ غیر مطمئن سا رہا، اس لیے آپ کو جلد نہ لکھ سکا۔

مکاتیب جلد دوم دیکھی، آپ نے جس خلوص کے ساتھ بار ہا مجھے جلوہ گر کیا، خاص دیباچہ کی پیوند کاری شکر گذاری کے سوا داد بھی چاہتی ہے، آپ دو جلدوں میں چھ سو صفحوں کا ایسا مرقع پیش کر سکے کہ کسی بڑے سے بڑے ملکی مصنف کو چھ صفحے بھی ایسے نصیب نہیں ہوئے، کیا آپ کو میری اس رائے کے تسلیم کرنے میں کچھ پس و پیش ہوگا کہ آپ کی ادبی فتوحات کا یہ ایک وقیع کارنامہ ہے۔

ایک دوست جو انگریزی لٹریچر کے اعلیٰ مذاق کے ساتھ اردو سے بھی ہمدردی رکھتے ہیں، ان کی خواہش تھی کہ مکتوبات کی ترتیب بلا لحاظ مکتوب الیہ عہد تاریخی کی حیثیت سے ہونی تھی۔

یورپ میں یہی ہوتا ہے، بات لگتی ہوئی ہے، لیکن مجھے خوف ہے کہ موجودہ دلچسپی میں شاید ہی کوئی اضافہ ہوتا، ان کو یہ بھی اصرار ہے کہ دیباچہ کم سے کم پچاس صفحے کا ہوتا، یعنی مولانا کی طرز تحریر میں جو تدریجی تغیرات ہوئے ہیں اور جنکو یہ تاریخی ترتیب نمایاں کرتی، دیباچہ میں اسی کو پھیلا کر نکتہ سنجی کا حق ادا کیا جاتا، اور اس کے لیے اگر آیندہ موقع ہو تو وہ دو سو (۲۰۰) روپیے دار المصنفین کے نذر کرنے کے لیے تیار ہیں، میں آپ سے تفصیلی خیالات سننا چاہتا ہوں۔

ہاں صاحب! طعنے تشنے کی مشق آپ کی غیر سے بہت بڑھی ہوئی ہے، بھٹیاریوں کی تو تو میں میں جس طرح پسندیدہ نہیں، اشارے کنائے بھی بعض وقت لطف سے خالی ہوتے ہیں، لیکن الفاظ کے ہیر پھیر اور چبھتی ہوئی نشست میں وہ نشتر ہوتا ہے کہ زخمی دلوں کی تڑپ بڑھ جاتی ہے، اور

بہ کمال بلاغت ہے، جو آپ کے حصہ میں آیا۔

شکر ہے، آپ کی قبائے احترام ان کانٹوں سے محفوظ ہے، جن میں اکثروں کے دامن بے ضرورت الجھ گئے ہیں، آج وہ جس طرح اپنے لیے بے کار ہیں، قوم کے لیے بھی چنداں مفید نہیں، سیاسیات کا صحیح مذاق تو بہت مشکل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں اس کی وجہ سے بچا کھچا ادبی رنگ بھی فنا ہوتا جاتا ہے، اور یہ ایسا نقصان ہے کہ اس کی تلافی سیاسی مقاصد کے حصول کے بعد بھی ہوتی معلوم نہیں ہوتی۔

ایک برقی رو ہے جو واقعات کی قدرتی رفتار کے ساتھ ہم کو جانے کہاں لیے جاتی ہے۔

بہرحال بھڑکتے شعلوں سے دبی چنگاریاں زیادہ باکیف ہوتی ہیں، اور آپ اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ماجد صاحب کے ریویو کا انتظار ہے، پھر "صحافی" کی زبان قلم سے کچھ سنیے گا۔

ہمیشہ آپ کا: مہدی اکبر پور کانپور ۲ر دسمبر ۱۹۱۷ء

تسلیم! جب سے شعر العجم کے طبع ثانی کی بشارت آپ نے دی ہے، بار بار مجھے خیال آتا ہے، کہ اس موقع سے کم سے کم یہ فائدہ اٹھانا تھا کہ پانچواں حصہ چوتھے حصہ کے ساتھ شامل کر دیا جاتا۔

کیا آپ اپنے اجتہاد سے کچھ کام نہ لیں گے؟

(۲) شعر العجم کے تین حصوں میں عوفی کی کتاب کا جہاں جہاں حوالہ ہے "لب اللباب" لکھا گیا ہے، مولانا کی زبان پر یہ چڑھ گیا تھا، ٹوکنے پر صحت کی گئی، یعنی چوتھے حصہ میں "لباب الالباب" ہے، یاد آگیا اس لیے لکھتا ہوں۔

م۔ اکبر پور ۸ر دسمبر ۱۹۱۷ء

"غیر سیاسی انسان[1]" کا خطبۂ صدارت بنگال کے مجمع العلماء میں میں نے نہایت دلچسپی سے

---

[1] مکتوب الیہ نے انجمن علمائے بنگالہ کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا تھا اس میں خود کو "غیر سیاسی انسان" کے لفظ سے تعبیر کیا تھا،

.....

دیکھا، خاص کر ایک "کافر" یعنی ابوالکلام[1] کا ذکر جس آزادی سے کیا گیا وہ اخلاقی جرأت کے بہترین شواہد میں سے تھا۔

فرنگی محل کی ایک نمود کی آواز میں دکھایا گیا ہے کہ "میں سب سے بڑے محمود کا ایاز ہوں۔"

"عشرہ مبشرہ" میں تو اب موقع نہیں، پھر کہاں گنجایش نکالیے گا، نہ جاننا بھی مزے کی بات ہے، بوڑھے غمزے نے پھڑ کا دیا۔

تلا بیٹھا ہوں، کسی سلسلہ میں چوٹ کروں گا۔ م۔ اکبر پور ۱۸ر جنوری ۱۹۱۸ء

ماجد میاں کا خط ملا، شبلی سوسائٹی قائم کرنا چاہتے ہیں، جیسا آپ نے تحریر فرمایا، ہلکے پھلکے ہوں گے میری پہلی تجویز ہے کہ شعرالعجم کا پانچواں حصہ شایع کر دیا جائے، اور اس کے بعد مضامین کی ترتیب اتنی کامل ہو کہ کوئی چھوٹنے نہ پائے، اس کے لیے سوسائٹی خود چندہ کرے گی، کیا یہ تحریک کسی عنوان سے معارف یا اور پرچوں میں شایع کرنے کے لائق ہے، الناظر کے خوان ادب میں ظفرالملک کی سرد مہری دیکھی ان کو علامہ شبلی سے بعض للہ ہے، اور یہ کوئی موقع خالی نہیں جانے دیتے، مکاتیب کے سلسلہ میں جو کچھ اضافی اظہار خیال کیا گیا ہے، مجھ کو اس سے تکلیف ہوئی، لیکن آپ سرسید کے سے جواب یعنی خاموشی کو ترجیح دیں گے یا کچھ چھیڑ چھاڑ شروع کی جائے، مولانا کی صفائی کی اتنی ضرورت نہیں، لیکن ممدوح کی غیر فانی لٹریچر کی حق تلفی کم سے کم جس کو اپنی زبان اور تاریخ سے محبت ہے، وہ ایک سکینڈ کے لیے بھی جائز نہیں رکھے گا۔ بتائیے کون کون سی کتابیں دارالمصنفین آخری فروری تک شایع کر سکے گا، یاد آتا ہے کچھ وعدہ تھا،

آپ کا: مہدی

برادرم! آپ کی دو سطری "برہنہ"[2] تحریر کا جواب نہ دے سکا، لیکن ادھر اتنی باتیں جمع ہو گئی ہیں کہ اب ضبط نہیں کر سکتا۔

---

[1] مولانا ابوالکلام آزاد جو اس وقت رانچی میں نظر بند تھے [2] مکتوب الیہ نے ان کو کارڈ لکھا تھا۔

آپ نے شاعرۂ دکن پر جو بجلیاں گرائی ہیں، اور اس سلسلہ میں "مختون" سوسائٹی پر جس خوبصورتی سے لے دے کی ہے، سچ یہ ہے کہ وہ نازک خیالی کی آخری حد ہے، میں نے بار بار پڑھا اور لطف اٹھاتا رہا۔[1]

جس زمانہ میں یہ پہلی دفعہ اسٹیج پر آئی ہے اور اس کی زبان سے یہ شعر نکلا ہے ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بسے ‏ ‏ ‏ شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

خوب یاد ہے کہ بہتیرے دل تھام کر بیٹھ گئے تھے، چڑھتی دوپہر سے ڈھلتی چھاؤں زیادہ خوشگوار ہوتی ہے، یہ حسن وعشق کا ایک نہایت ہی نازک نکتہ ہے، عورت اتنی باکیف تو ہو۔

من فدائے بت شوخے کہ بہنگام وصال ‏ ‏ ‏ بمن آموخت خود آئین ہم آغوشی را[2]

مدت سے سوچ رہا تھا، اس کی لچکدار نسائیت کو اپنی چند سطروں کا تختۂ مشق بناؤں، لیکن آپ نے میرے لیے بالکل گنجایش نہیں چھوڑی، اور ساتھ ہی میرے دل کا ارمان پورا کردیا، جو خاکہ آپ نے کھینچا ہے، اور جس جس پہلو سے چوٹ کی ہے وہ "قال" کی چیز نہیں، غلاف شکر میں اس طرح کوٹ کوٹ کر زہر بھرا ہے کہ خود آپ سے داد لینے کو جی چاہتا ہے، لیکن ایک خلش رہ گئی، "اکابر کی خفیف الحرکتی" تک تو مضایقہ نہیں، لیکن "لعنت کبریٰ" تو "الہلال" کی زبان ہے، جو آپ کے لہجہ کی نفاست اور موقع کلام کے لحاظ سے بیگانی سی معلوم ہوتی ہے، بس اس قدر کافی تھا کہ "حافظ کو آٹھویں صدی میں جس خلوت کی شکایت تھی، چودہویں صدی کی جلوت کچھ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے"[3]، میری غرض یہ ہے کہ ثقل الفاظ کی جگہ صرف مفہوم کی تلخی سے کام لیا جاتا، یہ باتیں کوئی اور آپ کو نہیں لکھے گا، لیکن مجھ کو جس حد تک خلوص ہے اس کا اقتضائے طبعی یہ ہے کہ جن نکتوں پر غایت ظہور کی وجہ سے دوسروں کی نگاہ نہیں پڑتی، آپ کی نوٹس میں لاؤں۔

مولوی عبدالسلام نے فلسفۂ لیبان کے عنوان سے "مساوات" پر اچھی خاصی تنقید کی، آخر میں

---

[1] مکتوب الیہ نے مشہور شاعرہ مسز سروجنی نائیڈو کے جلسہ ہائے قومی میں طریقۂ شرکت پر معارف کے شذرات میں کچھ معترضانہ اظہار خیال کیا تھا۔ [2] مولانا شبلی مرحوم کا ایک شعر۔ [3] شذرۂ مذکور کا ایک فقرہ

کہتے ہیں: "لیبان کے دلائل پادر ہوا اور نقش برآب ہیں" وہی مولویت کا اثر، لیبان کی متبسمانہ خاموشی دیکھیے کیا کہہ رہی ہے، اظہار رائے سے تشکیل رائے زیادہ وقت چاہتی ہے، بہرحال اس تصریح نے نتیجۂ تنقید کا سارا لطف کھو دیا، قلم کا وزن احتیاط چاہتا ہے، میری معروضات "حکمت بہ لقمان آموختن" کی حیثیت سے ہیں، میں خدا جانے آپ لوگوں سے کیا چاہتا ہوں، کم سے کم ایک بلند پایہ معیار لطافت جو خود آپ کو اردو لٹریچر میں پیدا کرنا ہوگا، اور جس کی نظیر آپ کو صرف مغربی زبانوں کے رکھ رکھاؤ میں مل سکتی ہے

م تحصیل اکبر پور کانپور ۲۵ فروری ۱۹۱۸ء

معارف غائب، آپ غائب، بے خبری (یا شاید بے نیازی) کی حد ہوگئی، کہیے! آپ سفر سے میرے لیے کیا لائے؟

کم سے کم کوئی میرے مذاق کی خبر، سیرت نبویؐ کے متعلق کچھ پوچھنا نہیں چاہتا۔

پروفیسر ماجد[1] کے تقاضے سے "شبلی سوسائٹی" پر خود روخیالات کا ایک حصہ اس ہفتہ میں بھیجتا ہوں۔ ندوۃ العلماء کے خطبۂ صدارت[2] میں دارالمصنفین کے کارناموں کی تفصیل کے سوا کچھ نہیں تھا۔

م۔ اکبر پور، کانپور ۱۴ اپریل ۱۹۱۸ء

تسلیم! سہیل[3] سلمہٗ کی علالت سے سخت قلق ہے، میں نے بھی بے ماں کے بچے پالے ہیں۔ اس لیے آپ کی ذمہ داریوں کا احساس رکھتا ہوں۔

ایک سر ہزار سودا، خدا آپ کو مطمئن کرے۔ م تحصیل اکبر پور ۹ مئی ۱۹۱۸ء

---

[1] مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے۔ [2] ناگپور کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی صدر تھے، ان کے خطبۂ صدارت کی طرف اشارہ ہے۔ [3] مکتوب الیہ کا ایک کمسن بچہ جس کو اس کی ماں نے ڈیڑھ برس کا چھوڑ کر وفات پائی تھی۔

تسلیم! آپ کی مفقود الخبری باعث تشویش ہے، آپ ہی آپ وہم سا ہوتا ہے کہ بچہ[1] کو دوراز حال میعادی بخار تو نہیں ہے، جو وقت گذاری اور خاص رکھ رکھاؤ چاہتا ہے، ڈاکٹری علاج کے سوا طبیبوں کے بس کا نہیں ہے، خدا کرے میرا یہ خیال غلط ہو، اور آپ مطمئن ہوں۔

م ۔ تحصیل اکبر پور ۱۶ مئی ۱۹۱۸ء

مجیّ! ڈیڑھ خط ملا یا ملے، شکر ہے آپ وطن سے مطمئن لوٹے اور ثمر محبت محفوظ رہا، شبلی سوسائٹی کی نسبت 'بلبل کی زبان' 'گل کا بیان' کس قدر خوبصورت الفاظ ہیں، ایک آدھ قافیہ اور لیجیے، مختصر عنوان' زبردستی کی کھینچ تان، لیکن ایک مغربی ادیب کہتا ہے کہ جس طرح علمی مضامین کے لیے بڑی سخت قید یہ ہے کہ موضوع سے ہٹے اور فرد جرم عائد ہوئی، انشا پردازی میں یہ آزادی ہے کہ کسی عنوان کے تحت میں بڑھتے چلے جائیے، اور ادھر ادھر پھر کے نہ دیکھیے، زیادہ سے زیادہ یہ کہ جہاں تک مسائل عصریہ کا تعلق ہے' لٹریچر کے متعلقات کی طرف چشم سخن اشارے کرتی جائے، آپ کیا فرماتے ہیں "گرہ شب" اور "سمندر کے کف کی پری" کی داد تو دینی پڑے گی کہ یہ سرقہ نہیں ڈاکہ ہے۔

اچھا جلد بندی سے متعلق میرے قیمتی مشورے لیجیے، آپ نے انگریزی تجارتی کارخانوں کی مجلّد فہرستیں دیکھی ہیں، سرخ یا نیلے کپڑے پر سیاہ حروف، معمولی جلدوں کے لیے یہ نہایت موزوں طریقہ ہے، خاص کی جلدوں کے لیے پورا کپڑا، صرف خوش رنگ ہو، ہم رنگ نہ سہی، دونوں پر طلائی نقوش و حروف' فغان ایران کی جلد آپ کے پاس ہے، حیدرآباد سے دریافت کیجیے، کپڑے پر نقوش کہاں ابھارے گئے؟ اگر ہندوستان کی کاریگری ہے تو صرف کپڑے چھپوا لیجیے، جلد بندی دارالمصنفین میں گورکھپور کے یا لکھنؤ کے دو[2] ہشیار جلد ساز نہایت نفاست سے کرلیں گے، ہزار کا کام دو ڈھائی سو میں ہوجائے گا، انگریزی کارخانے نہایت گراں ہیں، خاص کر کلکتہ کا تھیکر بمبئی والا ایسا نہیں ہے۔

---

[1] مکتوب الیہ کا ایک کمسن عزیز جو مکتوب الیہ کے ساتھ دارالمصنفین میں رہتا تھا، اور مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں پڑھتا تھا، یہیں دارالمصنفین میں وفات پائی۔

حیات جاوید کی جلد نیو مین کلکتہ نے بنائی تھی، تیس تیس روپیے فی جلد لیے تھے۔
خوب یاد آیا بطریق تنزل "شوکت آرا بیگم" کی جلد بھی پیش نظر رکھنے کے لائق ہے، پورے کپڑے پر طلائی ٹھپہ جس میں جالی کی ترکیب نے رونق بڑھادی ہے، بہرحال زیادہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں مسلمان نفاست مآب نہیں ہیں، صرف خوش سلیقگی سے کام لیجیے، جنگ کی وجہ سے مشکلات کی انتہا نہیں، سفید پوشی ہر صیغہ میں بلائے جان ہورہی ہے، میری غرض صرف یہ ہے کہ آپ جو کچھ کرسکیں، انسٹی ٹیوٹ پریس کے پریشان خیال مینجر کی "نخریت" یعنی آدھے چمڑے اور آدھے کپڑے والی ترکیب نہ ہو، یہ صرف مذاق کا بھونڈا پن ہے، کفایتی چیز نہیں، آپ نے دارالمصنفین کے لیے کوئی "طراز" اس وقت تک وضع نہیں فرمایا، جس کا جلی طلائی نقش جلد کے بالائی حصہ کی رونق بڑھاتا، کھجور کا درخت اور ہلال اگر چھن گیا تو عرب کی دنیا" یعنی آپ کا اونٹ تو موجود ہے، کیا اس کی جلوہ گری بے جوڑ رہے گی۔؟
پروفیسر عبدالباری یاد ش بخیر، بڑی رقم نکلے، ان کو کل لکھوں گا، گرمی کی انتہا نہیں، یہ خطہ دوزخ ہورہا ہے، کیا اس کے بعد بھی ضرورت ہوگی۔

مہدی۔ تحصیل اکبر پور کانپور ۲۷ مئی ۱۹۱۸ء

مکرمی! مدت کے بعد دو صفحے دیکھے اور ممنون ہوا، سفر کی بے اطمینانی کے ساتھ بھی آپ نے ذرا تفصیل سے یاد فرمایا، ادبی رنگ آپ کے فقروں کے تہ میں بھی چمک اٹھتا ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوخی دور سے بلائیں لے رہی ہے۔
میں آپ کی جس ادائے خاص کا گرویدہ ہوں، وہ اول درجہ کا معیار ہے، جو آپ نے اختیار کر رکھا ہے، ملک کا عام مذاق بالکل حوصلہ افزا نہیں، طبقۂ امرا لٹریچر سے قطعاً بے نیاز ہے، اس پر بھی دارالمصنفین کا ایثار دیکھیے جو میرے خیال میں ایک طرح کی خودکشی ہے کہ وہ اپنی عزت نفس کے لحاظ سے جو کچھ کرتا ہے بلند تر معیار کو پیش نظر رکھ کر کرتا ہے۔
یورپ کے چند افراد کو جو روٹیوں کی طرف سے مطمئن تھے، بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ خیام کی

مطبوعات رائج الوقت میں کوئی طبع خاصہ (ڈی لکس ایڈیشن) ایسا نہیں ہے جو گول کمرے کی آرایش کے لیے نہیں، بلکہ دارالمطالعہ (Study) یعنی نشست اور دفتر کے کمرۂ مشترک کے لیے موزوں ہو، دو سو کاپیاں چھاپی گئیں جن میں ہر رباعی کا خیال ایک تصویر کے ذریعہ سے ادا کیا گیا تھا، اشاعت ممبروں تک محدود رہی، یعنی مجھے کوئی جلد نہ مل سکی، قیمت صرف ایک ہزار فی جلد تھی، آپ اس قسم کی بلند نظری کی کوئی نظیر پیدا کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اور اب سے سو پچاس برس بعد بھی نہیں، اس لیے کہ لٹریچر کے مذاق صحیح کا کہیں وجود نہیں۔

سیرت کے متعلق کچھ سوال کرنا نہیں چاہتا کہ آپ کے اطمینان میں فرق نہ آئے، معلوم ہے کہ حسن سیرت کے ساتھ صورت بھی اچھی ہوگی، اور آپ کی خوش مذاقی میری ظاہر پرستی کا پردہ رکھ لے گی، کانگریس، لیگ دونوں بمبئی میں ہوں گی، اس کو مشرق یوں لکھتا ہے کہ "بیوی کے ساتھ لونڈی بھی جائے گی" اچھا فقرہ رہا، دارالمصنفین جنگی بخار میں مبتلا ہوا، شکر ہے آپ بچ نکلے۔

مہدی۔ تحصیل اکبر پور ۱۶ اگست ۱۹۱۸ء

مکرمی! عنایت نامہ ملا، سیرت نبویؐ کی اشاعت پر دلی مبارکباد، ابتدائی اجزاء مقدمہ کی حیثیت سے پڑھے، دل بھر آیا کہ یہ لٹریچر اب کہاں۔

بھوپال میں کھرے سودے کی اچھی رہی[1]، تین ہزار مل گئے، از بیگم ایں ہم بس است، آپ سے متوکل کے لیے عزت نفس اگر لقمۂ تر جائز رکھ سکتی ہے، تو کم سے کم وہ خوان شاہی کا تو ہو، خدا آبرو بڑھائے وہاں[2] کے نشاط انگیز موسم کا خاکہ جن الفاظ میں آپ نے کھینچا ہے، مجھے بے ساختہ سخندان فارس کا وہ موقع یاد آ گیا جہاں آزاد[3] نے سواد ایران کی قدرتی نزاکتیں دکھائی ہیں، لیکن جس طرح شیشے میں مے دو آتشہ نہ ہو اور شیشہ کتنا ہی صاف ہو بے کار سی چیز ہے، بوڑھے آزاد کی طرح آپ کے ہاں بھی اس چیز کی

[1] سرکار عالیہ بھوپال نے تین ہزار دارالمصنفین کو جلد اول کی اشاعت کے لیے دیے تھے۔ [2] بھوپال [3] پروفیسر محمد حسین آزاد۔

کمی ہے، جس کے بغیر تصویر میں رنگ آ ہی نہیں سکتا، یعنی شاہی مہمان بھی کسی جیتی جاگتی زہرۂ شب (کنیز) کا ذکر نہیں کرتا، دیکھیے مسلمان بالخاصہ کیا سے کیا ہو گئے"۔ مولانائے شروانی کی ایک تحریر ملی، دیرینہ تعلقات کی تجدید کے ساتھ فرماتے ہیں:

"میں نے سنگلاخ زندگی کے مرحلوں میں آپ میں یونان کے سنگ تراشوں کی سی نزاکت اور مصوری دیکھی تھی، اب جو معارف میں آپ کا مضمون دیکھا تو اس کے الفاظ میں وہی مصوری پائی گویا بولتی چالتی تصویریں آنکھوں کے سامنے تھیں، جو بزبانِ حال داستان عبرت سنا رہی تھیں"جان سخن" (شعر العجم ۵) اور تین سو کے لیے پردۂ خفا میں"

ذرا ایک پھڑکتا ہوا نوٹ معارف میں دے دیجیے، لیکن صرف شکریہ نہیں، پان سفید، کرارے اور خوش ذایقہ ہوں تو لطافت کا کیا کہنا، لیکن خوبصورت ہاتھوں سے ملیں تو کیفیت بڑھ جاتی ہے، اس عطیہ میں بھی ایک طرح کی "شعریت" ہے، "صحیفۂ عشق" (شعر العجم) کے حصۂ آخری کی نسبت کہیں لکھ چکا ہوں کہ عطر میں ڈوبا ہوا ہے، اور اب وہ اس شخص کے ہاتھوں سے مل رہا ہے جو دائرۂ علماء میں اپنی خوش بیانی اور پاکیزہ خیالی کے لحاظ سے "رئیس الادب" ہے، اس پر اضافہ کیجیے اس خلوص کو جو مولانائے مرحوم کو اپنے "حبیب" کے ساتھ تھا، اس سے زیادہ موزوں نیت کیا ہوگی، سچ ہے یہ بے مانگے کے موتی تھے جو دار المصنفین کے دامن میں آ گئے۔

شذرات میں "شبلی سوسائٹی" کو جس کا دوسرا نام "بزمِ شبلی" ہوگا چمکاتے رہیے، کم سے کم ایک صورت قائم کر دیجیے، خود لکھیے، ماجد صاحب سے لکھوائیے، اور غور کیجیے، چندہ سالانہ کیا ہونا چاہیے، میں تو ایک یا دو روپے رکھتا، تاکہ لوگ آسانی سے دے سکیں، دس، پانچ، سو، پچاس نذر کرنے والوں کا خدا بھلا کرے، یہ سلسلہ اگر چل نکلا تو مسائل کی حیثیت سے ایک رقم معقول دار المصنفین کے جیب میں ہوگی، اور بہتیرے اضافی کام نکلیں گے۔

خوب یاد آیا، آپ کے مست اور البیلے (مضمون) میں ایک لغزش قلم اور ایک ٹھوکر رہ گئی، میری خلش جاتی نہیں ہے، علیحدہ یادداشت بھیجتا ہوں، ستمبر کے معارف کے کسی گوشہ میں جگہ دے دیجیے گا۔

حیدر آباد کی ادبی اسکیم بچوں کا کھیل ہو رہی ہے، ارکان دار التراجم پر لے دے کی حد ہو گئی۔ انجمن اردو بھی لپیٹ میں آ گئی ہے۔

میں نے ایک کھلی چٹھی ہمدم کو لکھی ہے، دیکھیے گا۔

"مردِ[1] باوضع اور خلیق" اچھا آدمی تھا، افسوس ہوا، اسے اپنی فردوس سے الگ ہونا پڑا۔

مہدی۔ تحصیل اکبر پور کانپور ۱۳ر ستمبر ۱۹۱۸ء

برادر محترم! عنایت نامہ ملا، معارف میں "اعجاز خسروی[2]" پر آپ کا چھپتا ہوا نوٹ لٹریچر کی جان تھا، مجھے آپ کی اخلاقی جرأت کا قائل ہونا پڑا کہ سچی بات زبان پر آئی ہوئی رک نہ سکی، چریا کوٹی صاحب کے دماغ میں یہ کوڑا کرکٹ معلوم نہیں کب سے بھرا تھا، جو علمدہ رسالہ میں کھپ سکتا تھا، لیکن انھوں نے غریب خسرو کے سر لگایا، ستم ظریفی یہ ہے کہ علی گڑھ والے بزعم خود سمجھ رہے ہیں کہ کلیات کی تصحیح و تہذیب یورپ کے پیمانہ پر ہو رہی ہے، یہ ہمارے سب سے بڑے "گہوارۂ ادب" کا علمی کارنامہ ہے۔

آپ اکبر پور اس لیے نہ آسکے کہ مسلمانوں کو اونٹ کی سواری کی عادت نہیں رہی، ورنہ چار میل پکی سڑک کچھ بڑی بات نہیں، آپ کی نقل و حرکت مشرق و ہمدم میں دیکھی تھی کہ یہ دونوں آپ پر مٹے ہوئے ہیں، شملہ آپ کو پسند نہیں آیا، لیکن مجھے تو نام سے دلچسپی ہے، دیکھیے پھولوں کی سیج پر جوانی کی ورزش" کی شائقہ اپنے چاہنے والے سے کیا کہتی ہے ؎

دوسرا تیسرا یہ حملہ ہے ۔۔۔ یہ بھی کیا کوئی شہر "شملہ" ہے

آپ کو میرے مذہب[3] کی فکر ہے، حضرت شبلیؒ کی طرح تمام دنیا سے الگ ہوں، محرم یا رام لیلا

---

[1] ہوش بلگرامی اڈیٹر ذخیرہ حیدر آباد دکن [2] نواب اسحاق خان مرحوم ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے خسرو کی تصنیفات چھپوا رہے تھے، ہر تصنیف پر کسی نہ کسی جامع نے غریب خسرو پر طبع زاد تقریظ لکھی ہے، منجملہ اس کے ایک کتاب پر چریا کوٹی صاحب نے تقریظ کا حق ادا کیا ہے اس کی طرف یہ اشارہ ہے، [3] حضرت مہدی مرحوم تحصیلدار تھے، اس زمانہ میں محرم اور رام لیلا ساتھ پڑے تھے اور ہندوستان میں کہیں کہیں ہنگامے تھے، اس مناسبت سے مکتوب الیہ نے لکھا تھا کہ آپ کی تحصیل میں کیا حال ہے اور اس باب میں کس مذہب کے پابند ہیں۔

دونوں غیر ضروری، اصل مرغ کی ایک ٹانگ، صرف بندۂ عشق ہوں، زوائد سے غرض نہیں رکھتا، اور ایک ضرورت سے زیادہ لائق دوست کی طرح "مسلّم" ہونے سے شرماتا نہیں ہوں، اب تو آپ کی نہرت سے نام نہیں کٹے گا۔

علّامہ شبلی کا جو مرقع حیدرآباد بھیجا گیا، میرا خیال ہے یہی سب سے بہتر تھا، لیکن لطف جب تھا کہ بڑے پیمانہ پر اس کی ایک نقل شاہی مصور کی تیار کردہ دارالمصنفین کے نذر کی جاتی۔

ماجد میاں کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ معارف میں وہ رنگ پیدا کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف آپ کو متوجہ کر چکا ہوں۔

آج کل کچھ معلوم نہیں ہوتا آپ کس دھن میں ہیں، کیا کیا اسکیم ہے، کیا ہو رہا ہے، کیا ہو چکا ہے، نری ضابطہ کی سطروں سے تسکین نہیں ہوتی، خط کے دو چار کاغذ جو آپ کی خدمت میں نمونۃً بھیجے گئے تھے، اور جن کے ذکر سے مجھے شرم آتی ہے، ان پر یہ ٹیکس منظور نہیں تھا کہ مجھ ہی کو لکھیے، آپ کے دفتر میں لفافہ کی "سمت صحیح" کو (جس طرف پتہ ہوتا ہے) چھوڑ کر دوسری طرف ٹکٹ لگایا جو آج کل کے "عوائد ایٹی کیٹ" کی رو سے جائز نہیں، ستم پر ستم یہ ہوا کہ شبلی سوسائٹی کا نقش محفوظ نہ رہ سکا، اور اسے ڈاکخانہ کی مہر کا بار اٹھانا پڑا، بتائیے کس سے جواب طلب کروں، خدا کرے آپ مع اسٹاف جنگی بخار سے محفوظ ہوں، ہفتہ میں دو روز پانچ پانچ گرین کونین کی گولی کھائیے، اور کچھ پیتے رہیے، شراب نہیں، صرف چائے، نہایت گرم اور دو وقتہ۔ "صبح امید" کا پہلا نمبر دیکھا کچھ پسند نہیں آیا۔

آپ کا: مہدی تحصیل اکبر پور ۲۹ ر اکتوبر ۱۹۱۸ء

پیارے مولانا! عنایت نامہ ملا، مجھ کو آپ کی بے اطمینانی کی اطلاع مل چکی تھی، اور نہایت افسوس ہوا کہ یہ صورت پیش آئی، زندگی کا یہی ایک صیغہ ہے، جو کسی اصول مقررہ کا پابند نہیں، اور جس قدر زیادہ غور کیجیے الجھن بڑھتی جاتی ہے، لیکن اتفاقی طور پر جن کو یہ حوادث پیش نہیں آتے ان کی حالت نسبۃً لائق رشک ہے

---

[1] حضور نظام میر عثمان علی کی فرمائش سے مولانا شبلی کی ایک تصویر جو ان کے مکان میں آویزاں تھی بھیجی گئی تھی۔

مجھ کو مرنے میں تامل نہیں، مگر ہتیروں کے بعد جانا چاہتا ہوں، لیکن کیا معلوم یہ روانگی کب ہوگی، اپنا اپنا حصہ رسدی ہے، امید ہے آپ کی استقامت حسرت افزا واقعہ پر غالب آئے گی، اس خیال سے دل کو چوٹ لگتی ہے کہ جہاں تک آپ کی نجی زندگی کا تعلق ہے دلچسپیوں کے مظاہر کم ہوتے جاتے ہیں۔

شعرالعجم سے پہلے ارض القرآن کی رسید دینی ہے، پہلی ہی نشست میں معتد بہ حصہ دیکھ گیا، لٹریچر میں سرسیدؒ کی سی سادگی اور روانی ہے، خیر سے منطق بڑھتی جاتی ہے، اس لیے موزونیت کی کمی نہیں، جو تاریخ کے لیے اس قدر ضروری ہے، آپ نے دو سطروں میں بھی جلدی کی تقریب یہ نہیں معلوم ہوتا، ابھی پیٹ میں کچھ اور رہ دبایا ہے، یا سب باہر نکال چکے۔

شعرالعجم دیکھی نہیں، آنکھوں سے لگائی، اگلے پچھلے بہتیرے نکتے یاد آگئے، اور صدمہ ہوا کہ یہ نعمت ہمیشہ کے لیے چھن گئی، صوفیانہ شاعری کی نزاکتیں جس نفاست سے دکھائی گئی ہیں ان سے بہت متاثر ہوا، میں تصوف متعارف سے زیادہ گھبراتا ہوں، لیکن مولانا کے انتقادات پڑھنے کے بعد ایک وزدیدہ اور خاموش اثر دل میں پاتا ہوں جس سے قوت انحراف قریب قریب زیر ہو چکی ہے۔

اخلاقی شاعری میں زیادہ پھیل نہ سکے، کہ مواد بہت کچھ تصوف کے نذر ہو چکا تھا، عشقیہ شاعری میں تو دریا بہایا ہے، وہ بھی موتیوں کا، بے اختیار جی چاہتا ہے کہ کچھ لکھ ڈالوں، لیکن وہی چبائے ہوئے نوالے ہوں گے، کافران ادب ماجد و باری لکھتے تو مجھے بھی ذرا لطف آتا، کہ یہ دونوں ضرورت سے زیادہ لائق ہوتے جاتے ہیں، مادیت پر باری کی مزید قلم آزمائی نے دل کا ارمان پورا کر دیا، لیکن ابھی گنجائش ہے

ہاں! میں معارف کی ارتقائی اسکیم سے واقف ہوں، جس کا خاکہ ماجد صاحب نے بھیجا تھا، لیکن عمل کب سے ہوگا، جنوری خالی نہ جاتا تو اچھا تھا۔

شعرالعجم اور براؤن کا مرقع قیاس مع الفارق سے بھی گیا گذرا خیال ہے، دونوں کا موضوع بالکل جدا ہے، کہیں کہیں ٹکر ہو گئی ہے، لیکن نوعیت پھر بھی جداگانہ ہے، آپ نے یہ بحث مباحثہ دیباچہ میں خوبصورتی سے طے کر دیا ہے، ہمدم میں عبدالسلام کا پھیلاؤ اور ماجد کی ڈانٹ بھی دیکھی، یہ تو تھا ہی، ایک چڑیا کوٹی بیرسٹر اپنی کا دکھڑا لے بیٹھے، دونوں کی خبر لینی ہے، مشرق میں چند سطریں دیکھیے گا، آپ کا مہدی کیمپ ڈیرا پور کانپور ۲۳ جنوری ۱۹۱۹ء

پیارے مولانا! عنایت نامہ ملا[1]، دو سو[2] کے اضافہ پر دلی مبارکباد خدا کرے ریر کی طرح یہ رقم بڑھ کر بڑھا کر اتنی ہو جائے کہ کازان ادب (ماجد[3] و باری[4]) بھی آپ کی مولویت کے دائرہ میں آجائیں۔

اب آپ کی ذمہ داریاں بڑھتی جاتی ہیں جس کے باوصف آپ کی قابلیت اور اہلیت کے مجھے فی الجملہ خلش سی ہے۔

میرا معارف اگر آپ نہیں بدل[5] سکتے تو واپس کیجیے، کانپور کا کوئی نامی پریس میرے لیے صفحات خاصہ چھاپے گا، آپ بھی کیا یاد کریں گے، لیکن تاوان کا بل منیجر صاحب کی جیب ٹٹولے گا، اس وقت اس سے قطعِ نظر کیے لیتا ہوں کہ میں خود ان کا باقی دار ہوں۔

معارف سے متعلق ماجد کی وسیع اسکیم کا خاکہ آچکا ہے، سر دست اپنی طرف سے کچھ اضافہ کی گنجایش نہیں معلوم ہوتی، اگر ان کے خیالات قوت سے فعل میں آسکے تو اس کے بعد تکمیل تصویریا Finishing Touch) کی حیثیت سے کوئی بات سوجھی تو عرض کروں گا۔

حیدرآباد کی بزمِ ادب کے روحِ رواں یعنی ماجد کی فرمایش سے میں نے "معاصرانہ چشمک" کے عنوان سے چند صفحے لکھے تھے، جن میں بالتخصیص حالی و شبلی پر نظر ڈالی گئی تھی، آپ پر بھی ایک فقرہ ہو گیا تھا، خیال تھا "ذخیرہ[6]" میں شایع ہو، لیکن پروف پر آتے آتے وہ دفتر ہی گاؤ خورد ہو گیا، اب ماجد کا اصرار ہے کہ وہ معارف میں نکلے، آپ کی طرف سے میرے فقرۂ معترضہ پر اگر کچھ نوک جھونک ہوئی، تو یارانِ طریقت کو لطف آئے گا، مسودہ نظرِ ثانی کے بعد صاف ہو رہا ہے، مارچ کے نمبر میں گنجایش رکھیے گا۔

آپ نے کہکشاں[7] کا نوٹس نہیں لیا، کیا "دوپٹہ بدلول[8]" ابھی نہیں ہوئی، مرحوم نقاد (جو پھر

---

[1] حضور نظام نے سیرۃ کی مد میں دو سال کے لیے دو سو ماہوار کا اضافہ کیا تھا [2] مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے ادیر پروفیسر عبدالباری ندوی [3] مرحوم کو اس کا اہتمام تھا کہ معارف اور دارالمصنفین کی ہر کتاب جو ان کے پاس جائے وہ بے داغ ہو [4] "ذخیرہ" حیدرآباد دکن جو جناب ہوش بلگرامی کی ایڈیٹری میں نکلتا تھا۔ [5] لاہور کے ایک کم عمر ادبی رسالہ کا نام —— [6] یعنی تبادلہ۔

جاری ہوگیا) ارتقائے اولی سمجھیے۔

مدت سے وطن (گورکھپور) نہیں گیا، ایک چکر میں پڑ گیا تھا، گورے[1] کے دل کی سیاہی جب قلم سے ٹپکتی ہے تو زیادہ پھیلتی ہے، لباس متمدنہ[2] پر ایک کم بین کی نظر لگی، لیکن ال مرغ کی ایک ٹانگ، حریف کو سپر ڈالنی پڑی، اور میں خدا خدا کر کے ڈیڑھ سال کے بعد کہیں سے چھوٹا یعنی تحصیلداری پر جس کا چنداں شایق نہیں، مستقل ہوگیا ہے، یہ اضافی تصریح اس لیے ہے کہ وطن آیا تو دارالمصنفین میرے لیے گھر آنگن ہوگا، اور آپ سے بوسہ بہ پیام کی جگہ، آپ عورت ہوتے تو کہتا لب بہ لب کی ٹھہرے گی، آخری نقروں سے آپ کے تقدس میں کچھ فرق تو نہیں آیا؟ مہدی (تحصیل ڈیرا پور) ۲۴ر فروری ۱۹۱۹ء

تسلیم، یہ غلط ہے کہ "فلسفۂ حسن" آرایش وزیبایش سے بے نیاز ہے، عورت کتنی ہی حسین ہو، لیکن بیوگی کے بعد وہ جوبن نہیں رہتا، بیر اتراش لونگ کے اترتے ہی اس کی سج دھج، تراش خراش سب میں فرق آجاتا ہے، مطبوعات دارالمصنفین کی لوح بالکل سادی اور رسالہ کی طرح کسی قسم کی بیل سے بھی معرا ہوتی ہے، اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ حاشیے غیر تراشیدہ۔

البیرونی (انجمن اردو) اور مضامین عالمگیر (انتظامی پریس کانپور) کے سرورق دیکھیے، سفید کاغذ پرادوی بیل اور حروف بانکپن سے خالی نہیں، آپ کی "رہبانیت" اس حیثیت سے لایق افسوس ہے، کتاب کی عظمت کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ اس کی تقطیع بڑی ہو، تمدن عرب میں ضخامت نے تناسب پیدا کر دیا تھا، سیرت نبویؐ میں وہ بات نہ ہو سکی، اگر معمولی کتابی تقطیع ہوتی تو پہلا حصہ کم و بیش ایک ہزار صفحوں پر قابض ہوتا، اور حیات جاوید کی طرح ایک ٹھوس اور موزوں جلد ہمارے ہاتھوں میں ہوتی، موازنۂ انیس و دبیر میں یہی غلطی ہوئی۔

کیا سیرۃ کے طبع ثانی میں اس کا کچھ لحاظ ہوگا، یا اصل مرغ کی ایک ٹانگ، مولویت اپنے مرکز سے نہیں ہٹے گی، خوب یاد رکھیے، شائستہ طبقہ کی نگاہ میں اگر کوئی ایسا طبقہ ہوا "دوستان خیال"

---

[1] انگریز افسر [2] مرحوم فیشن کے دلدادہ تھے۔

اور فسانۂ آزاد کا سائز کھٹکتا ہے۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کیمپ ڈیرا پور ۴ر مارچ ۱۹۱۹ء

تسلیم! شکر ہے آپ سفر سے مع الخیر واپس آئے، میرا خیال اس درمیان میں جانے کہاں کہاں پہونچا۔

ابو الکلام کے ذکر کے ساتھ ان کے "تذکرے" سے متعلق ایک حرف نہیں، ایک ادیب کی یہ بیگانہ وشی کہاں تک لائق درگذر ہو سکتی ہے۔

مجھ کو تمام عمر اگر کسی پر رشک آیا ہے تو رانچی والے پر، شبلؔی کے دل میں اس کی بھی جگہ تھی۔ "بزمِ شبلی" کے چند مرقعے دکھاؤں، لیکن دکن کی بجلی کا ذکر بھی آئے گا، آپ کہیں گے سنجیدگی چاہتی ہے، شعراء کی طرح عورت کو مرد بنا کر پیش کر دیا۔

م ڈیرا پور ۸ر اپریل ۱۹۱۹ء

برادر محترم! ۳۰ دن کے مسلسل فاقے کے بعد خدا کے نیک بندوں کو دو وقت کی روٹیاں ملنے لگیں، آپ کو مبارکباد دینے کو جی چاہتا ہے، رمضان ہو یا مئی جون، شدائد کے لحاظ سے دونوں متحد الاثر تھے، کسی نے پیشگی یعنی سحری کھائی، کسی نے شام کو کسر نکالی، کچھ ایسے بھی تھے، جو "زیستن برائے خوردن" سے زیادہ لطف نہ اٹھا سکے، اور اوقات مقررہ کے پابند رہے اس لئے میں آپ کے سلیقۂ احساس پر چھوڑتا ہوں کہ قانون فطرت کی رعایت در اصل کس طبقہ نے ملحوظ رکھی، یقینی ثانی الذکر نے آپ ہی بتائیے، اتری ہوئی صورت کو شاداب چہرے پر کیا حق ترجیح حاصل ہے۔

یہ تو آپ کے ایک فقرے کا ایک جواب تھا، تفصیلی عنایت نامہ میں نے بار بار پڑھا جس کے چار صفحے آپ کے خلوص کا بہترین مظہر تھے، جی چاہتا ہے "وقائع سفر کی چند سطروں" کے عنوان سے کسی پرچہ کو بھیج دوں، آپ کے مشاہدات کے اس حصہ سے بہت متاثر ہوا، جو گذشتہ اسلامی تمدن کا ایک

بگڑا ہوا خاکہ ہے، جس قلم سے ارض القرآن سی سنگلاخ چیز نکلی ہو اس کے لیے ریشم پر موتی بکھیرنا چنداں دشوار نہیں، یہ کام استاد سے رہ گیا، مگر شاگرد رشید اس کی تلافی کر سکتا ہے، وقت ہے کچھ کر کے دکھا دیجیے، دنیا کیا یاد کرے گی، زاویہ نشینوں میں کچھ اس دل و دماغ کے لوگ بھی موجود تھے۔

معارف کی "نئی منسٹری"[1] کی بہت رہی، کارڈ دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا، اور فوراً آپ کو لکھنے بیٹھ گیا نئی وزارت میں ان شاء اللہ میرا حصہ ہوگا، لیکن مصیبت یہ ہے کہ میں ہر کام کو عیش کی حیثیت سے کرنا چاہتا ہوں، جدید عنوان " بیسویں صدی کا مناظرہ" پیش نظر ہے، اس کے ارکان یہ ہوں گے مذہبی، اخلاقی، مادی، فلسفی، تشکیکی، افادی، ضمیری وغیرہ، ماجد و باری نے فلسفہ کا بہت رنگ جما رکھا ہے، میں اس طرح عطر نکالنا چاہتا ہوں کہ یہ دونوں خالی ہاتھ رہ جائیں، لیکن کام مشکل ہے اور وقت چاہتا ہے، یہاں کاغذات پٹواری سے فرصت نہیں، بتائیے کیا کروں؟ ابھی آپ کی اس اطلاع سے دل بہلاؤں گا کہ "چشمک"[2] "خوب معتدل ہوئی، اور لکھنے والے کو ابھی سوجھی۔

مہدی

تحصیل ڈیراپور ۔ ۴ جولائی ۱۹۱۹ء

برادر محترم! عنایت نامہ ملا، "کافر اور مہمان حرم"[3] !

رشک آیا کہ میں اس موقع پر نہ ہوا، آپ لکھ سکتے ہیں کہ " اس ہفتہ میں بخدا یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ آفتاب کب نکلا، کب ڈوبا، کے دن گذرے" آپ اس قدر معتبر آدمی ہیں کہ میں اس کے حرف حرف پر ایمان رکھتا ہوں، لیکن کیا میں اس سے یہ قیاس نہیں کر سکتا ہوں کہ جس طرح روزے نئی مشین کی ترتیب و تکمیل کی نذر ہوئے، یہ ہفتہ نمازوں سے خالی گیا؟ اگر آپ کا زہد اس قید سخت کی زنجیر ڈھیلی

---

[1] معارف کے جدید انتظام کو مکتوب الیہ نے اس لفظ سے ادا کیا تھا۔ [2] مرحوم کے مضمون "معاصرانہ چشمک" کی طرف اشارہ ہے۔ [3] مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے پہلی مرتبہ دار المصنفین تشریف لائے تھے، اس کے متعلق مکتوب الیہ نے لکھا تھا۔

کرسکا تو میری "رندِ مشرقی" اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی، یعنی آپ کے ساتھ میرا بھی پردہ رہ جائے گا لیکن آپ اس سمجھوتے پر راضی ہیں؟ پروفیسر باری، ماجد سے جونیر ہیں، اس لیے مفت خوری یعنی گھر بیٹھے وظیفہ[1] کے لیے کچھ دیر سی ہے، لیکن تلک[2] تماان کے لیے طے شدہ تھا، اس لیے روانہ کر دیجیے، رنگ روٹوں کی بہترین گنجائش ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ کی اکیڈمی کے کل پُرزے اپنی جگہ سے ہٹائے نہیں جا سکتے۔

دارالمصنفین کی رکنیت کے لیے آپ کا شکریہ، میں اسے نہایت خوشدلی سے قبول ہی نہیں کرتا بلکہ اس اعزاز کے لیے مجوزین کا ممنون بھی ہوں۔

موسم نہایت توبہ شکن ہے، اس لیے آپ سے رخصت ہوتا ہوں، لیکن آج کل کچھ حصہ میں نہیں، صرف عالم خیال سے اٹکھیلیاں کرتا رہتا ہوں، جس نے اس زہر کو چکھا ہے وہی اندازہ کر سکتا ہے کہ شب امید، عید سے زیادہ باکیف ہوتی ہے، افسوس آپ کا ناقابل تلافی سانحہ[3] یاد آ گیا۔

بدستور آپ کا مہدی

ڈیرا ۲۵ر جولائی ۱۹۱۹ء

برادر محترم! ادھر آپ بالکل ہی خاموش رہے، ٹرکی پر آپ کی فاتحہ خوانی نے سنا بہتیروں کو رُلا دیا، صدیوں کا بیمار جب دم توڑ رہا ہو تو حسرت دیا اس کا کیا ٹھکانا ہے ہسلمانوں کا پولیٹیکل[4] زوال تو زماں رو ایانِ وقت کی مسلسل مطلق العنانیوں اور بے اصولیوں کا نتیجہ ہے، لیکن قوم جو بحیثیت مجموعی دورِ فنا سے گزر رہی ہے، یہ صرف اس کی پھٹکار ہے، کہ ہم عقلی ترقیات کو پچھلی

---

[1] مولوی عبدالماجد کا وظیفہ جو نظام دکن نے مقرر کیا تھا۔ [2] پروفیسر عبدالباری ندوی کا انتخاب عثمانیہ یونیورسٹی کے لیے ہوا تھا۔ [3] یعنی مکتوب الیہ کی عزیز بیوی کی وفات۔ [4] خلافت کانفرنس اول منعقدہ لکھنؤ میں مکتوب الیہ نے ایک مختصر لیکن نہایت موثر تقریر کی تھی جس نے جلسہ کو بزمِ ماتم بنا دیا تھا، اسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

جکڑبندیوں سے آزاد نہ کر سکے اور آج بھی ہم کو اصرار ہے کہ ہمارے مستقبل کی (اگر کوئی ہو) بنائے اساسی تیرہ سو برس کے فرسودہ نظاماتِ زندگی پر رکھی جائے، بے شک مذہب نے کسی زمانے میں بڑے بڑے کام کیے ہیں، لیکن اب وہ زیادہ سے زیادہ اخلاق کی رجسٹری یا ضمانت کر سکتا ہے، کسی قوم میں مزاج عقلی نہیں پیدا کر سکتا، ہر زمانہ میں معیار قومیت بدلتے رہتے ہیں، آج یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ مذہب کشاکشِ ماحول اور خارجی موثرات کے لحاظ سے کسی قوم کی ترقی کے لیے اسباب ثانویہ کی حیثیت رکھتا ہے، علت اولیٰ نہیں ہو سکتا، پاس کے پاس جاپان کو دیکھیے جس کے عقائد مجموعہ مزخرفات ہیں، لیکن وہ ترقی کی دوڑ میں اقوام متمدنہ سے پیچھے نہیں ہے، عقائد کی خوبی جو کچھ ہے، ان کے مان لینے میں ہے، نوعیت چنداں لائق لحاظ نہیں ہوتی، بہرحال دماغی اور عقلی ترقی کے سوا کوئی ذریعۂ نجات نہیں، اور یہ بے روک ٹوک ہونی چاہیے، معارف کی عقلیت پر سنتا ہوں بعض صاحبوں کو اعتراض ہے، حالانکہ موجودہ پیمانہ بھی میرے خیال میں غیر کافی ہے، اور آپ کی روشن خیالی امید دلاتی ہے کہ یہ پہلو دبا ہوا نہیں رہے گا، خریداروں کو پُر زور تحریک سے مجبور کیجیے کہ ہر شخص ایک خریدار نیا پیدا کر دے، اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں، گو کہ میں ہر سال دو کھرے نام بھیجتا رہتا ہوں اور چاہتا ہوں یہی دوسرے بھی کریں تو تعداد موجودہ المضاعف ہوتی رہے گی، مولوی مسعود علی[1] نے لکھا تھا کہ ایک ہفتہ وی پی کی واپسی کا ہوتا ہے، جو نہایت تکلیف دہ ہے۔

تذکرہ ابوالکلام کی ایک جلد ہدیۃً ملی، ظاہری حیثیت سے لائق رشک ہے، اور کیوں نہ ہو، مسٹر احمد کی مشاطہ گری نے حسن کاغذی کو خوب نکھارا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کتاب کہاں تک اپنے موضوع کے حدود میں ہے، اب تک جس قدر دیکھ سکا "اسمار الرجال" کا خاکہ ہے خود رو ریمارکس ہیں، بے ترتیب فصلوں میں جمع کر دیے گئے ہیں، لیکن خاتمہ جان دے دینے

---

[1] مولوی مسعود علی صاحب ندوی منیجر دار المصنفین۔

کے لائق ہے، ذرا اچھی طرح کھلے گا، اظہار خیال محفوظ رہے گا، الہلالی تبلیغ کو تو میں پسند کرتا ہوں لیکن افسوس ہے کہ مرض کا یہ اصلی علاج نہیں. مہدی

تحصیل ڈیرا پور ۔ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۱۰ء

"تنقید شعر العجم" تو خیر ایک صاحبزادے کے نیم فلسفیانہ دماغ کی گونج تھی، لیکن "تنقید الفاروق" کا لکھنے والا سال خوردہ اور باراں دیدہ معلوم ہوتا ہے، اس قدر منھ پھٹ ہے کہ تکلیف ہوئی، سارا زور اس پر ہے کہ شبلی نے جو نکات' رخ روشن کی حیثیت سے دکھاتے ہیں آپ اس پر سیاہی پھیرنا چاہتے ہیں، جس سے اسلام سے نفرت پیدا ہو، ایسوں کا جواب دینا ضروری ہے، لیکن حفظ مرتبت کے لحاظ سے "نام" نہ ہو تو اچھا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ مجھ کو سخت ناگوار ہے۔ م. ڈیرا پور ۷ر اکتوبر ۱۹۱۹ء

تحصیل ڈیرا پور ۳ر نومبر ۱۹۱۹ء

محترمی! آپ کی "نہیں نہیں" پر بھی دارالمصنفین میں "ملکہ سبا[1]" کی آمد متوقع چاہتی ہے کہ وہاں سے جو آج کل نکلے ان سُروں میں ہو :

نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں
جس کے بازو پر تری زلفیں پریشاں ہو گئیں

خلوت میں یہ نقشہ ہو، جلوت میں آپ ہوں اور معارف، تصویر[2] اور مجسمہ کی ناجوازی پر آپ نے جس قدر شواہد بہم پہونچائے ہیں، "فنون لطیفہ" کی طرف سے اس قدامت طرازی کا

---

[1] مکتوب الیہ (سلیمان) کی دوسری شادی کی طرف اشارہ ہے. [2] مکتوب الیہ نے "اسلام اور تصویر" پر ایک مذہبی سلسلۂ مضمون لکھا تھا۔

شکریہ، لیکن عکسی تصویر کیلئے آپ کو تاویل کرنی ہی پڑی، تصویر کیلئے آپ کا نصاب شرعی (یعنی آدھے دھڑ کی) جدت سے خالی نہیں تھا، جدت پر جدت یہ تھی کہ آپ نے "ہاف ٹون" کا ترجمہ خوب کیا۔

بہرحال بیسویں صدی میں آپ کے افکار عالیہ دنیا کے لیے دلچسپی سے خالی نہیں ہیں، مسلمانوں پر یہ الزام تھا کہ ایک بے ضرر فن کی نہایت ضروری شاخ کو (آپ معاف فرمائیں گے) مذہبی کمزوری سے ترقی نہ دے سکے، یہ ایک بدنما داغ تھا جسے آپ نے مٹایا نہیں بلکہ اور پھیلایا ہے۔

ہم وارستگان فن شریفہ تو سیدھی بات یہ جانتے ہیں کہ سرے سے بڑے میاں (یعنی مذہب) کو تکلیف دینے کی ضرورت ہی نہیں، یہ ایک خالص صنعتی مسئلہ تھا، جس پر ناک بھوں چڑھانا یعنی مذہبی شکنجے میں کسنا کسانا ایک بیکار سی بات تھی، آپ جس نتیجہ تک سیکڑوں پلٹے کھانے کے بعد بھی نہ پہونچ سکے، منزل آسان در اصل اتنی سنگلاخ نہ تھی صرف نقطۂ نظر کا پھیر ہے۔

"نقش وفا" کا خوبصورت مصنف "عالم تصویر" کے پیش نظر ہونے کے بعد بھی جس مرقع کشی کے جواز کا فتویٰ دیتا ہے اس میں "غیر ذی روح" کی شرط ہے، لیکن شائق فن کو معلوم نہیں کہ تصویر تو جان تصویر ہی کو کہیں گے ؎

کھنچے گی تیری تصویر شباب آہستہ آہستہ بھری جائیگی شیشے میں شراب آہستہ آہستہ

اودی اودی رگوں میں دوڑتا ہوا خون جب تک سطح کا غذ پر ابھر نہ آئے وہ تصویر نہیں، خامۂ بے حس کی لکیریں ہیں جن کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے، میرا فلسفۂ زندگی تو یہ ہے

ع سینے سے لگائے تری تصویر ہمیشہ

مہدی

۱۵ر جنوری ۱۹۲۰ء کیمپ ڈیراپور

مکرمی! آپ کے ڈیڑھ خط زیر جواب ہیں، ادھر لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، میں سنتا تھا "مولوی" خلوت کے رنگیلے ہوتے ہیں، لیکن آپ کی "روداد عروسی" جہاں تک معلوم ہوئی غیر حوصلہ افزا ہے، یہ کیا کہ مرعوب ہوکر "صنف قوی" کی آبرو کھوئی، خیر گذری کہ علالت نے پردہ رکھ لیا، لیکن دوستوں کو قلق رہے گا کہ جسے "بستر شکن" ہونا تھا وہ شاعری کی اصطلاح میں "شکن بستر" نکلا، عورت کتنی ہی نازک اور لچک دار ہو، لیکن یہ اس کی فطرت کا رازہ ہے کہ حریف مقابل کے ثقل پر غالب رہتی ہے، یعنی ہارنے والی نہیں، یہ دلچسپ شکست تو خدا کے صرف مقبول بندوں کے حصہ میں آتی ہے، یہ تصریحات آپ کے مذاق سے کتنی ہی بیگانہ ہوں غیر سنجیدہ نہیں ہیں، اور گو آپ کا "عہد زفاف" (ہنی مون) بستر علالت پر گذرا تاہم میں سننا چاہتا ہوں آپ کہاں تک اپنے قصر کی تلافی کرسکے اور آیا آپ خوش ہیں؟

"دوآتشہ" اچھی کھنچی ہوئی ہو تو نشاط مستی کچھ اور بڑھ جاتا ہے، میں اس نشہ کا اثر آپ کے لٹریچر پر دیکھنا چاہتا ہوں۔

تنقید شعر العجم پر آپ نے جل کر نقاد[1] کو "نسوانی الخواص" خوب لکھا، پہلے ایک خانگی پیش کی گئی تھی (قمر زمانی) اب ایک بازاری (رام کلی[2]) بزم ادب کی رونق بڑھا رہی ہے، لیکن میں مضمون کے زہر کا تریاق چاہتا تھا، جس کی آخری قسط اب شائع ہوئی ہے۔

دنیا گھڑی گھڑی رنگ بدل رہی ہے، محمد علی چھوٹے ایک لاکھ کی تھیلی کامریڈ اور ہمدرد کی دوبارہ زندگی کے لیے کافی تھی، لیکن وہاں دس لاکھ کا مطالبہ ہے اور سفر یورپ۔ جو "مشتے کہ بعد از جنگ" کی طرح سر پر سوار ہے "مہ جبین رانچی" بھی گہن سے چھوٹا، دیکھنا ہے یہ "الہلالی تبلیغ" پھر شروع کرتے ہیں یا اب دنیا میں نہیں سماتے۔

---

[1] رسالہ "نقاد" آگرہ [2] "نقاد" آگرہ کی بزم ادب کی اراکین کے یہ نام ہیں۔

سیرت "عمر بن عبدالعزیز[1]" پڑھ ڈالی لیکن دل پر افسردگی طاری ہوئی، ساری زندگی زہد وتقویٰ کی آہنی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے، کہیں سے زندہ دلی یا گرمی ہوئی طبیعت کے اکسانے کا سامان نہیں، اخلاق وعادات کے سوا اصلاح کار اور پبلک لائف کے جس قدر ابواب ہیں اسلامی خصوصیت کے لحاظ سے "الفاروق" میں بہت زیادہ مواد موجود ہے، تاہم یہ تالیف ایک پاکیزہ زندگی کا بہترین مظہر ہے جو خیال میں آسکتی ہے، زوال دولت بنی امیہ اور عہد عباسی سے اس دور کا موازنہ ایک وسیع میدان تھا جس سے کتاب میں فلسفیانہ شان پیدا ہوجاتی اور دلچسپی کے لیے کچھ سامان ہاتھ آجاتا، لیکن مؤلف کا قلم ایک تنگ دائرہ سے آگے نہ بڑھ سکا اور تشنگی باقی رہی، یہ سرسری اظہار خیال ہے، تنقید نہیں۔ مہدی

---

۳۰ راکتوبر ۱۹۲۰ء — تحصیل ڈیرا پور

برادر محترم! آپ کے سفر یورپ[2] سے خاص کر مجھے اس حیثیت سے دلچسپی تھی کہ وہاں کی تعلیمی، تصنیفی اور معاشرتی زندہ دلی آپ کی آنکھوں کے سامنے آجائے گی، اور میں خوش تھا کہ آپ کو اتفاقیہ ایسا موقع مل گیا ہے، جو میرے زاویۂ نظر سے ماحصل زندگی ہے، سچ کہیے گا کیا یہ حج سے کم ضروری تھا؟ کس قدر یہ لایق رشک ہے کہ آپ نے ایک ششماہی وہاں بسر کی، جو رقاصۂ فلک نہیں بلکہ جیتی جاگتی "زہرہائے شب" اور "لذت بے ضرر" کے لحاظ سے دنیا کا پرستان ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آپ میرے لیے کیا لائے؟ یعنی "مولویت" کے ساتھ بھی جو ایک ٹھوس اور غیر متحرک چیز ہے، ارض مغرب کے اثرات سے جس حد تک متاثر ہونے کا

---

[1] مصنفہ مولانا عبدالسلام ندوی، شائع کردہ دارالمصنفین اعظم گڑھ [2] مکتوب الیہ کا وفد خلافت کے رکن کی حیثیت سے ممالک یورپ کا سفر۔

موقع ملا، اس کا مرقع[1] کاغذی کب تک طیار کیجیے گا، کثرت مشاغل میں بہتر اور آسان تر صورت تو وہی تھی یعنی آپ کے "روزنامچۂ یورپ کے چند صفحے" جس کی طرف میں نے ابتداءً آپ کو توجہ دلائی تھی، لیکن افسوس ہے سخت گیریٔ احتساب، نزاکت تحریر کے لیے "ناقابل برداشت تھی یعنی میں اسے پسند نہ کرسکا کہ میری تحریریں آپ کے ہاتھوں میں "دستِ غیر"[2] کی مس کردہ ہوں اس لیے یاد دہانی نہ کرسکا، تاہم یقین کیجیے میری آنکھیں کالے کوسوں جہاں تک آپ کی نقل و حرکت کا تعلق ہے، ہمیشہ فرش راہ رہیں، اور آپ کی مع الخیر واپسی میری زندہ دلی کے ایسے سامانوں میں ہے جن سے میں اپنی رفتہ زندگی کے بڑھانے کا کام لیتا ہوں۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ آج کل سیاسیات کی جو حالت ہو رہی ہے کہیں سے اس لایق نہیں کہ شریفانہ سنجیدگی اس میں کوئی حصہ لے سکے، اس لیے میں آپ کو اس طوفانِ "خوش تمیزی" سے الگ تھلگ دیکھنا چاہتا ہوں، کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ سیاسی پیش قدمیاں ادبیات کا خون کر کے رہیں، قوم آج کل تواناً اس قدر بگڑی ہوئی ہے کہ سرے سے کوئی مذاق ہی باقی نہیں رہا، لیکن جن کے نام کو آپ زندہ کر رہے ہیں، یعنی شبلی کے وہ کیا چاہتے ہیں؟ گوشۂ عافیت میں کسی ایک خیال کا ہو رہنا، میری غرض معشوقۂ ادب کی غیر مشرکانہ پرستش سے ہے، فضائے سیاسی میں آگ لگانے والے یعنی بھڑکتے انگارے تو بہتیرے ہیں لیکن دبی چنگاریاں جس قدر باکیف ہوتی ہیں ان کی لذت اپنے دل سے پوچھیے اور صرف ایک کے ہو رہیے اس پر بھی کسی قدر دانی کی امید نہیں، خود ہی لکھیے، خود ہی داد دیجیے، دور ہی سے ہاں میں ہاں ملانے والا ایک شخص اور ہے اسے نہ بھولیے، ایک نئے "کلنڈر" میں آپکا ایک ولایتی گروپ نظر پڑا، اس قسم کا کوئی مرقع یا آپ کی تصویر ہو تو دارالمصنفین کو ہدایت کیجیے، وی پی مجھے بھیجی جائے۔ آپکا فدائی مہدی

---

[1] یعنی سفرنامہ [2] مرحوم سرکاری عہدیدار تھے اور میری ڈاک خفیہ محکموں کی مہر لگ کر مجھ تک پہونچتی تھی اس لیے انھوں نے احتیاط کی اور اس سفر میں مجھے کوئی خط نہیں لکھا۔ (سلیمان)

مکاتیب جناب عمادالملکؒ سید حسین بلگرامی

وزیر اعظم سابق ریاست حیدر آباد دکن

(المتوفی جون ۱۹۲۶ء)

مکرمی! آپ کا خط مورخہ ۵ رجنوری پہونچا، خود مولانا شبلی مرحوم ندوہ کے بہت شاکی تھے، اور جہاں تک مسموع ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ندوہ اب بالکل قدیم وضع اور پرانے خیال کے مولویوں کے ہاتھ میں چلا گیا ہے، جن کا شغل سوا تکفیر مسلمین کے اور کچھ نہیں، ان کے زیر اثر اور ان کی سرپرستی میں کسی علمی اور قومی کام کے سرسبز ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی، اس امر میں بہت کچھ شک ہے، کہ آیا ندوہ سے وہ اغراض پورے بھی ہوتے ہیں یا نہیں جن کے لیے وہ قائم کیا گیا تھا، کیا وہ دوسرے عربی مدارس کی طرح ایک قدیم طرز کی درسگاہ نہیں ہوگیا ہے، میرے خیال میں تو بمقابل لکھنؤ کے اعظم گڈھ میں یادگار شبلی کا قائم ہونا زیادہ موزوں اور مقتضائے مصلحت ہوگا۔

مولانا شبلی مرحوم کے خطوط میں تلاش کروں گا، جس قدر دستیاب ہو جائیں گے بھیج دوں گا، اور میرے خطوط مرحوم کے نام جو آپ کو ملے ہیں ان کو دیکھے بغیر میں اشاعت کی اجازت نہیں دے سکتا، آپ ان خطوط کی ایک صاف اور واضح نقل روانہ کیجیے تو دیکھنے کے بعد میں کوئی رائے قائم کروں۔

آپ کی مرسلہ کتاب "لغات جدیدہ" پہونچی، جس کے لیے میں مشکور ہوں، فقط

۲۵ رصفر ۱۳۳۳ھ ۱۲ رجنوری ۱۹۱۵ء

سید حسین بلگرامی

۱۰ر جون ۱۹۱۷ء

جناب من! اشتیاق نامہ پہونچا، میں تو مدت سے چاہتا تھا کہ آپ کو خط لکھوں، مگر پتہ ٹھیک معلوم نہیں تھا۔

رسالہ معارف خصوصاً آخری دو تین پرچے نہایت قابل قدر ہیں، اکثر مضامین عالمانہ اور غایت درجہ مفید ہیں، اوائل میں البتہ بعض اوقات مناظرہ کے طور پر کچھ اوائل رسالہ میں درج ہوا کرتا تھا، وہ مجھے پسند نہ تھا، ایسے رسالہ میں جہلا رسے مناظرہ کرنا خلاف شان ہے، رسالہ اس سے بہت برتر ہے۔

آپ کی کتاب ارض القرآن کا کیا کہنا ہے، نہایت عمدہ ہے، آپ کی تحقیقات بالکل جدید ہے فقط، افسوس یہ ہے کہ اردو زبان میں مدون ہوئی ہے، جس کا کوئی قدردان مطالعہ کرنے والا کم آپ کو ملے گا اگر انگریزی میں لکھا جاتا تو یورپ کے لوگ اس کی قدر کرتے، اور عربی میں لکھا جاتا تو مصر و عرب میں اس کی قدر ہوتی۔

میں سو روپیہ سالانہ چندہ آپ کے دارالمصنفین کو دیتا ہوں، مگر کچھ خبر نہیں ہے کہ کس سال کا چندہ میں نے ادا کیا اور کس قدر باقی ہے، آپ کے دفتر کی طرف سے بروقت مطالبہ ہونا چاہیے۔

سیرت نبویؐ کا بہت انتظار ہے، کب تک چھپ کر شایع ہوگی، اس کی قوم کو بڑی ضرورت ہے اگر ان کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو جائے تو بہت مناسب ہے۔

آج کل دارالمصنفین میں کیا کام ہو رہا ہے، یاد رہے کہ انگریزی یا عربی سے ترجمہ ہونا تصنیف نہیں ہے، دارالمصنفین میں ایسی ہی تصنیف ہونی چاہئیں جیسے آپ کی ارض القرآن ہے، کسی کو آمادہ کیجیے کہ اوائل اسلام کے سیاسیات پر محققانہ کتاب لکھے، اہل یورپ کا عام طور پر اعتقاد ہے کہ اسلام دنیا میں جبراً بزور شمشیر پھیلایا گیا، اس کا دنداں شکن جواب دے، علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے مضامین ہیں جو مصنفین کے ترجمہ کے لایق ہیں، جو محض انگریزی داں لوگوں کے احاطۂ قدرت سے باہر ہیں۔

لکھنؤ کے مدرسہ کا کیا حال ہے، ایک وقت میں تو شاید مولویوں کے قبضہ میں آ گیا تھا،

اب کیا حال ہے۔

میرے پرانے مقالات اور مضامین ایک صاحب جمع کرکے چھاپ رہے ہیں، گو وہ اس قابل نہیں کہ ان کی تجدید کی جائے، نیا کوئی مضمون نہیں ہے، جو معارف میں درج ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو، ضعف بصارت کی وجہ سے نوشت وخواند کا کام بالکل بند ہے، فقط سید حسین بلگرامی۔

۲۸ر جون ۱۷ء

کرمی! اشتیاق نامہ پہونچا، ہم مسلمانوں میں علم مفقود ہوتا جاتا ہے اور علم کے ساتھ ذوق سلیم بھی، میں دو سال پیشتر ہندوستان[1] گیا تھا، بنارس، لکھنؤ، میرٹھ، دہلی، آگرہ، علی گڈھ تمام شہروں کو دیکھا اور چند روز ہر مقام پر قیام کیا، عجیب حالت، افسوسناک حالت دیکھنے میں آئی، جہالت کی تاریکی ہر چارطرف پھیلی ہوئی نظر آئی، فقط چند نوجوان انگریزی خواں نظر آئے، جن کو دعویٰ علم کا ہے، مگر اصل میں علم ان کا جہل مرکب ہے، ہم مسلمانوں میں بغیر اپنے علوم پر قلیل یا کثیر اطلاع حاصل کیے انگریزی سے چنداں فائدہ نہیں ہوتا، مذاق درست نہیں ہوتا، علمی، مذہبی، سیاسی خیالات بگڑ جاتے ہیں، راہ راست سے ہٹ جاتے ہیں، یہ حالت آج کل عالمگیر ہے، الاماشاراللہ۔

علی گڈھ گزٹ میں ایک مضمون دیکھنے میں آیا تو اردو انسائیکلوپیڈیا پر اس کے لکھنے والے کون صاحب ہیں، بہت خوب لکھا ہے،

اگر اردو زبان میں انسائیکلوپیڈیا مدون ہو سکے تو اس سے بہتر کیا ہے، مگر مجھے مشکل معلوم ہوتا ہے، دارالمصنفین اگر اس کا بیڑا اٹھائے تو شاید ممکن ہو، مگر جہاں تک مجھے اطلاع ہے ابھی دارالمصنفین میں بھی اس قدر کثرت اراکین کی نہیں ہے کہ ان میں سے کچھ افراد اپنا تمام وقت اس کام کے لیے وقف کردیں۔

اگر خدائے تعالیٰ چند لوگوں کو جو اس کام کے اہل ہیں توفیق دے اور وہ اس کی تدوین شروع کردیں تو ان کو ضرور ہوگا کہ کبھی اپنے قدیم اور قومی نقطۂ نظر کو بھول کر فقط انگریزیت نہ اختیار کریں، قدیم اور

---

[1] اس سے مراد شمالی ہندوستان یعنی یوپی ہے۔

جدید دونوں طرح کے معلومات سے کام لیں۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے مولانا شبلی مرحوم کو اپنا چندہ ایک مرتبہ دے دیا تھا، بہرحال میں اس وقت دوسو روپیہ کا چیک ملفوف کرتا ہوں، مجھ غریب پر ان دونوں چندوں کا بار اس قدر ہے کہ مجبوراً قرض داری گوارا کرنا پڑا، کوئی مہینہ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گذرتا کہ کسی نہ کسی طرف سے چندہ کا مطالبہ نہ ہو۔

مولانا شبلی مرحوم کا ترجمہ یعنی سوانح عمری کون لکھے گا، یہ ایک ضروری کام ہے، شاید آپ خود اسکو انجام دیں تو بہتر ہوگا، شاید چیک کی وصول کرنے میں آپ کو روپیہ سیکڑہ کمیشن دینا پڑا ہوگا، اس لحاظ سے میں نے رقم میں دو روپیہ کا اضافہ کر دیا ہے۔

آپ دریافت فرمائیے اگر ایک سال کا چندہ اور میرے ذمہ باقی ہے تو میں وہ بھی متعاقب ادا کر دوں گا، غبن نہ کروں گا۔

سیرۃ نبوی ؐ کی جلد کب تک شایع ہوگی، مجھے اس کا بڑا انتظار ہے۔

آپ کی کتاب ارض القرآن کا ترجمہ انگریزی ہوجائے تو خوب ہوگا، ایسی کتاب یا تو عربی میں شایع ہونا چاہیے یا انگریزی میں، اردو بیچاری کو کون پوچھتا ہے، اور محض اردو خوان تو شاید اس کو سمجھ بھی نہ سکیں گے۔

سید حسین بلگرامی

چک کا روپیہ بنگال بینک کی کسی شاخ سے وصول کیا جائے تو شاید بعوض ایک روپیہ کے آٹھ آنہ سیکڑہ کے حساب سے کمیشن لیا جائے گا، لکھنؤ، دہلی، الہ آباد وغیرہ تمام بڑے شہروں میں شاخیں موجود ہیں۔

---

۱۲ جولائی ۱۹۱۷ء

مخدومی مکرمی! آپ کا الطاف نامہ پہونچا، میں نے فقط دو سال کا چندہ بھیجا ہے، اگر دریافت سے معلوم ہو کہ ابھی ایک سال کا اور باقی ہے تو میں وہ بھی ادا کر دوں گا۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ معارف کے مضامین کے مطالعہ سے کس قدر خوشی مجھ کو ہوتی ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ معارف سے بخوبی ثابت و واضح ہوجاتا ہے کہ انگریزی تعلیم محض بے سود ہے، جب تک

ہمارے نوجوان لوگ اپنے علوم سے بھی واقف نہ ہوں، یہ میرا پرانا خیال ہے، اور میں اس پر ثابت قدم ہوں کہ ہم مسلمانوں کو ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اپنی اولاد کو ابتدا ہی سے انگریزی تعلیم شروع کرادیں، اس قسم کی خلافِ طبیعت تعلیم سے جس قدر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں، اسلام سے بڑھ کر کوئی عاقلانہ اور قرین فطرت مذہب دنیا میں نہیں ہے، باوجود اس کے ہمارے نوجوانوں کو اس سے اس قدر سطحی واقفیت ہوتی ہے کہ بعض اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگ بھی علی رُؤس الاشہاد کہتے پھرتے ہیں کہ اسلام یہود و نصاریٰ کی کتب آسمانی سے ماخوذ ہے۔

میرا اعتقاد یہ ہے کہ محض انگریزی تعلیم سے خود یورپ کے علوم و مغربی خیالات میں حقیقی قدر حاصل نہیں ہوتی، فقط سیکھ جاتے ہیں، تحقیق سے بہت دور رہتے ہیں، اگر ندوۃ العلماء کے اصول عملی طور پر رواج پاجائیں تو یہی ایک عمدہ اور مفید قوم ذریعہ تعلیم کا ثابت ہوگا۔

آپ کی کتاب انقلاب الامم کس قدر عمدہ اور قابل قدر ہے، مگر میں آپ سے شرط لگا سکتا ہوں کہ اس کو ہمارے نوجوان افراد ہرگز نہ سمجھ سکیں گے، ان کے نزدیک یہ ایک چیستاں سے زیادہ نہ ہوگی، حالانکہ آپ نے کس قدر وضاحت کے ساتھ مضامین کو اپنی زبان میں ادا کیا[1] ہے۔

آخر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کتب ذیل میرے نام بذریعہ وی پی روانہ کرادیجیے: رسائل شبلی، مقالات شبلی، نامۂ شبلی، کلام شبلی، دیوان حمید، اسباق النحو، دروس الادب۔

شعر العجم کی فقط جلد چہارم میرے پاس ہے، اول، دوم، سوم جلدیں اگر دستیاب ہوسکیں تو مجھے بھیج دیجیے، کیوں نہیں مولانائے مرحوم کی تمام تصنیفات عربی، فارسی، اردو یکجا جمع کردی جائیں تاکہ ان کے کلام کا کلیات[2] ہم لوگوں کو مل سکے۔

آپ سے اور نیز آپ کے دوسرے مصنفین کی خدمت میں میری ایک استدعا ہے، اور وہ یہ ہے کہ انگریزی الفاظ کا استعمال بالکل ترک کردیجیے، الا درصورت اشد ضرورت، اور مسلمانوں کے ناموں کے ساتھ لفظ "مسٹر" نہ لکھیے، اگر انگریز لوگ ہم کو مسٹر کہہ کر پکاریں تو پکارنے دیجیے، ہم خود کیوں اپنی زبان سے

---

[1] یہ کتاب سید صاحب کی نہیں، مولانا عبدالسلام ندوی کی ترجمہ کردہ ہے۔ [2] یعنی کلیات نثر۔

اپنے ناموں کے ساتھ یہ کریہہ لفظ لگائیں، کیا لفظ صاحب یا مولانا یا جناب یا اس قسم کے اعزازی الفاظ بس نہیں ہیں، فقط سید حسین بلگرامی

عباری کون صاحب[1] ہیں، مضمون ان کا نہایت عمدہ ہے، بڑے مشکل مسئلہ پر انھوں نے قلم اٹھایا ہے، اور عمدگی سے حل کیا ہے، محرم نامہ پر آپ کی تنقید یں بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔

حیدرآباد دکن ۲۴ر اپریل ۱۹۱۸ء

مخدومی مکرمی! الطاف نامہ پہونچا، میں دو سو ۲۰۰ روپیہ کا چک ملفوف کرتا ہوں اور اس میں دو ۲ روپیہ اضافہ کر دیا ہے، تاکہ کمیشن کا نقصان آپ کی انجمن کو نہ ہو، یہ میرا دو ۲ سال کا چندہ ہے، آیندہ جب کبھی چندہ کی رقم وصول طلب ہو تو مجھے مطلع کر دیجئے تاکہ اس کے ادا ہونے میں تاخیر نہ ہو۔

تفسیر ابو مسلم اصفہانی کا دائرۃ المعارف میں طبع ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے، پھر بھی میں دریافت کرونگا آپ کا قول "ولست منہم" غلط ہے، خداوند عالم اس سے بھی زیادہ آپ کو خدمات قومی و علمی کی توفیق عطا فرمائے، میں نے جو کچھ اپنے مختصر خط میں لکھا ہے وہ حرف بحرف درست ہے، محض انگریزی دانی سے قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہونچتا، بلکہ نقصان پہونچتا ہے، آپ کے ندوہ نے اس کی اصلاح کر دی ہے۔

چک کی رسید سے جلد مطلع فرمائیے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی یہاں تشریف لائیں گے یا نہیں، ان کا مولانا انوار اللہ صاحب مرحوم کی خدمت پر مقرر ہونا حیدرآباد کی خوش نصیبی ہے، فقط سید حسین بلگرامی

۵ر ستمبر ۱۹۱۸ء

مخدومی مکرمی! سیرۃ النبیؐ کی ایک جلد مجھے پہونچ گئی، مگر آنکھوں کی خرابی کی وجہ سے ابھی تک

---

[1] مولانا عبدالباری ندوی

اس کا مطالعہ نہیں کرسکا، ان شاء اللہ ضرور دیکھوں گا، میں تو اس کا مشتاق مدت سے تھا۔

آپ کے اشارہ کے بموجب میں نے فوراً اعلیٰ حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کو تار دیا تھا، اور اس کا جواب بھی ان کی طرف سے نہایت قدردانی کے الفاظ میں مجھے پہونچ گیا تھا، شاید آپ کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی ہوگی۔

آپ کے دارالمصنفین میں اب کیا کام ہو رہا ہے، امید ہے کہ آپ لوگ اسے محض دارالترجمین نہیں بنائینگے مستقل طور پر تصنیف کی زیادہ ضرورت ہے، بمقابلہ ترجمہ کے۔

سو روپیہ سالانہ کے حساب سے میرے ذمہ اب کیا باقی ہے، اوائل سال انگریزی میں اگر آپ لوگ اس فقیر سے رقم وصول کر لیا کریں تو بہت مناسب ہے، باقی دار بنا میں پسند نہیں کرتا۔

افسوس ہے کہ مولانا حمید الدین[1] صاحب اب یہاں سے بالکل دل برداشتہ ہیں اور عنقریب چلے جائیں گے۔

سیرۃ النبیؐ کی باقی جلدیں کب تک شایع ہوں گی، فقط سید حسین بلگرامی

---

۹ ستمبر ۱۹۱۸ء

مکرمی! آپ کا اشفاق نامہ مورخہ ۳ ستمبر مجھے کل ملا، میں ایک خط اس کے قبل روانہ کرچکا ہوں جس میں آپ کے پہلے خط کی رسید کے ساتھ کتاب سیرۃ النبیؐ کی بھی رسید درج ہے، مجھے سخت افسوس ہے کہ میں کتاب موصوف یا "مبادیٔ علم انسانی" کے نسبت کوئی رائے نہیں دے سکتا، آنکھوں سے گویا معذور ہوں، مطالعۂ کتب سے سخت تکلیف ہوتی ہے، گو کسی حد تک لکھ سکتا ہوں۔

سنا ہے کہ سیرۃ النبیؐ پر بہت کچھ لے دے ہو رہی ہے، حسب دستور مسلمان لوگ مولانا مرحوم کی تکفیر پر آمادہ ہیں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کا اثر اس ریاست پر نہ پڑے اور دارالمصنفین کو نقصان پہونچ جائے

خالق باری و چیستاں کا نسخہ اس وقت تک میرے پاس نہیں پہونچا، مقدمہ کس کا لکھا ہوا ہے؟ کیا عجب ہے کہ ان صاحب کا ہو جن کا نام میں نے "فرہنگ فارسی" رکھا ہے، کیونکہ معمولی خط بھی لکھتے ہیں تو مکتوب الیہ کو

---

[1] مولانا حمید الدین فراہی

براہان قاطع کی ضرورت ہوتی ہے، بعض تحریریں ان کی علی گڑھ گزٹ میں آپ کی نظر سے گذری ہوں گی۔

سید حسین بلگرامی

۱۵ر دسمبر ۱۹۲۱ء

سیف آباد۔ حیدرآباد دکن

جناب من! السلام علیکم، رسائل عماد الملک کے اوراق پریشاں پر جس خوبی اور عمدگی سے آپ نے نقد و تبصرہ کیا ہے اس کے لیے میں مشکور ہوں، رہی میری ذات، اس کو آپ کے حسن ظن نے اس حد تک پہونچا دیا، جس کا میں اپنے آپ کو اہل نہیں پاتا۔

واقعات سے متعلق دو ایک سہو ہو گئے ہیں، جس کی طرف توجہ دلاتا ہوں، وضع مصطلحات کے متعلق جو مضمون رسائل میں شامل کیا گیا ہے وہ ۷۱۔ ۱۸۷۰ء کے لکھنؤ ٹائمس میں بدفعات شایع ہوا تھا اور مکمل ہونے کے بعد میں نے اس کو یکجا بصورت رسالہ طبع کرالیا تھا، خود رسائل میں اس مضمون کے زیر عنوان تشریح کر دی گئی ہے کہ یہ مضمون آج سے پچاس سال قبل لکھا گیا تھا۔

میں نے اپنی انگریزی تعلیم چودھویں برس شروع کر کے کل آٹھ سال میں بی۔ اے تک ختم کر دی تھی، اور اس طرح بائیس سال کی عمر میں اپنی تعلیم سے فراغت حاصل کر چکا تھا۔

خط موسومہ سرسید مرحوم کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق میں صرف یہ کہوں گا کہ آج اگر جناب سرسید مرحوم زندہ ہوتے تو آپ خود ان کے خیالات میں بھی عبرت انگیز انقلاب پاتے۔

واقعات کی تصحیح کے لیے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ میرا یہ خط شایع کریں۔

بقلم الیاس قریشی　　والسلام خیر ختام　　سید حسین بلگرامی عماد الملک

جناب مخدومی مکرمی! زیدت معالیکم، مرحمت نامہ آج پہونچا، میں فوراً دو سو روپیہ کا چک ملفوف کرتا ہوں، مجھے بہت افسوس ہے کہ چندہ کے ارسال میں اس قدر تاخیر ہوئی۔

مجھے سخت افسوس ہے کہ جس زمانہ میں آپ یہاں تشریف لائے مجھے آپ سے ملاقات کا بہت کم

موقع ملا، اور آپ کی اقامت کی مدت بھی بہت قلیل تھی، مجھے آپ کی صحبت کا بہت اشتیاق تھا، اور امید تھی کہ اس میں فائدہ اٹھاؤں گا۔

معارف میں میرے حقیر رسائل کی مختصر تنقید چھپی تھی، اس میں دو چار غلطیاں تھیں جسے میں نے خواجہ الیاس قریشی کے ذریعہ مدیر صاحب کو مطلع کر دیا تھا، مگر انھوں نے غلطیوں کی اصلاح نہیں کی۔

ہم بدنصیب مسلمانوں کی علم دوستی کی وہی حالت ہے جو عراق کی حالت ہے، ہر جگہ اسی طرح کتب میں تلف ہوتی ہیں، یہاں حیدرآباد میں اور نیز اورنگ آباد میں کئی بڑے کتب خانے کس مپرسی کی حالت میں تلف ہو گئے۔

کتاب العمدۃ فی الجراحات اگر مجھے عنایت کیجیے تو میں نقل کرالوں، یا جناب خود اس کی نقل کرا دیجیے،

ہمارے ہاں کتاب تنقیح المناظر لاہل البصیرۃ والبصائر اور کتاب جمہرۃ البلاغۃ کے طبع کرنے کی تیاری ہو رہی ہے، ان دونوں کتابوں کے نسخے کہیں جناب کی نظر سے گذرے ہیں، اگر ملاحظہ میں آئے ہیں تو ارشاد کیجیے کیا موجود ہیں۔

کتاب تنقیح المناظر ابن ہیثم کی کتاب المناظر والمرایا کی مبسوط شرح ہے۔

لطف مولیٰ زیادہ باد

سید حسین بلگرامی ۱۲ اپریل ۱۹۲۲ء

جناب مخدومی مکرمی! زیدت معالیہ، عنایت نامہ پہونچا، نہایت مشکور و ممنون ہوا۔

کتاب العمدۃ فی الجراحات ضرور بھیج دیجیے، یا تو کتب خانہ کے نام بھیجیے یا خود بندہ کے نام روانہ کیجیے، غالباً خرید لی جائے گی، یا اس کی نقل بذریعہ کاتب کتب خانہ حاصل کر لی جائے گی۔

دائرۃ المعارف کی توسیع مدت گذر چکی ہے، سردست کوئی خدمت خالی نہیں ہے، بندہ کو سید ہاشم صاحب کا خود خیال ہے، کوئی موقع ملے گا تو ضرور ان کو اس سررشتہ میں شامل کر لیا جائے گا، وہ بے چارے بالفعل جس کام پر ہیں وہ ان کی لیاقت سے بہت گرا ہوا ہے۔

تفسیر ابو مسلم اصفہانی کا نسخہ پہونچ گیا، ندوہ[1] نے اسے چھاپ کر بڑا احسان کیا ہے، کتاب قابل قدر ہے

[1] معارف: ندوہ سے یہاں مراد دارالمصنفین ہے۔

میں مطالعہ کر رہا ہوں۔

"یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" کی تاویل سے آپ متفق ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ معنی کیونکر قبول کیے جائیں۔
آپ کے دارالمصنفین کو کسی کی سند کی ضرورت نہیں ہے خصوصاً ایسے نااہل کی جیسا کہ راقم الحروف ہے۔ دارالمصنفین ایسا کام انجام دے رہا ہے جو آج تک ہندوستان میں کبھی شروع تک نہیں ہوا، خود معارف اس کا بین ثبوت ہے۔

میری حالت بہت زار ہے، آنکھوں میں بصارت ضعیف ہے اور پاؤں کے درد کے مارے چل پھر نہیں سکتا، کتاب بینی برائے نام رہ گئی ہے، سن کا مقتضیٰ بھی یہی ہے، میرا سن اب اسی برس کا ہے۔ ؎

دانم کہ چند رفت و ندانم کہ چند ماند

تفسیر ابی مسلم میں آپ کا دیباچہ کس قدر عمدہ ہے۔

دیگر لطف عالی زندہ باد۔ بندہ سید حسین بلگرامی ۲ رمئی ۱۹۲۲ء مطابق ۳ ررمضان ۱۳۴۰ھ

جناب من! مرحمت نامہ مورخہ ۱۱ ر جولائی کل صبح کے وقت وصول ہوا، باعث مسرت و اطمینان ہوا۔
دیوان انوری اور رقعات عالمگیر اورنگ زیب شایع ہو جائیں گے تو قدرداں لوگ بہت قدر کریں گے۔
تفسیر ابی مسلم میں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی تفسیر کے نسبت جناب کی کیا رائے ہے۔
میرے کتب خانہ کا زیادہ حصہ فروخت ہو گیا، باقی ماندہ بھی فروخت ہو جائے گا، ان شاء اللہ بوقتِ فرصت بشرط صحت مزاج کچھ کتابیں انتخاب کر کے دارالمصنفین کی نذر کروں گا، فی الحال بندہ بالکل معذور ہے۔

زیادہ لطف عالی زیادہ باد بندہ سید حسین بلگرامی

مکرر عرض ہے، مکانکس کی فارسی کتاب کس عہد کی اور کس کی تصنیف ہے، اور کس ملک میں تصنیف ہوئی، اس کی قدر و قیمت اس کی قدامت پر موقوف ہے۔ ۱۶ ر جولائی ۲۲ء

جناب مخدومی محترمی زیدت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ، آپ کے عنایت نامہ کے جواب میں تاخیر

ہوئی، معاف فرمائیے، بندہ کا مزاج مدت سے کسلمند ہے۔

میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سرکاری طور پر اس وقت تک دارالمصنفین کی رقم امداد کے بند کرنے کا کوئی حکم یا تجویز نہیں ہے، مگر عام طور پر لوگوں کی زبانی یہی خبر سننے میں آئی کہ اعانت بند کر دی گئی ہے، ان شاء اللہ پھر دریافت کر کے مطلع کروں گا۔

البتہ اس قدر معلوم ہوا کہ معارف کے مداخلت سیاسی امور میں خصوصاً مخالفانہ[1] خیالات ہماری سرکار کو ناپسند ہیں، ممکن ہے کہ اس سے دارالمصنفین کو ضرر پہونچے۔

میری حقیر رائے یہ ہے کہ معارف کو سیاسیات سے بالکل احتراز کرنا چاہیے، ایسے معاملات میں مداخلت کرنے سے کیا فائدہ، انجام اس کا سخت مضر[2] ہوگا، فقط عقیدت مند سید حسین بلگرامی عماد الملک، ۱۱ اگست ۲۲ء

جناب مخدومی مکرمی زیدت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ۔ عنایت نامہ پہونچا، باعث سرفرازی و مسرت ہوا، ابن رشد[3] کا نسخہ بھی پہونچ گیا، اور اب احتیاطاً جلد کرا کے ہاتھ میں ہے، ان شاء اللہ اگر ممکن ہوا تو کتاب کا مطالعہ کروں گا، اپنی قسم کی یہ پہلی کتاب اردو زبان میں تالیف ہوئی ہے۔

مجھ غریب کی حالت کچھ ایسی ہے کہ کسی کتاب کا من اولہ الیٰ آخرہ مطالعہ کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے، بصارت میں بہت ضعف آگیا ہے، اور حافظہ رخصت ہوگیا ہے۔ "پیری و ہزار عیب دامنگیری" کا مصداق ہوں، آپ اگر یہاں تشریف لائیں گے تو حیدرآباد کو ایک نیا شرف حاصل ہوگا، اور مجھ کو بڑی مسرت ہوگی۔

شبیر حسین صاحب جوش آ یہاں ہیں، اور چند بار مجھ سے ملے ہیں، آج کل ایک نئی کتاب لکھ رہے ہیں، اس کو ہماری سرکار میں پیش کریں گے، زیادہ التماس دعائے خیر کا۔

رقیمہ بندہ درگاہ سید حسین بلگرامی عماد الملک ۱۴ اپریل ۲۳ء رمضان المبارک

---

[1] معارف: یعنی انگریزی حکومت کے خلاف [2] معارف: یہ مشورہ قبول نہیں کیا گیا، جس پر اس زمانہ کے شذرات شاہد ہیں [3] معارف: مولانا محمد یونس مرحوم فرنگی محلی کی تصنیف جو دارالمصنفین سے شایع ہوئی تھی۔

کریگ مور ۔ اٹکمنڈ ۔ نیلگری ۸ مئی ۱۹۲۳ء ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ

جناب مکرمی محترمی زیدت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ ۔

مبارک ہو، بڑی خوشی کی بات ہے کہ آخر ہمارے خداوندنعمت نے ندوہ کالج کی قدر فرمائی اور تین سو ماہانہ سے اس کی امداد فرمائی ۔

بندہ تو مع عیال اوائل ماہ اپریل سے یہاں اس پہاڑی مقام میں مقیم ہے ، یہ بہت سرد جائے ہے ، میں نہیں عرض کرسکتا کہ مجھ کو یہاں آنے سے کتنا فائدہ ہوا ، کیونکہ سخت گرمی سے ایسے سرد ملک میں آنا جہاں اکثر آتش خانہ روشن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ، جلد فائدہ محسوس ہونا مشکل ہے ، علاوہ اس کے بقول "پیری وہزار عیب دامنگیری" اسّی برس کے سن میں کامل صحت کا قائم رکھنا دشوار ہے ۔

جس روز سے جولائی ۱۹۲۱ء میں لندن میں بندہ پر حادثۂ عظیم گذرا جب سے میرا بایاں پیر ٹوٹ گیا اس روز سے میں بالکل معذور ہوں ، نقل وحرکت دشوار ہے ، کہیں آنا جانا محال ہے ۔

مجھے بڑی مسرت ہوگی ، اگر جناب بندہ کو مطلع فرمائیں کہ ندوہ کالج میں کون کون کتابیں درس میں ہیں ، کون سے علوم وفنون کی تعلیم ہوتی ہے ۔

حیدرآباد واپس جانے پر ان شاء اللہ پوری کیفیت بارگاہ خسروی میں پیش کروں گا ، تاکہ حقیقتِ حال معلوم ہو ، اور بندہ نے جو کچھ عرض کیا تھا ، اس کی تصدیق ہوجائے ۔ فقط ۔ دیگر لطف دعا ، زیادہ باد

بندۂ کمترین سید حسین بلگرامی

سیف آباد ۔ حیدرآباد دکن غرۂ اپریل ۱۹۲۴ء

جناب من ! میں اپنا سالانہ چندہ ۲۳ء و ۲۴ء کا ملفوف کرتا ہوں ، دفتر کو تاکید فرمائیے کہ رسید جلد بھیج دیں ، اگر میں زندہ رہا تو ۲۵ء کا چندہ اوائل سال میں یعنی ماہ جنوری یا فروری یا مارچ میں ادا کردیا جائے گا ،

میری صحت درست نہیں ہے اور میری بصارت میں بھی ضعف ہے ، آپ کا پھر کبھی یہاں آنا ہوگا ؟

۷ ؍ جون ۱۹۲۴ء مطابق ۳ ؍ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ

جناب مکرمی محترمی معظمی زیدت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ۔

روداد دار المصنفین کی دیکھنے میں آئی، تعجب ہوا کہ ادنی ارکین میں بھی اس ناچیز کا نام نہیں[1] ہے اور نہ میں نے جو دو سو روپیے حضرت کی خدمت میں گذرانے تھے، ان کا کہیں پتہ ہے، معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔

معارف میں جناب کے مضامین جب کبھی مطالعہ میں آتے ہیں تو بڑی مسرت ہوتی ہے، اور بہت کچھ علمی فائدہ بہونچتا ہے، یہاں ہم لوگوں کو امید تھی کہ جناب عنقریب یہاں تشریف لائیں گے، مگر اس وقت تک تو جناب کی تشریف آوری نہیں ہوئی، اب معلوم نہیں کب تشریف لائیں گے۔

جناب کے مضامین جو وقتاً فوقتاً معارف میں نکلے ہیں، وہ اگر جمع کرکے کتاب کی صورت میں طبع کرالیے جائیں تو بہت مناسب ہوگا۔

ندوہ کالج کی کیا حالت ہے؟ اور عربی کا درس کہاں تک ہوتا ہے اور کتنے طلبہ اس میں شریک ہوتے ہیں۔

بندہ تو اب بیکار محض ہے صحت درست نہیں ہے، اور پاؤں کے درد کے مارے سخت تکلیف ہے۔

بندہ کے رسائل ملاحظہ سے گذرے ہوں گے، جناب کی ان کی نسبت کیا رائے ہے، جناب کے قلم سے ان کی اصلاح کی ضرورت ہے، فقط زیادہ کیا عرض کیا جائے، لطف عالی زیادہ باد۔

بندہ سید حسین بلگرامی عماد الملک

جناب مخدومی مکرمی معظمی زیدت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ۔ عنایت نامہ عرصہ ہوا پہونچ گیا، مگر بعض وجوہ سے جلد جواب روانہ نہ کرسکا، میری تو آرزو تھی کہ میں اپنی سرکار میں دوبارہ سیرت کی جلدوں کے بابت کچھ عرض کروں، مگر اس وقت حالت یہاں کی کچھ ایسی ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا، اور نہ کسی ایسی ذات سے واقف ہوں کہ وہ اس بارے میں کچھ کرسکے، بندہ تو ہمہ تن گوشہ نشین اور عزلت گزین ہے، پانوں

[1] روداد میں ارکین کے نام شایع نہیں ہوتے۔

کے درد اور تکلیف کی وجہ سے کہیں آنا جانا بھی نہیں ہوتا، اس پر بھی جہاں تک اس عاجز سے ممکن ہوگا، کوشش کرے گا۔

جہاں تک میری بصارت اجازت دیتی ہے آپ کے معارف کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھتا ہوں، بے مثل رسالہ ہے۔

اس عریضہ کے اختصار کو معاف فرمائیں گے، کوئی تازہ خبر نہیں ہے کہ لکھی جائے۔

بندہ عماد الملک سید حسین بلگرامی ۲۶ مارچ ۱۹۲۵ء

مولانا مخدوما محترما زیدت معالیہ وبورکت ایامہ ولیالیہ۔

سلام علیکم والعھود بحالھا وقد بلغ الاشواق حد کمالھا

اس مشہور شعر کا مدعا یہ ہے کہ اگر صحت مزاج اور دوسرے حالات اجازت دیتے تو میں ضرور دارالمصنفین کی زیارت سے اور جناب والا کی ملاقات سے مشرف ہوتا، عنایت نامہ مورخہ ۱۶ ماہ حال انگریزی نے میرے دلی اشتیاق کو اور زیادہ کردیا۔

مزاج کی حالت ابھی تک بالکل صحیح اور درست نہیں ہے، بیماری کے دوران میں زندگانی دو چار روز سخت خطرہ کی حالت میں رہی مگر بفضل خداوند تعالیٰ وہ حالت بدل گئی، مگر ضعف و اضمحلال اب تک باقی ہے، کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں ہے، لکھنے پڑھنے کی اجازت بہت قلیل ہے۔

اس حقیر نالائق کے ترجمہ کو جناب جس طرح مناسب سمجھیں کام میں لاسکتے ہیں مگر اس قدر باور ہے کہ ترجمہ معرض نظر ثانی میں تھا، جب بعض جسمانی اور روحانی ضرورتوں سے کام بند ہوگیا اور اب تو حالت اور بدتر ہے، اعادہ ناممکن ہے، جس قدر اوراق طبع ہوچکے ہیں، وہ جناب والا کے ملاحظہ کے لیے پیش کیے جاتے ہیں، ان کی نظر ثانی کی سخت ضرورت ہے، مگر کیا کیا جائے۔

اس وقت تو مجھے یہ عریضہ تمام کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے، اس کے خطیات کو جناب والا معاف فرمائیں گے، فقط

بندۂ ناچیز سید حسین بلگرامی عماد الملک ۲۱ مئی سنہ ۱۹۲۵ء

مکتوبات مولانا محمد علی

(المتوفی ۱۹۳۱ء)

مکتوب اوّل

مولانا محمد علی مرحوم کو سب سے پہلے ۱۹۱۰ء میں اس وقت میں نے کلکتہ میں دیکھا جب بلقان کے ہنگامہ کے سلسلہ میں "کامریڈ" پر مظالم بلقان کی اشاعت کا جرم قائم تھا، اور وہ کلکتہ میں کامریڈ کے ممنوعہ پرچہ کو پیش کر کے کلکتہ ہائی کورٹ میں اس کے لیے مقدمہ شروع کرانا چاہتے تھے، اور اسی لیے وہ کلکتہ آئے تھے، الہلال کے دفتر میں یہ نیم ملاقات ہوئی، پھر ۱۹۱۲ء میں قیصر باغ لکھنؤ میں مسلم یونیورسٹی کی بحث الحاق اور وائسرائے کے ویٹو پاور کے طے کرنے کے لیے جو مہتم بالشان جلسہ ہوا تھا جس میں ایک دن کے بعد دوسرے دن کی صبح کو مرحوم نے ایک " بلینک چک" پر مسلمانوں سے دستخط مانگے تھے، میں نے ان کو دیکھا، پھر ۱۹۱۳ء میں دارالعلوم ندوہ کے طالب علموں کی مشہور اسٹرایک میں جس میں قومی درسگاہوں کے مہتمم اور سرکار پرست ایک طرف اور طالب العلم اور طرابلس و بلقان و کانپور کے ہنگاموں کے پرجوش احرار دوسری طرف تھے، اور اس کے لیے تمام ملک میں شورش بہ پا تھی، اس کی مصالحت کے لیے مسیح الملک مرحوم نے دہلی میں اہل ملک کا ایک نمایندہ جلسہ طلب کیا تھا، درسگاہوں کے مہتمموں اور منتظموں کی طرف سے صاحبزادہ آفتاب احمد خان مرحوم نے جلسہ میں تقریر کی، اور طلبہ اور احرار کی طرف سے محمد علی مرحوم نے جواب دیا اور اس میں صاحبزادہ مرحوم کی طرف اشارہ کر کے محمد علی مرحوم نے کہا تھا کہ اگر استبداد مجسم دیکھنا ہے تو ادھر دیکھو" افسوس نہ اب وہ "استبداد مجسم" باقی ہے نہ "حریت مجسم" صرف ان کی یاد باقی ہے، طلبہ نے مرحوم محمد علی کے ایک تار پر اپنی اسٹرایک بند کر کے ان کے ہاتھ میں اپنا فیصلہ دے دیا تھا۔

اس کے بعد جنگ عظیم کے زمانہ میں وہ نظر بند ہو کر چھنڈواڑہ گئے، اور اتفاق سے ۱۹۱۷ء میں

ناگپور میں ندوۃ العلماء کا سالانہ اجلاس تھا، وہاں ایک مخفی قاصد نے آکر مجھے اور میرے عزیز ترین دوست مولانا مسعود علی صاحب ندوی کو چھنڈواڑہ کی دعوت دی، جس طرح ڈرتے ڈرتے یہ سفر منزل مقصود تک طے ہوا، وہ اب تک یاد ہے، صبح کو اس مسجد میں پہونچے جس میں بڑے مولانا صاحب (شوکت علی صاحب) اور چھوٹے مولانا (محمد علی مرحوم) صاحب (چھنڈواڑہ میں ان کے نام تھے) نماز پڑھنے آتے تھے، گھر پر ملاقات ہوئی، اس وقت ان دونوں بھائیوں پر ڈاکٹر سر اقبال کی تازہ مثنوی "رموز بے خودی" کا نشہ چھایا ہوا تھا۔

وہاں سے واپسی کے بعد باہم خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوا، محمد علی مرحوم خط لکھنے میں اور خط کا جواب دینے میں بہت سست تھے، وہ ضروری خطوط کا جواب انتظار کا پورا وقت گذار کر آخر لمحہ میں دو پیسہ کے بجائے بارہ آنے خرچ کرکے تار پر دیا کرتے تھے، اور اگر جواب لکھنے بیٹھ گئے تو دو سطری جواب کے بجائے صفحوں میں جاکر اس کو تمام کرتے تھے۔

آج کل ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا محمد علی مرحوم کی مکمل ومفصل سوانحمری کا اہتمام کررہے ہیں، اس لیے مرحوم کے ان خطوط کی جوان کے ابتدائی حالات اور روز افزوں مذہبی جذبات کے تغیر وانقلاب کا آئینہ ہیں، اشاعت مفید ہوگی۔

پیغامبر ملک سبا یعنی سلیمان کا تحفہ مطبوعہ غزل ہے جو یوسف زنداں یعنی محمد علی کی غزل کے جواب میں لکھی گئی، اور معارف میں یہ سب غزلیں اسی زمانہ میں چھپی تھیں "سلیمان"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھنڈواڑہ (ممالک متوسط) ۱۳ر جولائی ۱۹۱۷ء

برادرم! السلام علیکم، محجوب ہوں کہ آپ کے محبت نامہ اور ارض القرآن اور معارف کی رسید تک کم وبیش تین ہفتہ گذر جانے سے پیشتر نہ ارسال کرسکا، شکریہ ادا کرنا تو دوسری بات ہے، افسوس ہے کہ اس وقت بھی فرصت اس قدر کم اور پریشانی اس قدر زیادہ ہے کہ جس قسم کی مفصل تحریر ارسال کرنے کا ارادہ تھا، وہ اب بھی نہیں لکھ سکتا، ابتدائے مئی سے میری ایک لڑکی سخت علیل ہے، پہلے فصلی بخار میں مبتلا معلوم ہوتی تھی، تین ہفتہ کے بعد طبیعت درست ہوئی تھی اور وہ بھی ڈاکٹری علاج سے تھک کر ہومیوپیتھی کی طرف

رجوع کرنے کے بعد، اور جو تکلیف اس بچی کو اس عرصہ میں ہوئی تھی، اس نے صاف ظاہر کر دیا تھا کہ مرض شدید ترین صورت میں آیا تھا، لیکن دو ہفتہ بھی بخار سے نجات نہیں ملی تھی کہ پھر اسی مرض میں مبتلا ہوئی، اور اس بار کی شدت مرض اور تکلیف نے پہلے بار کی شدت اور تکلیف کو بالکل بھلا دیا، ہومیوپیتھی سے ابتدا ہوئی مگر بے سود، ڈاکٹری علاج شروع کیا گیا، اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ جب کونین کی معمولی خوراک سے کام نہ چلا اور جاڑا بخار دن رات میں چار چار پانچ پانچ بار آنے لگا، اور ۱۰۴ اور ۱۰۵ ڈگری سے بھی حرارت متجاوز ہونے لگی تو اس چھ سات برس کی بچی کو دس بارہ دن تک ۲۰ - ۲۰ گرین، بلکہ اس سے بھی زیادہ کونین روز دی جانے لگی، بخار کم ہوا اور جاڑا جاتا رہا، مگر حرارت روز کچھ نہ کچھ روز ہو جاتی ہے، اب مستقل سول سرجن جو دو ماہ کے لیے ناگپور چلے گئے تھے، واپس آئے ہیں، انھوں نے تشخیص کی ہے کہ مرض انٹرک (موتی جھرا) ہے، مگر اب اس کا ڈھال شروع ہو گیا ہے، سوائے اس کے کہ آنتوں کو دوا سے صاف کیا جاتا رہے، کوئی علاج نہیں، بخار کے ٹوٹنے کا انتظار ہے، لیکن چونکہ بار بار حرارت کا اندازہ کرنا اور دوائیں بدل بدل کر دینا اب ضروری نہیں، اس لیے اتنی فرصت مل گئی ہے کہ آپ کو یہ عریضہ ارسال کر سکوں، خداوند کریم کو منظور ہے تو ہفتہ عشرہ بعد ارض القرآن کو بغور پڑھنے کے لیے اٹھاؤں گا، اور معارف کے تمام پچھلے پرچوں کو بھی دیکھوں گا، اس وقت تک تو صرف کہیں کہیں سے جستہ جستہ پڑھ لیا گیا ہے، مگر مشکوریت اہل اسلام کے اظہار کے لیے کافی ہے، خداوند دو عالم آپ کو اجر دے گا، پہلے حصہ میں بنی اسرائیل قبل از خروج و زمانۂ خروج و بعد از خروج کے حالات کیوں شامل نہیں کیے گئے، اور انڈکس کیوں غائب ہے، مکرمی! یورپ سے کم از کم انڈکس تو ضروری اخذ کر لینا چاہیے، مجھے خود قرآن پاک کے انڈکس کی ضرورت ہوتی ہے تو انگریزی تراجم میں دیکھنا پڑتا ہے، اس کمی کو ضرور پورا کر دیجیے، اگر قوم کی عام حالت نے اپنی طرف متوجہ کر لیا ہوتا تو میں بھی شاید دارالمصنفین میں شرکت کا استحقاق پیدا کرنے کی کوشش کرتا، مطالعہ کا شوق عرصہ سے ہے، اور آکسفورڈ نے تحقیق کی طرف اور بھی بہت کچھ کھینچا، مگر جس قوم کے عمل کی حالت اس قدر زبون ہو، پھر اس کی علمی حالت پر کہاں غور کیا جا سکتا ہے، مجبور ہو کر اس کوچہ کو دور ہی سے سلام کیا، میرا ارادہ تھا کہ بجائے معمولی بی۔ اے کی ڈگری لینے کے میں آکسفورڈ میں تحقیق کی ڈگری (بیچلر آف لٹریچر) حاصل کروں، اور اسی لیے

یں نے حسب قواعد یونیورسٹی درخواست دی کہ مجھے اس کی امیدواری اور اس کے لیے تیاری کی اجازت
دی جائے، تحقیق کے لیے نورالدین زنگی اتابک موصل کی سیرت اور کارنامے اور اس کے زمانہ کے حالات
کا انتخاب کیا، بشپ اسٹبس جو آکسفورڈ کے بڑے نامور محقق و مورخ تھے، اس جلسہ میں موجود تھے، جس میں
میری درخواست امیدواری پیش ہوئی اور انھوں نے اس موضوع کو پسند کیا، اور کہا کہ میرا بھی جی چاہتا ہے
کہ اس پر تحقیقات کے سلسلہ کی ابتدا کروں، اجازت ملنے کے لیے شرط تھی کہ یا تو آکسفورڈ یا اسی کے برابر کسی
یونیورسٹی کا گریجویٹ ہو، اس وقت میں صرف الہ آباد کا گریجویٹ تھا، مگر خاص رعایت کی گئی، اور مجھے اجازت
مل گئی، اور کالج کے تمام درسوں سے آزادی حاصل ہوگئی، پروفیسر مارگولیتھ (لعنۃ اللہ علیہ) میری امداد اور میری
تحقیق کی جانچ کے لیے یونیورسٹی کی طرف سے مقرر کیے گئے، مگر سول سروس کے امتحان میں ناکامی کے بعد
یہ خیال ہوا کہ تحقیقات کو کون پوچھے گا، بہتر ہے کہ معمولی ڈگری پر قناعت کی جائے، چنانچہ بلا مزید تیاری کے
بی۔ اے کے امتحان میں شریک ہوگیا، اور پاس ہوتے ہی واپس ہندوستان کو آیا، عاشق کامل نہ تھا، جلد
گھبرا گیا، لیکن اب بھی لگ باقی ہے، عالمگیر کے متعلق سب سے اول مولانا شبلی مرحوم کو میں ہی نے متوجہ
کیا تھا، بلکہ چند موٹی موٹی باتوں کے متعلق اپنی تحقیقات کے نتائج سے بھی مولانا مرحوم کو مطلع کیا تھا جبکہ
وہ میرے بار بار لکھنے پر ٹریوڈہ تشریف لائے تھے، اسی کے بعد مولانا نے عالمگیر پر الندوہ میں
مضامین لکھے اور مجھے ترجمہ کے لیے عطا فرمائے، افسوس کہ جب سے اب تک فرصت نہ ملی، اور
اس موضوع سے جو تعلق خاطر مجھے تھا اس نے مجبور کر دیا کہ میں ان مضامین کو کسی دوسرے شخص کو
دینے بھی نہ دوں، چنانچہ آج تک وہ اسی طرح بلا انگریزی ترجمہ کے موجود ہیں، یہ سب تمہید اس لیے
اٹھائی گئی ہے کہ آپ کو یقین آجائے کہ میں ضرور اس کا مستحق ہوں کہ مجھے اپنی تحقیقات سے وقتاً
فوقتاً مستفیض فرماتے رہیے ؎

گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں ٭ کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

مگر میں ہرگز اس کا قائل نہیں کہ ایک مصنف کی اور مشکلات پر مالی مشکلات کا بھی اضافہ کروں،
اور مفت اس کی تصنیفات حاصل کرتا رہوں، دراصل "ہمدرد" نکالتے وقت میرا ارادہ اس کے

اسٹاف کے ساتھ ایک گروہ مصنفین کے رکھنے کا تھا، جن کو قوت لا یموت دے کر تصانیف تیار کرائی جائیں اور ان کو مناسب و موزوں طریقہ پر طبع کرایا جائے، اور اخراجات طبع و اشاعت کے منہا کرنے کے بعد جو رقم بچے اس میں سے ۲۵ فیصدی رقم کو یا کچھ زائد کو نقصانات کے بیمہ کے طور پر نکال لیا جائے، اور باقی مصنف کو بطور رائلٹی کے دے دی جائے اس خیال سے مولانا شرر کو ہمدرد کے عملہ میں رکھا تھا، اور ہاشمی صاحب فریدآبادی کو بھی گو اس وقت عبدالحق صاحب کے آنے سے تو باوجود ان کے قول و قرار کے مایوسی ہو چکی تھی، اسی لیے سید محفوظ علی صاحب کو بھی رکھا گیا تھا، اور مصنف البرامکہ کو بھی بلایا جارہا تھا، مگر خداوند کریم کو یہ منظور نہ ہوا، اور ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

اسلامی دنیا میں اس قسم کے واقعات پیش آئے اور خود ہندوستان میں ایسے وقوعات ظہور پذیر ہوئے کہ علم خیرباد کہہ کر تمام تر توجہ عمل کی طرف منعطف کرنا پڑی، آپ کہیے گا کہ اب فرصت ہے، مگر یہ گمان غلط ہوگا، مجھے اُلٹے اور فرصت درکار ہے ؎

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن ؛ بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

پڑھنا لکھنا سب بند ہے، چشم انتظار البتہ وا ہے، نظر بندی کا احسان ہے کہ اس نے قرآن کریم کھلوایا اور اس کے پڑھنے کے لیے آنکھیں دیں، اس زمانہ میں ارض القرآن جیسی کتاب کی سخت ضرورت درپیش تھی، میرا تو گمان ہے کہ خداوند کریم نے آپ کو صرف میری اس ضرورت کے دور کرنے کے لیے اسی کی تصنیف پر آمادہ کیا، جب یہ ہے تو پھر مجھ سے زیادہ کون مشکور و ممنون ہوگا، یہ محض بیعانہ ہے، اصل قیمت پڑھنے کے بعد ادا ہوگی، رہی وہ قیمت جس کا ویلیو پے ایبل پارسل آپ کو ارسال کرنا چاہیے تھا، سوچتا ہوں کہ اسے بھیجوں یا نہ بھیجوں اس وقت تو یہ خیال ہے کہ اخباری اور علمی برادری کا اس زمانہ میں جسقدر ہو سکے کھاؤں، مگر جب اس نظر بندی سے چھوٹوں تو سب کو خوب کھلاؤں، اس لیے قیمت کتاب کا قرض حسنہ میرے ذمہ رہا، معارف؛ سودہ "تبادلہ" کی مد میں مثل اور بے شمار اخباروں کے جاری رہیگا

تبادلہ میں "نہ کامریڈ" اس وقت آسکتا ہے، نہ "ہمدرد" نہ وہ علمی اور سیاسی رسالے جن کے نکالنے کا ارادہ تھا، مگر یہ اخبار بند نہیں ہیں؛ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ اسی لیے جو کوئی بھی مجھے سابق ایڈیٹر کامریڈ و ہمدرد لکھتا ہے اس سے الجھ پڑتا ہوں، ہاں یہ مانا کہ میں خود زمانۂ حال کی اصطلاح میں زندہ نہیں، اس لیے تمام احباب سے التجا ہے کہ مجھے "محمد علی مرحوم" لکھا کریں، شاید اسی بہانہ سے مجھ پہ رحم کیا جائے۔

"پیغامبر ملک سبا" کا تحفہ بھی ملا، اور بخوشی تمام "قبول یوسف زنداں" ہوا، مگر برادرم دعا کرتے رہو کہ سنت یوسفی کی تقلید کی آخر وقت تک توفیق عطا ہو، اس وقت تک تو یہی ہے کہ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ، اور ارباب متفرقون سے کہیں زیادہ اس واحد القہار کے قہر سے ڈرتا ہوں جو اصلی ہستی ہے، اور اس گروہ سے الگ ہے جن کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ: اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۔ مگر ابتدائے عشق ہے خدا انجام بخیر کرے۔ اب رخصت ہوتا ہوں۔ والسلام

آپ کا نیاز مند: محمد علی

مکرر یہ کہ آپ کو تو غالباً معلوم ہوگا کہ دارالمصنفین کی تحریک میں ہی نے کانفرنس میں بمقام راولپنڈی پیش کی تھی، اس سے ظاہر ہے کہ مجھے اس تحریک سے کس قدر دلچسپی ہے، افسوس کہ جب یہ پودا لگایا گیا میں نظر بند ہونے کے قریب ہی تھا، اور اب جبکہ یہ بار آور ہو رہا ہے، اسی طرح نظر بند ہوں، تاہم اس کے حالات و ضروریات سے مطلع فرماتے رہیے، میں جن تصانیف یا تراجم کی ضرورت محسوس ہوگی اس کے متعلق لکھتا رہوں گا، تاکہ اگر آپ حضرات کو فرصت ہو تو اس طرف متوجہ ہوں، سب سے زیادہ ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک کی ہے اور اس سے کسی قدر زائد ہی ایک عمدہ، صحیح اور ادبی حیثیت سے اعلیٰ درجے کے مولود شریف اور

شہادت نامہ کی، عوام کا مذاق درست کرنا خواص کی تصحیح سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔

سال گذشتہ میں میں نے کوئی سولہ سترہ موقعوں پر یہاں محافل میلاد میں کچھ بیان کیا۔ یہاں کے لوگ ہمارے ہاں کے عوام سے بھی کم علمیت رکھتے ہیں، اس لیے ان کے لیے واقعات کو اور زیادہ سہل الفہم طریقہ پر بیان کیا گیا، خوف تھا کہ لوگ اس پر بھی پرانے زمانہ کو زیادہ پسند کریں گے اور اسی لیے اس کو بھی نباہا گیا، اور دوسرے صاحبوں نے اس طریقہ پر بھی کچھ پڑھا اور کچھ گایا، مگر آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ لوگ نئے طریقہ ہی کے مشتاق تھے اور اسی کے منتظر رہتے تھے، اور نہایت کثرت سے شریک ہوئے۔ محمدؐ علی

مکتوب دُوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جھنڈ واڑہ (ممالک متوسطہ) ۱۰/اگست ۱۹۱۸ء

برادرم سید سلیمان صاحب! السلام علیکم، اگر آپ کو پہلے سے بھی اس کا کافی احساس نہ تھا کہ میں سیرت نبویؐ کے لیے عرصہ سے بے قرار ہوں تو کم سے کم یہاں تشریف لانے کے بعد تو قطعی طور پر اس کا احساس ہوگیا ہوگا، بلکہ میں نے آپ سے وعدہ لے لیا تھا کہ اگر مکمل نہیں تو اجزاء ہی ارسال کر دیے جائیں گے، اگر اس پر بھی آپ کو میری بے قراری پر شک ہے تو میں دربار نبوی میں ازالہ حشت عرفی کی نالش روانہ کر دوں گا۔ آپ کے جانے کے بعد سے کل تک برابر انتظار تھا، اور مجھ جیسے کاہل اور خط لکھنے میں چور نے بھی فیصلہ کرلیا تھا کہ ایک عریضہ ارسال خدمت کروں، آج صبح کے لیے ارادہ مصمم تھا کہ کل شام ہی کو معارف دیکھنے میں آیا، اور سیرت کی پہلی جلد تیار ہونے کا مژدہ سنا، اب بھی اگر آپ ایک جلد ارسال نہ فرمائیں گے تو یقین کیجیے کہ میں رسیاں تڑا کر خود اعظم گڈھ کو دوں گا اور دارالمصنفین میں وہ ٹربونگ مچا دوں گا کہ آپ حضرات اہل قلم کی محبوب یکسوئی کا خاتمہ ہو جائے گا، اور اعظم گڈھ کی آنکھیں محاذ مغربی سے زیادہ آتش بازی سے خیرہ اور اعظم گڈھ کے کان اس سے کہیں زیادہ گولوں کے پھٹنے کی آوازوں سے بہرے ہو جائیں گے، خیر یہ لاف وگزاف تو ہوتا ہی رہے گا، اب عرض یہ ہے کہ براہ کرم ایک جلد قسم سویم بذریعۂ وی پی پارسل ارسال فرما دیجیے، قسم اوّل رکھنے کو جی چاہتا ہے، مگر (گلیز پیپر) سے گھبراتا ہوں، یہاں صرف آرائش الماری مقصود نہیں ہے، بلکہ روز کا مطالعہ غرض ہے، اور وہ بھی سارے کنبے کا، جس میں علاوہ بھائی کے دُو لڑکوں اور دُو لڑکیوں کے جواب یہاں ہیں، خود میری تین لڑکیاں جواب پڑھ لکھ سکتی ہیں، اور بیوی ہیں، اور والدہ صاحبہ اور ہم دونوں مستزاد، اس لیے مناسب خیال کیا کہ پہلے مطالعہ کے لیے قسم سویم کی ایک جلد منگالوں، اگر بچوں کے شوق مگر اس کے ساتھ ہی بے احتیاطی نے تین چار ماہ بعد کتاب کو بے کار کر دیا تو پھر اپنے لیے خاص ایک جلد قسم اول کی علٰحدہ منگالوں گا، مگر سوال یہ ہے کہ مجلد ہو یا نہ ہو، اس کو آپ پر چھوڑتا ہوں۔

یہاں جلد سازی نہایت ادنیٰ درجہ کی ہے، مگر ممکن ہے کہ قسم سویم کی جلد وہاں سے بنی ہوئی بھی

مضبوط اور پائیدار نہ ہو، اس لیے گذارش ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہاں سے مضبوط جلد نصف چمڑے اور نصف کپڑے کی بندھواکر ارسال فرما دیجیے، جو خرچ ہو وہ قیمت کتاب میں (بلکہ ہدیہ کہیے) شامل فرما کر جلد سے جلد وی۔ پی ارسال فرما دیجیے، ان شاء اللہ اگر جیتا رہا تو امسال میری مولود خوانیاں بڑے زور و شور سے ہوں گی، نہ معلوم میں نے آپ سے اس کا ذکر بھی کبھی کیا تھا کہ ۱۹۰۶ء میں مولانا و استاذنا شبلی مرحوم بڑودہ میری دعوت پر تشریف لائے اور میرے ہی پاس مقیم تھے، تو میں نے اورنگ زیب کے متعلق کچھ لکھنے کی تحریک کی تھی، بلکہ خود مولانا کی رائے سے جو کسی قدر اورنگ زیب کے خلاف تھی، اختلاف کی جرأت بھی کی تھی، اور اپنے خیالات کا کسی قدر وضاحت و تشریح کے ساتھ اظہار بھی کیا تھا، اور مولانا کو بالآخر اورنگ زیب کے متعلق مزید تحقیق اور تحریر پر راضی کر لیا تھا، اسی زمانہ میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ تو فرمائیے کہ سیرت نبوی کا کیوں انتظام نہیں فرماتے، ہندوستان میں کون ہے جو کفار کے پے در پے مگر بے جا سے بے جا تر حملوں کا جواب دے گا خصوصاً اپنے آکسفورڈ کے تاریخ کے استاد مارگولیتھ کی طرف اشارہ تھا جس نے اپنی میں ذرہ شبہہ نہیں رکھا تھا، نہ معلوم اس سے قبل مولانا مرحوم کو کتنی بار اس مقدس کام کا خیال آیا ہو، مگر طرز گفتگو سے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ میری تقریر نے اثر کیا، اور آخری فیصلہ کم سے کم بڑودہ ہی میں رہ کر کیا گیا، اس ملاقات و صحبت کا ثمر اولین اورنگ زیب کے متعلق الندوہ کے مضامین کا سلسلہ تھا جو مولانا نے مجھ ہی کو انگریزی کا جامہ پہنانے کے لیے خود اپنے قلم سے درست کر کے ارسال فرمائے تھے، اور میری ضد کے باعث کہ انگریزی میں ترجمہ (یا تالیف) کروں گا تو میں ہی کروں گا، مگر نہیں کہہ سکتا کہ کام مڈ کب فرصت دے، مولانا نے باوجود شکایات پیہم کے کسی دوسرے سے یہ کام نہیں لیا، تین سال سے زاید ہو گئے کہ فرصت کا ڈھیر ہے، مگر جس طرح نصیب ہوئی ہے وہ معلوم ہے، لیکن اس زمانہ میں پہلے سے بھی زیادہ عدیم الفرصت ہوں، طبیعت کو انتشار نہیں ہے بلکہ یکسوئی ہے، اور بقول غالبؔ

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن ۔ بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

سرکار عالیہ بیگم صاحبہ نے میری استدعا کو قبول فرمایا تھا کہ سیرت کا ترجمہ میں ہی کروں گا، مگر ان کی دو کتابوں کے ترجمے اب تک باایں ہمہ فرصت نہ ہو سکے، اور وہ سخت ناراض ہیں (اور میں ان سے سخت تر ناراض) اس لیے نہ معلوم کون اس مقدس کام کو انجام دینے کے لیے آمادہ ہو، مگر ابھی انگریزی

ترجمہ کا زمانہ نہیں ہے، ابھی تو اردو دانوں کو اس سیرت کو پڑھنا ہے، اور اس سے سبق حاصل کرنا ہے، جب ہم خود مسلمان ہو سکیں گے تو دوسروں میں تبلیغ بھی کر سکیں گے، مگر اس زمانہ میں اگر مردم شماری ہو تو شاید دس مسلمان ہندوستان میں ملیں، اور خوف ہے کہ اگر کفار نہیں تو فجار میں سرفہرست میرا نام ہوگا، بقول اقبالؔ

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے　　　لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

خیر اب آپ سیرۃ ارسال فرمائیے، بے حد اشتیاق ہے، پڑھ لوں تو دعا کروں کہ خداوند کریم اس اسوہ کی تقلید کی توفیق بھی عطا فرمائے، اگر ایمان اور عمل صالح دونوں جدا کیے جا سکتے ہیں تو شاید ایمان والوں میں اب بھی میرا شمار ہو سکے، اور اگر دونوں ایک ہی شے یعنی اسلام کے دو ایسے اجزا ہیں جو ایک دوسرے سے علٰحدہ تصور بھی نہیں کیے جا سکتے اور در اصل اجزا نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی شے کی دو ہیئتیں ہیں تو پھر افسوس کے ساتھ اقبال کرنا پڑے گا کہ میں بھی اسلام سے بہت دور ہوں، خدا مسلمان کرے آپ بھی دعا فرمائیے اور للہ کوشش فرماتے رہیے کہ مسلمانوں کو مردم شماری کے اعداد سات کرور تو کہاں سات سے بڑھیں، اور سو ڈیڑھ سو ہی ہو جائیں، اب رخصت ہوتا ہوں، عزیزم مسعود کو سلام شوق، خود بھی قبول فرمائیے، اور تمام دار المصنفین کو اس میں شامل کیجیے۔

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست

آپ کا نیاز مند　محمد علی

(معارف　جولائی　۱۹۳۱ء)

مکتوب سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیل خانہ بیتول　　　　۸ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۷ھ
مطابق ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء

برادرم سید سلیمان صاحب! السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم، ایک مدت سے آپ کے ایک محبت نامہ کا

قرض دار ہوں، جھنڈ واڑہ جس وقت موصول ہوا تھا، مشغولیت و مصروفیت بہت زیادہ تھی، اور یہ سلسلہ وہاں کے قیام کے آخر زمانہ میں انتہا تک جاری رہا، البتہ ۸ رمضان المبارک سے وہ شے نصیب ہے جس کی غالبؔ کو ساری عمر تمنا رہی۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن ؎ بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

یہاں داخل ہوتے ہی غسل کیا، قضا نماز فجر ادا کی، اور سورۂ یوسف تلاوت کی، عمر تو کچھ ایسی زیادہ نہیں ہے، مگر اس عمر میں بھی اتنے گناہ کیے ہیں کہ اگر کافر ہوتا تو ضرور شبہہ ہوتا کہ روز جزا ان سب کا کس کو حساب یاد رہے گا، اور غالباً چند کبیرہ ہی پر کافی سزا بعبور ریائے جہنم دے کر تمام صغیرہ کو یوں ہی چھوڑ دینا پڑے، مگر زمانہ کی حالت نے غفلت کو کچھ کچھ دور کیا ہے، گو خوف ہے کہ کہیں بقول غالبؔ وہی حالت نہ ہو کہ ؎ ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب سے۔

سورۂ یوسف یہاں تلاوت کرنے کے بعد وہ واقعہ پھر تازہ ہو گیا کہ یاران مجلس میں جس خوش نصیب کو رہائی ملی تھی، اس سے خواہش کی گئی کہ وہ تذکرہ کر دے کہ ایک بے گناہ اور بھی پڑا سڑ رہا ہے، اور باوجود اظہار تشکر کے وہ بھول گیا، اور بضع سنین تک اس مجلس میں گذر ہوا، برادرم! اب تک دنیا میں باوجود حکم ایاک نعبد وایاک نستعین کے ہزاروں سے لو لگائی اور کچھ نہ پایا، مگر اب تجربے کافی ہو گئے ہیں' بھولے باجن گاوے کھائی، اب کھادیں تو رام دوہائی، یہی وجہ ہے کہ اطمینان قلب و تسکین خاطر نصیب ہے' اور وہ فرصت میسر ہے جس کی غالبؔ کو آرزو تھی۔

بفضلہٖ ایمان بہ ظاہر سلامت ہے، قید نے دست عمل کو کوتاہ کر دیا، اور اس طرح بے عملی کی لاج رکھ لی، لہٰذا اب کوئی بہانہ بھی نہیں بنا سکتا کہ فرصت مفقود ہے، اس لیے خواہ مخواہ جی علمی مشاغل کی طرف جاتا ہے، اگر رہائی جلد ہو گئی تو پھر میں ہوں اور مکروہات دنیا، اسی فرصت کو غنیمت سمجھتا ہوں، سب سے پہلا کام تو یہ کر رہا ہوں کہ فقط قرآن پاک شروع کیا ہے، حافظ کے خطاب کا بھوکا ہوں، کیونکہ خود خداوند عالم نے اپنے لیے بھی یہ اسم گرامی تجویز فرمایا ہے، اسی وحدہٗ لاشریک کے ساتھ کہاں جا کر شرکت کی ٹھانی ہے، غالبؔ اواخر عمر میں "گلی قاسم جان" میں کرایہ کے مکان میں آ کر رہے، آنکھوں سے سوجھتا کم تھا،

کانوں سے بالکل سنائی نہ دیتا تھا، مغرب کے وقت پالکی نے گھر جاکر اتری، جیسے ہی اتر کر بیٹھے تھے کہ نماز مغرب کے لیے اذان ہوئی، مسجد کے عقب میں یہ مکان واقع تھا، اشہدان محمدًا رسول اللہ پر حاضرین نے انگوٹھے چومے اور آنکھوں سے لگائے، تو پوچھا کیا ہے، کسی نے لکھ کر پرچہ دیا کہ اذان پاس کی مسجد میں ہوری ہے، اسی وقت یہ شعر کہا ؎

مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنالیا ہے　　　یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

ہمارا بھی یہی حال ہے ؏　بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است۔

میرے ہم نام کو تو دو بار خدا کی ہم نامی کا شرف نصیب ہوا، اور بالمؤمنین رؤف رحیم کا خطاب ملا تھا۔

آپ سن کر خوش ہوں گے کہ پہلے ۲ ماہ میں الٓم کا پورا پارہ اور سورۂ انفال پوری اور سورۂ توبہ ثلث تک یعنی دو۲ پاروں کے برابر حفظ کر لیا گیا، مگر اس خوف سے کہ کہیں بھول نہ جاؤں دہراتا رہا اور تیسرے ماہ میں اب تک صرف اس قدر ہوا ہے کہ سَیَقول کے چھ۶ رکوع آج تک حفظ ہو گئے ہیں، اور ۸ ستمبر تک ان شاء اللہ تعالیٰ نصف تک حفظ کر لوں گا، خوش نصیبی سے کھنڈوارہ جیسی جگہ میں بخاری شریف کے ۲۰ پارے مترجم اور نسائی شریف مترجم، ابن ماجہ شریف مترجم، مشکوٰۃ شریف مترجم اور تلخیص الصحاح مترجم (سب اردو) مل گئیں، فارسی میں مشکوٰۃ شریف پہلے سے موجود تھی، مگر بدبختی اور کاہلی، اتنی سی فارسی کو بڑی مزاحمت اور رکاوٹ سمجھتی تھی، اب یہ بھی بہانہ باقی نہ رہا، جستہ جستہ حدیثیں دو تین ماہ سے پڑھ رہا تھا، یہاں بھی مشکوٰۃ اور تلخیص الصحاح اور نسائی ہمراہ آ گئی ہیں، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر چلی گئی تھی، وہاں سے منگالی ہے، دوبارہ وہیں مطالعہ کر چکا تھا، اب پھر پڑھوں گا، معارف کے پرچے جلد بندھوانے کے لیے رکھے تھے (آپ یہ انتظام کیوں نہیں کر لیتے کہ ایک ہی نمونہ کی جلدیں بندھوانے کے لیے شائقین کو اطلاع دے دیں کہ اس قیمت پر دارالاشاعت میں مع فہرست مضامین کے بندھ سکے گی، جس کو بندھوانا منظور ہوگا پرچے روانہ کر دیگا) بہرکیف جھنڈوارہ میں یہ کام نہ ہو سکا تھا، پرچے گھر چلے گئے تو خوف ہوا کہ کہیں ضایع نہ ہو جائیں، اس لیے یہاں منگا لیے، پہلی بار آئے تو کوئی بیس۲۰ پرچے تین سالوں کی مجلدوں کے غائب، گھبرا کر پھر لکھا معلوم ہوا

نوکر کے گھر پر نہ ہونے سے گھبراہٹ میں ایک صندوق میں دیکھنا بھول گئے تھے، اس بار اور پرچے بھی روانہ کر دیے، مگر اب بھی چند پرچے سال گذشتہ کے کم ہیں، اور ایک سال دوم کا، وجہ یہ ہوئی کہ سال گذشتہ رواں تھا، اس لیے کچھ پرچے میرے کمرے میں تھے، کچھ بھائی کے کمرے میں، خانہ تلاشی میں اور گڑ بڑ ہو گئے، جی ہاں! یہ بھی ہوا تھا۔

لی محبت نے گھر کی تلاشی تو کیا ہوا نکلا سبوئے کہنہ میں سرکہ بھرا ہوا

اب معارف کے ساتھ فہرست مضامین جلد سوم آئی تو ضروری ہو گیا کہ سب پرچے جمع کر دوں اور تضییع سے پیشتر جلد بندھوالوں، مگر ایک تو آپ سے التجا کرنا ہے، اور سینکڑوں آپ لوگوں کو گالیاں دینا ہیں، التجا تو یہ ہے کہ حسب ذیل پرچے جو اس وقت نہیں ملتے، ارسال فرمائیے، جس وقت مل گئے واپس کر دوں گا۔

مجلد دوم، عدد یازدہم۔ مجلد سوم، عدد ہائے سوم، ششم، ہشتم، نہم، دہم، یعنی کل چھ عدد کی مزید مرحمت ہو۔

اب گالیوں کی فہرست سن لیجیے، آپ حضرات انڈکس پوری تفصیل کے ساتھ مرتب کرنا ابتک کیوں نہیں سیکھتے، انڈکس تو انڈکس آپ کی فہرست بھی درست نہیں ہوتی، شکر ہے معارف نے مجلد سوم کی ایک فہرست مرتب کی ہے، مگر سہل انگاری ظاہر ہے، حروف تہجی کے حساب سے مضامین کی علٰحدہ فہرست ہوتی، اور لکھنے والوں کی علٰحدہ، خیر غنیمت ہے کہ کچھ تو ہے، مگر مجلد اول و دوم اس سے بھی محروم ہیں، اور مزید لطف یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ ہر عدد کی فہرست علٰحدہ کر کے شروع میں لگا دوں تو معلوم ہوا کہ خانۂ خست خراب فہرست کی پشت پر شذرات موجود ہیں، بمجبوری اپنی سستی رفع کروں گا، اور بارہ فہرستیں قلمی تیار کروں گا، تب جا کر جلد بندھنے کی نوبت آئے گی، بہر کیف اتنی گالیوں کے بعد میں چھ عدد جو اس وقت نہیں ملتے، مرحمت ہوں، تاکہ جلدیں بندھوالی جائیں، اب تک میرے متعدد انگریزی رسالوں کی جلدیں نہیں بندھی ہیں اور ممکن ہے کہ میرے عزیز دوست اور سارق الکتب سید جالب صاحب ان میں سے اکثر پر قبضہ بھی کر بیٹھے ہوں، یہ شرف خاص معارف کو حاصل ہوگا کہ مجلدات تیار کرالی جائیں، گو تین سال

بعد ہی کیوں نہ ہو۔

ایک التجا اور بھی ہے، وہ پہلے بھی کر چکا ہوں کہ ایک پروف سیرۃ النبیؐ کی دوسری جلد کا مجھے بھی عنایت ہوتا رہے، ان شاء اللہ ترجمہ بلکہ انگریزی قارئین کے مذاق کے مطابق ترتیب سیرت از سر نو کرلوں گا، بیگم صاحبہ مجھ سے ضرور ناراض ہوں گی، مگر میں ان سے کہیں زیادہ ناراض ہوں، اس لیے یہ ذکر ہی چھوڑ دیجیے مگر باوجود ان کے تلخ تجربہ کے ارادہ مصمم ہے کہ سیرت کو انگریزی قالب میں میں ڈھالوں، یہ کچھ تو بطریق تشکر استاذی و مولائی مرحوم ہوگا اور کچھ توشۂ آخرت کا انتظام، مگر سیرت کی پہلی جلد سے میری تسکین نہیں ہوئی، اس کی غالب وجہ یہی ہوگی کہ پورا نقشہ اس عظیم الشان عمارت کا میرے سامنے موجود نہیں ہے، اس لیے اپنی تسکین خاطر کی غرض سے میں نے گذشتہ جنوری میں آپ کو عزیزی مسعود کی زبانی پیغام بھیج کر تکلیف دینی چاہی تھی، مگر شومئ طالع کہ ملاقات رام پور میں نہ ہو سکی، اس وقت خیال تھا کہ اب نہیں تو دو چار ہفتہ بعد ہو جائے گی، مگر

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال — کارے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال

رام پور قریب تھا، جھنڈوارہ دور، اور گو بیتول دورتر نہ سہی مگر قیود یہاں زیادہ ہیں خیر دیکھیے اب کب ملاقات ہو، اگر مجلد دوم کے پروف ملتے رہیں تو شاید ترتیب وغیرہ کے بارے میں کچھ مفید مشورہ ایک نبی امی (روحی فداک یا رسول اللہ) کا امی نہیں تو جاہل ہم نام بھی دے سکے، اچھا اب رخصت ہوتا ہوں، مگر یہاں کے لکھے ہوئے چند اشعار نذر کرتا ہوں، یہ شب قدر کی بیداری اور یوم الوداع کا تحفہ ہیں، حسرت کی الوداع بھائی نے جو ایک ہی مقتدی کے امام ہوا کرتے تھے خطبۂ الوداع میں پڑھی تھی، اس نے بے چین ہو کر اور یہ چند اشعار بے ساختہ زبان پر آ گئے، صاف بھی نہیں کیے ہیں، ڈپٹی کمشنر کے مرسلہ لفافہ کی پشت پر پنسل سے گھسے ہوئے اسی طرح آج تک موجود ہیں، بھائی کی بیاض پر بھی نہیں اتارے ہیں،

الوداع

الوداع اے ماہ رمضاں الوداع — بہترین غم گساراں الوداع

تجھ میں اترا آخری پیغامِ حق — تو ہی تھا شایانِ قرآں الوداع

جوش پر تھا بحرِ رحمت ان دنوں — اے زمانِ عفو عصیاں الوداع
الفراق اے ہم جلیس صائمین — مونس شب زندہ داراں الوداع
آشکارا تجھ پہ تھا سب رازِ دل — پردہ دار دردِ مستاں الوداع
تجھ سے تھیں وابستہ امیدیں تمام — دافعِ صد یاس و حرماں الوداع
قید تنہائی کی رخصت تجھ سے تھی — اے شریکِ بزمِ زنداں الوداع
غنچہ ہائے دل شگفتہ تجھ سے تھے — اے بہارِ باغِ ایماں الوداع
دور کر دی تو نے ظلمت قید کی — تجھ سے ہر شب تھا چراغاں الوداع
الوداع
ہوتے ہیں رخصت اب افطار و سحر
سو ساتھا تجھ کو زاد آخرت — ہو سکا پر کچھ نہ ساماں الوداع
کاروانِ خیر و برکت چل دیا — رہ گئے سب دل میں ارماں الوداع
شدتِ غم سے زباں گر بند ہے — تو ہی کہہ دے چشم گریاں الوداع

"نوائے نواب[1]" سنی، ماشاء اللہ، نواب علی صاحب سے میری جانب سے شکایت کر دیجیے کہ دوسری تصنیف شایع بھی ہو گئی اور اب تک نسخہ نہیں پہونچا، ارض القرآن کی دوسری جلد کہاں ہے، میں تو معارف کے فلسفیانہ مضامین سے بے اعتنائی برتتا ہوں، ماجد صاحب[2] خفا ہی کیوں نہ ہو جائیں، تفسیر اور صحابۂ کرام کے حالات کا متلاشی رہتا ہوں، یہ سلسلہ اب کیوں بند ہے۔

نواب علی صاحب کو آپ لکھیں تو میری طرف سے اتنی یاددہانی اور فرما دیجیے کہ میرا قرضہ بڑودہ کا وصول کیوں نہیں کرتے[3]۔ ڈگری ہو چکی، گھاشی راؤ صاحب سے کہہ کر قرقی کرا لو، روپیہ کی سخت ضرورت ہے اور ایسے

---

[1] اس عنوان سے معارف جولائی ۱۹۱۹ء میں مولوی سید نواب علی صاحب سابق پروفیسر بڑودہ کالج کی ایک نظم چھپی تھی۔
[2] مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی ایڈیٹر سچ جو اس زمانہ میں فلسفی تھے، اور زیادہ تر فلسفیانہ مضامین لکھا کرتے تھے۔
[3] مولانا محمد علی صاحب کے قیام بڑودہ کے زمانہ کا کوئی معاملہ تھا۔

نادہند کی رعایت ہرگز مرغوب نہیں ہے، اب رخصت ہوتا ہوں، عزیزی مسعود صاحب کو عبدالسلام صاحب کو اور تمام رفقاء واراکین کو سلام شوق، جب چھوٹوں گا ضرور روضۂ استاد کے پھولوں کی خوشبو سے دماغ وروح کو معطر کردں گا ع اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری۔

اور بزم سخن[1] میں بھی شریک ہوں گا، مگر غالب کے ایسے پھیکے اشعار نہ سناؤں گا جیسے ماجد صاحب وغیرہ نے سنائے تھے، فارسی کا تو ایک ابھی سن لیجیے، بلکہ دو ؎

ایک تو یہ ہے:

شوربست و سرم کہ بہ ساماں برابر است　　بے دست گریم کہ ہنوز از ہوائے وصل

دوسرا بھی سن لیجیے ؎ (خدا اس کمر کو معاف کرے)

خداوندا بیامرز آں شہید امتحانی را　　دلم بہ رنج نابرداری فریادمی سوزد

آپ کا خیر طلب اور دارالمصنفین کا ادنیٰ خادم

محمد علی عفی عنہ خادم کعبہ

مکرر عرض ہے کہ ہمارے بعد بھی مسجد انصار الاسلام (اب کی شوکت[2] الاسلام) کی تیاری برابر جاری ہے، خدا نے ایک فرشتہ صورت، فرشتہ سیرت شخص کو بھیج دیا ہے، ایک صاحب علیل ہو کر کشمیر جارہے تھے کہ ہنگامۂ پنجاب شروع ہوگیا، باوصف خان بہاروی لاہور سے واپس گے　　ذیابیطس کی شکایت تھی، ناگپور کا موسم خراب سے خراب تر ہوگیا تھا، ہم نے پہلے ہی جھنڈواڑہ کی تعریف کی تھی، چنانچہ یکایک مئی میں آگئے، اہل عیال کو بھی بلالیا، سابق ڈپٹی کمشنر مسٹر جنٹوس کا بنگلہ کرایہ پر لے لیا، مسجد کے لیے کہا کر جو مانگو ملے گا، ہم نے ڈیڑھ سو پر اکتفا کیا، مگر ہمارے جانے کے بعد مسجد دیکھی اور فرمایا کہ جس طرح یہ دونوں بھائی بنوار ہے تھے، اسی طرح کام

[1] معارف (اگست ۱۹۱۹ء) میں اس عنوان سے چند سخن شناس وسخن دان اصحاب کی ایک مجلس میں مرزا غالب کے جو بہترین شعر پڑھے تھے وہ چھپے تھے، اس کی طرف اشارہ ہے، [2] جھنڈواڑہ میں یہ دونوں بھائی ایک مسجد بنوا رہے تھے، شوکت صاحب اس تعمیر کے مہتمم تھے، اس لیے اس کو ہم نے شوکت الاسلام کا لقب دیا تھا۔

(معارف مارچ ۱۹۱۹ء)

جاری رکھیں۔ ایک ہزار تک میں دوں گا، چنانچہ ڈیڑھ سو دینے کے بعد ڈیڑھ سو اگست میں اور دیے تھے، اور سلسلۂ تعمیر جاری ہے۔

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ۔

آپ کا مخلص صادق محمد علی

(معارف ماہ اگست ۱۹۳۱ء)

برادر مکرم و محترم! السلام علیکم۔

۸؍ اکتوبر کا برادر عزیز مسعود کا محبت نامہ اور ۹؍ اکتوبر کا آپ کا والا نامہ عرصہ بعد ملے تھے، سیرۃ (جلد دوم) کے پروف بھی مل گئے تھے، جواب کے لیے موقع ڈھونڈ رہا تھا، بیوی بچے جھنڈواڑہ میں ساتھ تھے تو خطوط لکھنے کی کوئی قید نہ تھی، اب ایک قید تو یہ کہ وہ یہاں نہ رہے، اور مکتوب سے نصف ملاقات کا کام لیا جائے، پھر اس پر طرہ یہ کہ تنقید میں دو خط سے زیادہ نہ ہونے پائیں، جھنڈواڑہ میں جب یہ قید نہ تھی، تو محض سنسر کے بلا ضرورت توسط کے باعث ہفتہ میں دو خط درکنار، بعض اوقات مہینہ میں بھی دو خط کی نوبت نہ پہونچتی تھی، مگر اب برابر ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں، اور پھر بھی یہ مقدار ناکافی معلوم ہوتی ہے، اب اگر احباب کو شکایت ہو تو مجھ سے دست و گریباں نہ ہوں، میرے بیوی بچوں سے مباحثہ و مجادلہ و مباہلہ کیا جائے، اگر کسی ہفتہ میں صرف ایک خط جاتا ہے تو خواہ مخواہ پریشان ہونے لگتی ہیں کہ کہیں عدالت کے باعث تو دو خطوں میں کمی نہیں ہوئی، بھائی کو اجازت ہے، (اور نہ مجھے بھی) کہ بزنس کے متعلق زیادہ خطوط لکھ سکتے ہیں، چنانچہ وہ ہر ہفتہ ایک دو خط رام پور کو بھی کارخانہ کے متعلق لکھ دیتے ہیں، جس سے رفع تردد ہو جایا کرتا ہے، اسکے علاوہ ایک خط عزیزی زاہد علی کو علی گڑھ چلا جاتا ہے اور دوسرا خط ہفتہ کا کسی نہ کسی دوست کے نام چلا جاتا ہے، یا پھر بچوں کو لکھ دیتے ہیں، حال میں مجھ پر گھر کا تقاضا اور بھی زیادہ رہا، ایک تو یہ کہ والدہ کی علالت سخت کے باعث ان کے حکم کے مطابق رام پور جا کر ان کے علاج و تیمارداری کرنے کی درخواست دی تھی، ابتدائے

اکتوبر سے آج تک منظوری کا انتظار ہے، اور چونکہ اب تک جواب سے سرفراز نہیں فرمائے گئے ہیں، اس لیے لایموت فیہا ولایحییٰ کا سب لطف اٹھا رہے ہیں، ہم گھر والوں سے پوچھتے ہیں کہ ۷ر اکتوبر کو والدہ کی طرف سے سرکار نے تار دیا تھا، (حسب تجویز لوکل گورنمنٹ ممالک متوسطہ) اور پھر ۱۷ر اکتوبر کے بعد ڈاکٹری سرٹیفکٹ مانگا گیا تھا، اس کے اسی دن روانہ کیے جانے پر کیا جواب ملا، وہ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ تمھیں کوئی اطلاع ملی یا نہیں، (چیف کمشنر ۳ر کو آئے تھے، ۴ر کو رہ کر ۵ر کو جھنڈواڑہ ہوتے ہوئے ناگپور گئے) چیف کمشنر سے ملاقات ہوئی یا نہیں، انھوں نے کیا کیا، وغیرہ وغیرہ، دوسرے حجام کی حماقت اور اس سے زیادہ میری کاہلی کے باعث وہی انگوٹھا پھر پک گیا تھا، جسے اگست ۱۹۱۴ء میں دوبارہ شگاف دینا پڑا تھا، اور جس نے دو ڈھائی مہینہ صاحب فراش رکھا تھا، (یہ ذیابیطس کی عنایت تھی) اس کی اطلاع گھر والوں کو ہوگئی، ہر خط میں تقاضا آنے لگا کہ لکھو اب کیسے ہو، حالانکہ اس کی اطلاع احتیاطاً اسی وقت دی تھی جب کسی قسم کا خطرہ باقی نہ رہا تھا، بلکہ انگوٹھا اچھا بھی ہوگیا تھا، اب افسوس کرنے سے کیا حاصل کہ یہ بھی حماقت ہی تھی کہ اطلاع دی، اس وقت خیال تھا کہ شاید معظم صاحب (میرے سالے) نے گھر جاکر نہ کہدیا ہو، یا میرے بھانجے عثمان نے جو پونہ کے انجینیرنگ کالج میں پڑھتے ہیں اور یہاں ہوکر تعطیل میں وطن گئے تھے، اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ اطمینان دلا دیا جائے کہ اب اچھا ہوں، اب جاکر معلوم ہوا کہ ان دونوں نے میرے کہنے کا لحاظ کرکے کسی کو مطلق اطلاع نہ دی تھی، اب لگیں مجھ سے شکایتیں ہونے کہ واہ اس قدر انگوٹھا پکا اور ہمیں خبر تک نہ کی، ہم پر تو تقاضا ہے کہ کسی کا سر بھی دکھے تو بے خبر نہ رکھنا، (حالانکہ میں سخت نادم ہوں کہ یہ اصرار کیوں کیا گیا، سچ مچ سارا گھر دو تین بار بیمار پڑا اور میں سوائے متردد ہونے کے کچھ نہ کرسکا، قہر درویش بر جان درویش صبر و شکر کیا) اب ضرور لکھو کہ کیسے ہو، نتیجہ اس سب کا یہ تھا کہ وہ لوگ بیمار تھے اور میں بھلا چنگا، مگر خط پر خط آرہے تھے کہ ہماری فکر نہ کرو، اور اپنا حال نہ چھپاؤ، حقیقۃً یہ باعث تھا، اس وقت تک خط نہ لکھنے کا، مگر اس ہفتہ کا ایک خط آپ کے لیے مخصوص کردیا گیا تھا کہ اسی اثنا میں دوسرا والانامہ اور نواب علی صاحب کی کتاب دونوں ملے میں نے احتیاطاً کتاب کو بھی دو تین دن میں ختم کرلیا، اور اب کہ اس ہفتہ کا آخری دن ہے، جواب دے رہا ہوں، اس لمبی چوڑی معذرت کو قبول فرمائیے، اور اس کا یقین دلانے کے لیے کہ واقعی معذرت قبول ہوئی، گاہے ماہے

لکھتے رہا کیجیے، اور مسعود صاحب کو بھی تاکید کر دیجیے کہ جب آپ کو فرصت نہ ہو وہ فرصت نکال کر ضرور لکھ دیا کریں، (اور اس کے علاوہ بھی) میں آپ حضرات سے سلسلہ جاری رکھنا بھی ایک خاص وجہ سے چاہتا ہوں، علاوہ حصول فیض کے جو ظاہر ہے ایک راز کو بھی عیاں کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ حضرات علمائے کرام کو بھولنے کا موقع نہ ملے، کہ ہم جہلار کا بھی ان پر حق ہے، اور اسلام یہی نہیں ہے کہ عالم ہو گئے (خواہ بے عمل ہو یا باعمل) بلکہ تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر بھی نسخۂ نجات کے اجزا ضروری ہیں، معظم صاحب نے جو کچھ آپ کے متعلق اس مرتبہ کہا اس سے اور بھی امید ہو گئی کہ آپ ہم جاہلوں کے حقوق سے بے اعتنائی نہ فرمائیں گے، کہیے امسال کدھر کا قصد ہے، ناگپور کے بلگام کی باری تھی، بہر حال آپ کہیں بھی جائیے ہمارے حقوق سے لاپرواہی نہ برتیے، آپ فرماتے ہیں کہ "دل نہیں چاہتا کہ مولانائے فرنگی محلی سے بدظن ہوں، یقین کیجیے کہ آپ کا دل جس چیز کو نہیں چاہتا وہ درحقیقت ابھی بھی نہیں ہے، اور یہ ان چیزوں میں شامل نہیں ہے جس کی شان میں آیا ہے کہ عَسَىٰٓ اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ آپ فرماتے ہیں، مگر میں کیا کروں ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم　　　فروغ تجلّی بسوزد پرم

اس لیے آیت مطلق

جہاں تک ہم دو بھائیوں کا تجربہ ہوا ہے (اور یقین کیجیے کم از کم میں تو بہت گستاخ ہوں اور فروغ تجلّی کو اپنی "ہوابازی" میں مانع نہیں پاتا) مولانائے موصوف میں جہاں لاکھوں خوبیاں اور لاکھ خوبیوں کی ایک خوبی جام صہبائے محبت رسولؐ و امت رسولؐ سے سرشار ہونا ہے وہاں ایک سخت دلخراش خوبی یہ ہے کہ اپنی رائے پر اصرار نہیں کرتے اور دوسروں کی دل آزاری کے خیال سے ان کی رائے صدا، قبول کر لیتے ہیں، آپ کو تو شاید پہلی ہی بار اتفاق ہوا ہو مگر ہم دونوں کو متعدد بار اتفاق ہوا ہے، اور گو نتیجہ تکلیف دہ ثابت ہوا مگر خود مولانا کے متعلق غلط فہمی پیدا نہیں ہوئی، آپ سمجھتے ہوں گے کہ ہم نے بھی اکثر "آیت مطلق" ہی سے کام لیا، مگر ایسا نہیں ہوا، میری گستاخیاں تو شہرۂ آفاق ہیں، اگر اواخر مئی کا میرا آخری خط کہیں آپ کو دیکھنے کو مل جائے تو آپ کو کامل یقین ہو جائے گا کہ جب سے ہم کو معلوم ہوا کہ مولانا دوسروں کی دل آزاری کے خیال سے ان کی رائے قبول فرما لیتے ہیں تو ہم نے بھی اپنی دل آزاری کی روداد تیار کر کے روانہ کرنا شروع کی اور

اپنی رائے کی طرف مائل کرلیا، مگر ضرورت اس کی ہے کہ صحیح مقدور ہو تو ساتھ رکھوں تو حرگر کو ہیں۔

اسی باعث بھائی کا ارادہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو قیام مولانا ہی کے پاس کیا جائے، درد، خلوص اور علوئے حوصلہ سب کچھ موجود ہے، اور بقدر وافر، مگر دین اور دنیا کو ہمارے علمار نے اس قدر علیحدہ کردیا، اور ایک دوسرے سے دور پھینک دیا کہ اب جب دنیا نے دین میں بھی دست اندازی شروع کردی توبغایت مجبوری ان حضرات نے دنیا میں طرف دیکھا اور قدم رکھنا شروع کیا، مگر تجربہ کہاں سے لائیں، اور خوداعتمادی تجربہ کے بعد ہی آتی ہے، جو کچھ ہے یہی بساغنیمت ہے، اور جگہ تو تجربہ ہی نہیں بلکہ درد وخلوص بھی ناپید ہے، خدا کرے کہ کھوئی ہوئی دولت دین اور دنیا دونوں کی پھر میسر ہو، اس وقت تو نہ ایک کی کچھ ٹھیک ہے نہ دوسرے کی۔

سیرت کے متعلق بہت کچھ کہنا اور اس سے زیادہ سننا ہے، یہی وجہ تھی کہ جنوری میں میں نے آپ کو تکلیف دینا چاہی، اب دیکھیے کب ملاقات ہو، سب سے بڑی ضرورت سیرت کے مکمل ڈھانچہ کی ہے اس کے لیے دیباچہ کا پھر مطالعہ کیا، بہت کچھ تسکین ہوئی، مگر کلیۃً نہیں ہوئی، تاہم خیال ہے کہ دوسری جلد مکمل ہوجائے تو غالباً تسکین ہوجائے، پہلی جلد میں علاوہ چند مخصوص مباحث کے جن کا تعلق محض واقعات سے نہیں، بلکہ نفس اسلام سے ہے، آنحضورؐ کے واقعاتِ زندگی کے متعلق صفحات کی کمی محسوس ہوئی، ممکن ہے کہ وہ تفصیلات جو اور سیرتوں میں مذکور ہیں غیرمستند ہونے کے باعث چھوڑ دی گئی ہوں، اور واقدی کی تفصیلات کے متعلق جو کچھ پہلے ہی لکھ دیا گیا ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ زیادہ تر یہ رطب و یابس ان ہی حضرت کے ذریعہ سے مشہور ہوئی ہوں گی، اور اسی لیے ترک کردی گئیں، مگر نامناسب نہ ہوتا اگر فٹ نوٹوں میں یہ تفصیلات دے کر ان کے غیرمستند ہونے کا ذکر کردیا جاتا، اور جو صاف طور پر موضوع اور جھوٹی روایتیں تھیں ان کا پردہ فاش کردیا جاتا، تاکہ عوام کو حق اور باطل میں تمیز کرنے کا موقع ملتا، میرا تعلق اس امر سے خاص ہے، اور وہ بہ طور مولود خوان ہونے کے، میرا ایمان ہے کہ معجزات پر خدائے قادر کو ضرور قدرت ہے، اور اس کے سب سے بزرگ نبیؐ سے اگر کسی معجزہ کا ظہور ہوا تو کیا عجب ہے، مگر اسلام کا سب سے بڑا معجزہ اور سب سے کھلا ہوا معجزہ قرآن کریم اور سنت رسولؐ ہے، جس کی جانچ پڑتال ہر زمانہ میں ہوسکتی ہے اور ہوتی رہتی ہے،

اس کے سوا اسلام کا انحصار کسی معجزہ پر نہیں ہے، اس لیے اور مولود خواں کی طرح مجھے "نور" کے ذکر اور معراج کے عجائبات سے زیادہ سروکار نہیں، مگر سوانح و وقائع سے ضرور تعلق ہے، اور جتنے واقعات سیرت میں مذکور ہیں ان کی سند ہاتھ آنا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ جو درک ہیں ان کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے، اگر فٹ نوٹ اس کے لیے موزوں نہ ہو تو ایک باب علٰحدہ ہونا چاہیے، یا ایک ضمیمہ یا انڈکس میں یہ صراحت و وضاحت کی جائے، ضرورت اس کی بھی ہے کہ ایک مختصر مگر جامع کتاب اسی سیرت سے تیار کی جائے، جس میں بحث مطلق نہ کی جائے، اور صرف مستند وقائع مذکور ہوں تاکہ عوام خود بہ آسانی پڑھ سکیں اور ناموں وغیرہ سے نجات ملے، اگر نظم ہی کی ضرورت ہے تو پھر کوئی صاحب ان ہی مستند روایات کو نظم کا جامہ بھی پہنادیں، آپ مجھے میرے اس وعدے کو یاد دلاتے ہیں کہ "جب چھوٹوں گا، روضۂ استاد کے پھولوں کی خوشبو سے روح و دماغ کو معطر کروں گا، اور بزم سخن میں بھی شریک ہوں گا، اجی حضرت! ابھی ان ارادوں کا اظہار ہی کہاں کیا ہے، جو دل ہی دل میں پختہ ہو رہے ہیں، ابھی تو سیرت کے انگریزی (بلکہ یورپی) قالب کے متعلق کچھ اظہار خیال ہی نہیں کیا ہے، اور اس خاموشی کی وجہ یہ ہے کہ خوف ہے کہیں دنیا کی مکروہات میں پھنس کر اس بڑے فرض کی انجام دہی سے قاصر ہوں، اور موت کتاب حیات کا آخری باب لکھ کر "تمت تمام شد" کا فقرہ چسپ نہ کر دے، مگر اب یہ بات دل سے نوک قلم تک آئی ہے تو سن لیجیے کہ سیرت کے پروف منگانا اور بار بار ملاقات کا تقاضا اور مابقی حصوں کی ترتیب و طبع کے متعلق استفسارات، یہ سب اسی "نیت شب بخیر" کا صدقہ ہیں۔

بیگم صاحبہ بھوپال کا قرض دار اور چور ہوں کہ اس نظر بندی کی فرصت میں بھی باوجود زر نقد پہلے ہی وصول کرنے کے، ان کی دو کتابوں کا ترجمہ ختم نہ کیا، اور جو کچھ بھی ہوا وہ مرحوم غلام حسین کے طفیل، مگر بھائی! یہ فرصت اور وہ کتابیں اٹل بے جوڑ تھیں، بہت طبیعت پر زور ڈالا کہ بار بار، مگر ایک طرف تو بیگم صاحبہ کی یہ کتابیں تھیں جن میں ایک نیک سیرت خاتون اور قابل حکمراں کی روزانہ زندگی کا حال تھا، اور ادھر دنیا کے عجیب و غریب واقعات و سوانح تھے جن کی اہمیت و ندرت میں عجیب دلکشی تھی، پھر کیا تھا، سوائے ان واقعات کے اور ان کے نتائج کے متعلق فکریات گوناگوں کے ہر چیز بے مزہ اور پھیکی سیٹھی معلوم ہوتی تھی، مگر

سیرت اور شے ہے، البتہ یہ فرصت قید سے زیادہ فرصت مانگتی ہے، اور قید سے چھوٹ کر اگر اتباعِ سنت نے فرصت دی تو ان شاء اللہ پہلا کام یہ ہوگا کہ یورپ کو اس اسوہ حسنہ کی زیارت کرائی جائے۔

اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا — اے فروغِ دیدۂ امکاں بیا
رونقِ ہنگامۂ ایجاد شو — در سوادِ دیدہ ہا آباد شو
شورشِ اقوام را خاموش کن — نغمۂ خود را بہشتِ گوش کن
خیز و قانونِ اخوت سازدہ — جامِ صہبائے محبت باز دہ
باز در عالم بیار ایامِ صلح — جنگجویاں را بدہ پیغامِ صلح
نوعِ انساں مزرع و تو حاصلی — کاروانِ زندگی را منزلی

مگر اس کی آرزو بھی قبل از وقت معلوم ہوتی ہے، ابھی اپنی ہی اصلاح نہیں ہو سکی، دوسروں کی ابھی نوبت کہاں ہے، ابھی تو خود اتباع سنت رسول کی ضرورت ہے۔

اے چو جاں اندر وجودِ عالمی — جانِ ما باشی و از ما می رہی
نغمہ از فیضِ تو در عودِ حیات — موت در راہِ تو محسودِ حیات
باز تسکین دلِ ناشاد شو — باز اندر سینہ ہا آباد شو
باز از ما خواہ ننگ و نام را — پختہ تر کن عاشقانِ خام را
از مقدر شکوہ ہا داریم ما — نرخِ تو بالا و ناداریم ما
از تہی دستاں رخِ زیبا مپوش — عشقِ سلمانؓ و بلالؓ ارزاں فروش
چشمِ بے خواب و دلِ بے تاب دہ — باز مارا فطرتِ سیماب دہ
ما پریشاں چوں نجومِ اختریم — ہمدم و بیگانہ از یک دیگریم
باز ایں اوراق را شیرازہ کن — باز آئینِ محبت تازہ کن
رہ رواں را منزلِ تسلیم بخش — قوتِ ایمانِ ابراہیم بخش
عشق را از شغلِ لا آگاہ کن — آشنائے رمزِ الا اللہ کن!

اب رخصت ہوتا ہوں، یہاں کے سپرنٹنڈنٹ جیل ایک آیرش اور کیتھولک ہیں، تاہم انھوں نے رشنلسٹ سوسائٹی کی ایک مطبوعہ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بعد زندہ ہونے کے خلاف پڑھنے کو دی ہے، وہ پڑھ ہی رہا تھا کہ نواب علی صاحب کی کتاب ملی، عرصہ سے اس قسم کی کتاب کا منتظر اور طلبگار تھا، مگر یہ بظاہر نقش اول ہے، نواب علی صاحب کو خود بھی ان شاء اللہ جلد لکھوں گا، مگر آپ لکھیں تو ضرور میری طرف سے شکریہ ادا کریں، اور لکھ دیں کہ گو ایک مستقل کتاب عہد عتیق اور عہد جدید کے متعلق یا ہر دو کے متعلق علیحدہ علیحدہ دو کتابیں انھیں مرتب کرنا پڑیں گی، تاہم یہ نقش اول بھی بے حد مفید ہے، اور تدوین قرآن پاک کے متعلق ابھی ایک اور کتاب لکھنا پڑے گی، اور ساتھ ہی ساتھ قرآن تو قرآن رسول پاکؐ کی احادیث کے متعلق جو احتیاط برتی گئی ہے اس کا مقابلہ عہد عتیق اور عہد جدید کی ترتیب و ترجمہ کی بے احتیاطی سے اور بھی واضح طور پر کرنا ہوگا، خدا ان کی کوشش اور محنت کو بارآور فرمائے ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

تذکرۃ المصطفیٰ سے اس کتاب میں زیادہ دقت نظر آتی ہے، اور اب خوب منجھ گئے ہیں، معارج الدین بھی اب تک میری نظر سے نہیں گذری، وہ بھی منگوا دیجیے، مگر صحف سماوی میں میں نے ایک بات محسوس کی، یعنی پیدائش حضرت عیسیٰ اور وفات حضرت عیسیٰ کے متعلق انھوں نے قرآن کے بیان کو واضح نہیں کیا ہے، غالباً ان کا عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے فرزند تھے، مگر اس قرآنی بیان کے متعلق کیا کہتے ہیں جو سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں مذکور ہے، وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے متعلق بھی کوئی صاف بیان نہیں دیا، اس کے متعلق آپ معارف میں کچھ یوں نہیں تحریر فرماتے۔

مسعود صاحب کو علیحدہ خط لکھوں گا، مگر ان سے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ صحابۂ کرامؓ کے متعلق ایک تالیف تیار ہے، پھر طباعت میں کیوں دیر ہے، بھائی یہ تعویق تو ہم لوگوں پر جبر ہے، کیا ایسی کتابوں کے بکنے میں وقت پیش آتی ہے، واللہ ارض القرآن جیسی کتاب کے لیے تو ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو جس کی آمدنی سو روپیہ ماہوار کی ہے، اکم از کم ۲۵؎ دینا ضروری ہے، اور سیرت کے لیے ہر شخص کو ایک ماہ کی آمدنی دینا لازمی ہے، ہم لاکھ نادار سہی مگر اتنے نادار بھی نہیں ہیں کہ سال میں عہ رعہ روپیہ ایسی کتابوں کی

خریداری کے لیے نہ نکال سکیں، نواب علی صاحب کے جواب کے متعلق عرض ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ تم بھول جاؤ، مگر راؤ صاحب کیوں تعویق کرتے ہیں، یہ بت پتھر کے نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہیں، مگر اب جواب درکار ہے، ۱۹۱۳ء سے معاملہ کھٹائی میں پڑا ہوا ہے، رہی رقم، اس کے متعلق عرض ہے کہ دیوان بہادر صاحب نے خود سات ہزار پر معاملہ چکانے کی کوشش کی تھی، سات برس کا قرض، اب سات برس اور بھی گذر گئے سود نہ سہی مول ہی سہی۔

۱۹۱۳ء کے سفر میں ملاقات ہوئی تھی تو کہا تھا کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں تمھارے قرضہ کو بھول گیا، مگر ابھی موقع ادائیگی کا نہیں ہے، اب چھ برس ہوگئے، کوئی کب تک انتظار کرے، اب میں روپیہ سے زیادہ صاف جواب کا طلبگار ہوں، اب ڈھیل راؤ صاحب کی ہے، بہرحال اس وقت تو کچھ نہیں ہوسکتا، مگر جب وہ نادہندملے اس سے صاف صاف تقاضا کیا جائے۔

رقیب کی رفاقت کو نہ سمجھا، نقیب آنا بند ہوگیا ہے، میں سمجھا کہ خود ہی بند ہوگیا ہے، اب بھائی لکھ رہے ہیں کہ ہمارے نام جاری کردو، حضرت رقیب تو جب ہو جب آپ کی حدود میں قدم رکھے، کوچۂ جاناں آپ کی مخصوص ملک ہے، اس میں اس گندے قدم کے آنے کا انتظار کیجیے۔

دونوں کا سب کو سلام اور بالخصوص عزیزی مسعود کو، سیرۃ کے اوراق ارسال فرمائیے، اگر صحابہؓ کا مسودہ بیمہ ہوکر آجائے تو اسی سے تسکین حاصل ہو، میری بھوک بھی بلا کی بھوک ہے، مائدہ اترنا چاہیے۔ اچھا اب رخصت۔

دعا گو اور خیر طلب: محمد علی

مکرر یہ کہ نہ مسٹر کی ضرورت ہے نہ مولوی کی، محمد سے جس کا نام شروع ہو اس کے لیے کچھ درکار نہیں، چہ حاجت روئے زیبا را، بھائی حفظ بہت مشکل کام ہے، اطمینان و یکسوئی درکار ہے، سو وہ عنقا۔

مکرر یہ کہ اگر فرصت دنیوی مکروہات سے ملی تو ارادہ ہے کہ چند ماہ مع اہل و عیال کے خاص اعظم گڈھ میں آکر رہوں، مگر شرط ملحوظ خاطر ہے، عرفت ربی بفسخ العزائم، حضرت علیؓ نے بہت خوب فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔ اب جو خدا کا حکم ہوگا وہی ہوگا۔ 'محمد علی'

(معارف ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء)

مکاتیب علامہ محمد اقبالؒ

(المتوفی ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء)

مخدومی! السلام علیکم، اورنٹیل کالج لاہور میں ہیڈ پرشین کی جگہ خالی ہوئی ہے، اس کی تنخواہ ایک سو بیس (۱۲۰) روپیہ ماہوار ہے، میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس جگہ کو اپنے لیے پسند فرماتے ہیں؟ اگر ایسا ہو تو آپ کے لیے سعی کی جائے، آپ کا لاہور میں رہنا پنجاب والوں کے لیے بیحد مفید ہوگا، والسلام۔

آپ کا خادم محمد اقبال بیرسٹر

لاہور یکم نومبر ۱۹۱۶ء

مخدومی! السلام علیکم، مجھے یہ معلوم تھا کہ آپ ملازمت کو قبول نہ کریں گے، لیکن سنڈیکیٹ کے بعض ممبروں کی تعمیل ارشاد میں آپ کو لکھنا ضروری تھا، کسی قدر خود غرضی کا شائبہ بھی میرے خط میں تھا، اور وہ یہ کہ میں چاہتا تھا کہ جس طرح پنجاب والوں کو صوبۂ متحدہ کے علماء و فقہاء سے اس سے پیشتر فائدہ پہونچا ہے اب بھی وہ سلسلہ آپ کے یہاں رہنے سے بدستور جاری رہے، مولانا شبلی مرحوم کی زندگی میں میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مولانا مرحوم پنجاب میں مستقل طور پر اقامت گزین ہو جائیں مگر مسلمان امراء میں مذاق علمی مفقود ہو چکا ہے میری کوشش بارآور نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ دارالمصنفین کے کام میں برکت دے اور آپ کا وجود مسلمانوں کے لیے مفید ثابت کرے۔

آپ کی غزل لاجواب ہے، بالخصوص یہ شعر مجھے بڑا پسند آیا:

ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل میں — وہ ایک قطرۂ خوں جو رگِ گلو میں ہے

مولانا شبلی مرحوم و مغفور نے تاریخی واقعات کو نظم کرنا شروع کیا تھا، اور جو چند نظمیں انھوں نے لکھی تھیں وہ نہایت مقبول ہوئیں، غزل کے ساتھ وہ سلسلہ بھی جاری رکھیے۔

باقی خدا کے فضل وکرم سے خیریت ہے، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال لاہور ۱۲ر نومبر ۱۹۱۶ء

مخدومی! السلام علیکم، آپ کا نوازش نامہ قوت روح اور اطمینان قلب کا باعث ہے۔

میں ایک مدت کے مطالعہ اور غور وفکر کے بعد ان ہی نتائج پر پہونچا ہوں جو آپ کے والانامہ میں درج ہیں، جو کام آپ کر رہے ہیں جہاد فی سبیل اللہ ہے، اللہ اور اس کے رسولؐ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائیں گے، اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ تصوف کا وجود ہی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے جس نے عجمیوں کی دماغی آب وہوا میں پرورش پائی ہے۔

آپ کو خیر القرون والی حدیث یاد ہوگی، اس میں نبی کریمؐ فرماتے ہیں کہ میری امت میں تین قرن کے بعد سمن (و یظھر فیھم السمن) کا ظہور ہوگا۔ میں نے اس پر دو تین مضامین اخبار وکیل امرتسر میں شایع کیے تھے، جس کا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ "سمن" سے مراد رہبانیت ہے، جو وسط ایشیائی اقوام میں مسلمانوں سے پہلے عام تھی، ایمۂ محدثین نے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ لکھا ہے کہ اس لفظ سے مراد عیش پرستی ہے، مگر لسانی تحقیق سے محدثین کا خیال صحیح نہیں کھلتا، افسوس ہے کہ عدیم الفرصتی اور علالت کی وجہ سے میں ان مضامین کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکا، میرا تو عقیدہ ہے کہ غلو فی الزہد اور مسئلۂ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (بہمنیت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں، خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بڑی عزت ہے، مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے، یہی حال سلسلۂ قادریہ کا ہے، جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں، حالانکہ حضرت محی الدین (عبد القادر گیلانی) کا مقصود اسلامی تصوف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا۔

مولف سے میری مراد ایڈیٹر کتاب الطواسین موسیو مسگنان ہے، میں نے فرانسیسی زبان میں طواسین کے مضامین پر حواشی لکھے ہیں، ان شاء اللہ معارف کے لیے کچھ نہ کچھ لکھوں گا، میری صحت بالعموم اچھی نہیں رہتی، اس واسطے بہت کم لکھتا ہوں، مثنوی اسرار خودی کا دوسرا حصہ یعنی رموز بے خودی (اسرار حیات

ملیہ اسلامیہ) قریب الاختتام ہے، شایع ہونے پر ارسال خدمت کروں گا، امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص اقبال ۱۳ر نومبر ۱۹۱۷ء لاہور

مخدومی! السلام علیکم، والانامہ ابھی ملا ہے، رموز بے خودی میں نے ہی آپ کی خدمت میں بھجوائی تھی، ریویو کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

آج مولانا ابو الکلام کا خط آیا ہے، انھوں نے بھی میری اس ناچیز کوشش کو بہت پسند فرمایا ہے، مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ استاذ الکل ہیں، اقبال آپ کی تنقید سے مستفید ہوگا، اسرار خودی کا دوسرا ایڈیشن تیار کر رہا ہوں، عنقریب آپ کی خدمت میں مرسل ہوگی۔

رسالہ صوفی میں میں نے کوئی نظم شایع نہیں کی، کوئی پرانی مطبوعہ نظم انھوں نے شایع کر دی ہوگی، ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں صوفی کو معارف پر ترجیح دوں، معارف ایک ایسا رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارت ایمانی میں ترقی ہوتی ہے، میں ان شاء اللہ ضرور آپ کے لیے کچھ لکھوں گا، یہ وعدہ کچھ عرصہ ہوا میں نے آپ سے کیا تھا اور میں اس وقت تک پورا نہیں کر سکا

امید کہ مزاج بخیر ہوگا، والسلام مخلص محمد اقبال لاہور ۲۸ر اپریل ۱۹۱۸ء۔

مخدوم مکرم جناب قبلہ مولوی صاحب! السلام علیکم، معارف میں ابھی آپ کا ریویو (مثنوی رموز بے خودی پر) نظر سے گذرا ہے، جس کے لیے سراپا سپاس ہوں، آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ میرے لیے سرمایۂ افتخار ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

صحت الفاظ و محاورات کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے ضرور صحیح ہوگا، لیکن اگر آپ ان لغزشوں کی طرف بھی توجہ فرماتے تو میرے لیے آپ کا ریویو زیادہ مفید ہوتا، اگر آپ نے غلط الفاظ و محاورات نوٹ کر رکھے ہیں تو مہربانی کر کے مجھے ان سے آگاہ کیجیے کہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح ہو جائے۔

غالباً آپ نے رموز بے خودی کے صفحات پر ہی نوٹ کیے ہوں گے، اگر ایسا ہو تو وہ کاپی

ارسال فرما دیجیے، میں دوسری کاپی اس کے عوض میں آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔
اس تکلیف کو میں ایک احسان تصور کروں گا، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص اقبال لاہور ۱۰ر مئی ۱۹۱۸ء

مخدومی مولانا! السلام علیکم، چند اشعار معارف کے لیے ارسال خدمت ہیں، ان میں جو پسند آئے اسے شایع کیجیے، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوئے سامری تو قتیل شیوۂ آذری

میں نوائے سوختہ درگلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایت غم آرزو تو حدیث ماتم دلبری

مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفس عدم
ترا دل حرم گرو عجم ترا دیں خریدۂ کافری

تری راکھ میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوت حیدری

کوئی ایسی طرز طواف تو مجھے اے چراغِ حرم بتا
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ سمندری

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغِ سکندری

والسلام مخلص محمد اقبال لاہور ۲۳ر مئی ۱۹۱۸ء

مخدومِ مکرم جناب مولانا! السلام علیکم، آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے، جس کے لیے نہایت ممنون ہوں مجھے اس سے بہت فائدہ پہونچے گا، میں چند روز کے لیے شملہ گیا تھا، وہاں معلوم ہوا کہ آپ بھی وہاں تشریف رکھتے ہیں، افسوس ہے کہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکی، مجھے ایک ضروری کام درپیش تھا، جس میں مصروفیت رہی، البتہ معنوی طور پر آپ کی صحبت رہی، کیونکہ رات کو سیرت نبویؐ کا مطالعہ رہتا تھا، مولانا مرحوم نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے، جس کا صلہ دربار نبویؐ سے عطا ہوگا۔

قوافی کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا بالکل بجا ہے، مگر چونکہ شاعری اس مثنوی (اسرار خودی) سے

مقصود نہ تھی، اس واسطے میں نے بعض باتوں میں عمداً تساہل برتا، اس کے علاوہ مولانا روم کی مثنوی میں تو قریباً ہر صفحہ پر اس قسم کے قوافی کی مثالیں ملتی ہیں، اور ظہوری کے ساقی نامہ کے چند اشعار بھی زیر نظر تھے، غالباً اور مثنویوں میں بھی ایسی مثالیں ہوں گی۔

اصول تشبیہ کے متعلق کاش آپ سے زبانی گفتگو ہوسکتی، قوت واہمہ کے عمل کے رو سے بیدل، اور غنی کا طریق زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، گو کتب بلاغت کے خلاف ہے، زمانۂ حال کے مغربی شعراء کا بھی طرز عمل یہی ہے، تاہم آپ کے ارشادات نہایت مفید ہیں، اور میں ان سے مستفید ہونے کی پوری کوشش کروں گا بحر تلخ رو، کلمہ بسکون لام، باریک تر از جو (بمعنیٰ کم و در عرض و عمق) کوری ذوق، محفل از ساغر رنگین کردن، سرمۂ او دیدۂ مردم شکست، ساز برق آہنگ، از گل غربت (بمعنی شر) تو ابالیدن، صبح آفتاب در قفس وغیرہ کی مثالیں اساتذہ میں موجود ہیں، مگر اس خیال سے کہ آپ کا وقت ضایع ہوگا نظر انداز کرتا ہوں البتہ اگر آپ اجازت دیں تو لکھوں گا، محض کرنے کے لیے کہ میں نے غلط مثالیں تو انتخاب نہیں کیں۔

ایک امر دریافت طلب ہے، اس سے آگاہ فرما کر ممنون کیجیے "قطرۂ از نرگس شہلا ستی" پر جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے میں نہیں سمجھ سکا، کیا آپ کا یہ مقصود ہے کہ قطرہ کا لفظ شہلا کے لیے (یعنی قطرۂ شہلا) موزوں نہیں، یا کچھ اور؟ علیٰ ہذا القیاس "خیمہ بر زد در حقیقت از مجاز" "نعرۂ زد شیرے از دامان دشت"، "باز بانت کلمۂ توحید خواند" کے متعلق بھی یہی سوال ہے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، اس طویل خط کے لیے معافی چاہتا ہوں۔

مخلص محمد اقبال — ۳ر اکتوبر ۱۹۱۸ء

مخدومی! السلام علیکم، آپ کے دونوں نوازش نامے مل گئے، جن کے لیے سراپا سپاس ہوں، میں بخار میں مبتلا تھا، اس لیے جواب نہ لکھ سکا، اس کے علاوہ ٹیک چند بہار کی "ابطال ضرورت" میرے پاس لاہور میں موجود نہ تھی، اس رسالہ میں لفظ کلمہ پر بحث ہے، دیکھ کر جواب عرض کروں گا، اور باقی اسناد بھی لکھوں گا۔

"سیر" فارسی میں ان معنوں میں آتا ہے : سیر کردن ، سیر زدن ، سیر داشتن ، بلکہ سیر دیدن بھی۔

عمرہا صائب بشہر عقل بودم کوچہ بند — کہ از شرم رخت بر گل بہ چندیں رنگ خواہد شد

مدتے ہم با غزالاں سیر صحرا می زنم
تماشا دارد اے مہ باتو سیر گلستاں کردن

لفظ نعرہ حیوانات کی آواز کے لیے بھی آتا ہے ، اس وقت نعرۂ اسپ کی سند موجود ہے ، اور مجھے یاد ہے شیر کے لیے بھی مستعمل ہوا ہے ۔ ان شاء اللہ عرض کروں گا ، مگر میں نے اور وجوہ سے اس شعر میں ترمیم کر دی ہے ، اس میں کچھ شک نہیں کہ غریدن بہت بہتر ہے ۔

دشت اور بیشہ مرادف بھی آتے ہیں اور دشت کے لیے ضرور نہیں کہ بالکل خشک ہو۔

مپرس از آب و رنگِ کوہسارش — ہزاراں دشت لالہ داغ دارش

(یحییٰ شیرازی)

دشت در معنی آبادی و ویرانہ آیا ہے اور معنی کلیت کے پیدا کرتا ہے ، مگر اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں کہ میں نے ہر دو اشعار زیر بحث میں ترمیم کر دی ہے ، دشت و در ایسا ہی ہے جیسے کوہ و دشت ، پست و بلند سے تقطیع بھی نہیں گرتی ، آپ نے مصرع صحیح نہیں لکھا "نعرۂ زد شیرے در دامان دشت" نہیں ، بلکہ "نعرۂ زد شیرے از دامانِ دشت" ہے ۔ باقی باتیں ان شاء اللہ دوسرے خط میں عرض کروں گا ۔

جس توجہ سے آپ نے تنقیدی خطوط لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے ، اس کے لیے نہایت شکر گذار ہوں ، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا ۔ مخلص محمد اقبال لاہور ۲۳ر اکتوبر ۱۹۱۸ء

مخدومی ! السلام علیکم ، اسناد حسب وعدہ حاضر ہیں :

(۱) از گل غربت زماں گم کردۂ ، (رموز)

آپ کا ارشاد اس مصرع پر یہ تھا کہ "از گل" بمعنی بدولت اچھے معنوں میں آتا ہے ، برے معنوں میں نہیں آتا ' بہار عجم میں زیر لفظ گل یہ محاورہ بھی دیا ہے اور اشعار بھی دیے ہیں :

ع زیر دست چرخ بودن از گل بے فطرتی ست

(۲) محفل رنگیں بیک ساغر کند (رموز)

بہ ہفتاد و ملت گردش چشم تو می سازد

بہ یک پیمانہ رنگیں کردہ یک شہر محفلہا (ناصر علی)

(۳) سرمۂ او دیدۂ مردم شکست (رموز)

چشم و گوش شکستن یعنی نابینا شدن (بہار عجم)

ترسم ز گریہ چشم گہر بار بشکند الخ (صائب)

(۴) عشق را داغے مثالِ لالہ بس در گریبانش گل یک نالہ بس (رموز)

گل نالہ پر آپ کا ارشاد تھا:

چنگے بتار نغمۂ قانون شیر زن گلبرگ نالۂ بگریبان دل فشان (زلالی)

(۵) ز آسمان آبگوں یم می چکد من ز جو باریک تر می سازمش الخ (رموز)

لفظ باریک پر آپ کا ارشاد تھا کہ صحیح نہیں، باریک بمعنی کم در عرض و عمق بھی آیا ہے:

" نازک تر است از رگِ جاں گفتگوئے من باریک شد محیط چو آمد بجوئے من (صائب)

از تواضع می تواں مغلوب کردن خصم را می شود باریک چو سیلاب از پل بگذرد

(۶) کور ذوقاں داستانہا ساختند الخ (رموز)

" کور ذوق" کی نسبت آپ کا ارشاد تھا کہ بے مزہ ترکیب ہے۔

چہ غم زیں عروس سخن را بستر کہ بر کور ذوقاں شود جلوہ گر (ظہوری)

کور ذوقاں بہ فیضِ تربیتت چو مسیحا مزاج دانِ سخن (ملا طغرا)

(۷) نوا بالیدن تا نوائے یک اذان بالیدہ است (رموز)

تا چند بالد نفس اندود نوا ایم۔ (بیدل)

(۸) بحر تلخ رو بود بحر تلخ رو یک سادہ دشت (رموز)

تلخ رو بحر کی صفات میں آتا ہے۔ (بہارعجم)

(۹) نعرۂ زد شیرے از دامانِ دشت (رموز)

منجملہ اور ارشادات کے ایک یہ ارشاد تھا کہ لفظ نعرہ شیر کے لیے ٹھیک نہیں، بہارعجم میں ایک شعر دیا ہے جس میں نعرۂ اسپ لکھا ہے۔

بابر ماند چونے بر نہاد و نعرہ کشاد (معز فطرت)

(۱۰) سازِ برق آہنگ او نتواختہ (رموز)

آپ کا ارشاد تھا کہ سازِ برق صحیح نہیں، لیکن مصرع میں ساز کی صفت برق آہنگ ہے، اور برق آہنگ ساز کی صفت آتی ہے۔ (بہارعجم زیر لفظ ساز)

(۱۱) ہم چو صبح آفتاب اندر نفس (رموز)

آپ کا ارشاد تھا کہ صبح کے لیے آفتاب کی کیا ضرورت ہے، یہ ترکیب مرزا بیدل کی ہے میں نے اس کے لیے محل استعمال نیا پیدا کیا ہے، یعنی کعبۃ اللہ کے گرداگرد جب ملت بیضا نماز پڑھتی ہے یا طواف کرتی ہے تو یہ نظارہ صبح آفتاب اندر نفس سے مشابہ ہے۔

ملّتِ بیضا بہ طوفش ہم نفس   ہم چو صبح آفتاب اندر نفس

(۱۲) اے بصیری را ردا بخشندۂ (رموز)

بصیری کے متعلق بھی یہی واقعہ مشہور ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ حضورؐ نے بصیری کو جو جذام میں مبتلا تھا اپنی چادر مطہر خواب میں عطا فرمائی تھی، جس کے اثر سے اس نے جذام سے نجات پائی بعض لوگوں میں قصیدۂ بصیری قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۳) من شبے صدیق را دیدم بخواب   گل زخاکِ راہِ او چیدم بخواب

دوسرے مصرع پر آپ کا ارشاد تھا کہ مطلب زیادہ واضح ہونا چاہیے، اور گل زخاکِ راہِ او چیدم کا کیا مطلب، یہ واقعہ خواب کا ہے جو خواب میں دیکھا گیا، بقیہ اس طرح نظم کر دیا گیا۔

(۱۴) باز بانت کلمۂ توحید خواند۔ لفظ کلمہ کے متعلق بھی لکھوں گا۔

افسوس ہے کہ "ابطال ضرورت" دستیاب نہیں ہوئی، مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس رسالہ میں اس لفظ پر بحث ہے، بہت سے الفاظ جن کو اساتذہ نے بتحریک و بسکون دونوں طرح استعمال کیا ہے، انھوں نے کمی کر دی ہے، مثلاً ربّ ارنی، رمضان، حرکت متوازی، وقران وغیرہ، اس کا بسکون استعمال ہونا یقینی ہے، اساد ان شاء اللہ عرض کروں گا، جواہر الترکیب میں چار دفعہ بسکون لام آیا ہے۔

(۱۵) فرد و قوم آئینۂ یک دیگر اند　　ہم خیال و ہم نشین و ہمسر اند　　(رموز)

لفظ ہم خیال کی نسبت آپ کو شبہہ تھا۔

یاد ایامے کہ باہم آشنا بودیم ما　　ہم خیال و ہم صفیر و ہم نوا بودیم ما

لیکن میں نے یہ لفظ شعر سے نکال دیا ہے۔

(۱۶) بائے بسم اللہ (حضرت علی کے لیے) قاآنی نے لکھا ہے، اور میم مروت مولانا جامی نے تحفۃ الاحرار میں لکھا ہے، میں نے میم مرگ لکھا تھا۔

(۱۷) قوانی کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے صحیح ہے، قاعدہ یہی ہے جو آپ تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا روم ان باتوں کی پروا نہیں کرتے، ظہوری کے دو شعر جو زیر نظر تھے عرض کرتا ہوں ؎

گل شوتم از آب و گل بر دمد　　برقاصی از سینۂ دل جہد

چو از چشم جادو بجا دو رود　　با عجاز پہلو بہ پہلو زند

دوسرا شعر کسی قدر مشتبہ ہے، کوئی اور ایڈیشن ساقی نامہ کی دستیاب نہیں ہوئی ورنہ مقابلہ کرتا، بہر حال قاعدہ کی خلاف ورزی کیے بغیر اگر شعر لکھا جا سکتا ہو تو قاعدہ توڑنے کی کیا ضرورت ہے، ان شاء اللہ ان قوانی پر نظر ثانی کروں گا۔

(۱۸) ورثہ، دورہ، خیال وغیرہ کے متعلق آپ کا ارشاد بالکل بجا ہے، لیکن ان الفاظ کے متعلق پھر بھی کچھ عرض کروں گا

شاہ رمز آگاہ شد محو نماز　　خیمہ برزد از حقیقت در مجاز

نعرۂ زد شیرے از دامان دشت　　دشت و در از ہیبتش لرزندہ گشت

ان اشعار کے متعلق جو کچھ آپ کا ارشاد ہے اس سے مولوی اصغر علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور اتفاق نہیں کرتے، لیکن فی الحال ان پیش کردہ اسناد سے مجھے تسکین نہیں ہوئی، دو چار روز تک نتیجہ عرض کرونگا ان اسناد کو ملاحظہ کیجیے اور بتائیے کہ کون سی صحیح اور کون سی غلط ہے، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

آپ کا مخلص محمد اقبال ۳۰ر اکتوبر ۱۹۱۸ء

مخدومی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کئی روز ہوگئے، ایک عریضہ خدمت عالی میں لکھا تھا جواب سے ہنوز محروم ہوں، "خیمہ برزد از حقیقت در مجاز" کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ از میں تجاوز کا مفہوم نہیں ہے، کیونکہ خیمہ برزدن کے معنی قیام کرنے کے ہیں، میں تلاش میں تھا کہ کوئی سند مل جائے، جیسا کہ میں نے گذشتہ خط میں عرض بھی کیا تھا، آج کلیات سعدی میں وہ سند مل گئی، جو ارسال خدمت ہے:

صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار   وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بیکار

بصیری کو چادر عطا ہونا کئی روایات میں آیا ہے، گذشتہ خط میں اس کا حوالہ لکھنا بھول گیا تھا، مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے شرح قصیدۂ بردہ میں منجملہ اور روایات کے اور روایت بھی لکھی ہے، مطلع فرمائیے کہ جو اسناد میں نے اپنے خطوط میں لکھے ہیں ان کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ الفاظ ورثہ اور خیال کے متعلق بھی عرض کروں گا۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا، آپ کا مخلص محمد اقبال ۲۰ر نومبر ۱۹۱۸ء

مخدومی! السلام علیکم، والا نامہ مل گیا ہے، حالات معلوم ہونے پر طبیعت بہت متاثر ہوئی، اللہ آپ کو اطمینان قلب عطا فرمائے، آپ کا یہ فقرہ کہ "میرے ساتھ خدا کا معاملہ عجیب ہے" گویا تمام ملت مرحومہ کے احساسات کا ترجمان ہے، جو قوم ایک مشن لے کر پیدا ہوئی ہے اس کی روحانی تربیت کے لیے ابتلا کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں، ایک انگریزی مصنف جسے ابتلاء کے دور رس نتائج کا تجربہ ہو چکا تھا لکھتا ہے "دکھ دیوتاؤں کی ایک رحمت عظیم ہے، تاکہ انسان زندگی کے ہر پہلو کا مشاہدہ کر سکے۔" آپ امت محمدیہ کے

خاص افراد میں سے ہیں، اور اس ماموریٰ من اللہ قوم کے خاص افراد کو ہی امرالٰہی ودیعت کیا گیا ہے، فرقۂ یاسیہ کو چھوڑ کر فرقہ رجائیہ میں آجائیے، جس حقیقت کو آپ زیر پردہ دیکھ چکے ہیں، اس کی بے نقابی کا زمانہ قریب ہے ان شاء اللہ ؎

زمانہ باز بیفروخت آتشِ نمرود ۔۔۔ کہ بے نقاب شود جوہرِ مسلمانی

شخصی اعتبار سے مجھے آپ کے ساتھ صد درجہ ہمدردی ہے، یقین جانیے کہ آپ کے الفاظ نے میرے دل پر سوز و گداز کی کیفیت طاری کر دی، اور میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آلام و مصائب میں استقامت عطا فرمائے۔

ہاں ترجمہ کی داد دیتا ہوں، لٹریری اغراض کے لیے یہ ترجمہ نہایت عمدہ ہے، میرے خیال میں اس سے بہتر الفاظ نہ مل سکیں گے، البتہ فلسفیانہ اغراض کے لیے شاید اور الفاظ وضع کیے جائیں تو بہتر ہوگا، پنجاب میں بھی بیماری[1] نے غضب ڈھایا، لاہور میں تو چند روز یہ حالت رہی کہ گورکن بھی نہ مل سکتے تھے، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص محمد اقبال ۲ر دسمبر ۱۹۱۸ء

مخدومی! السلام علیکم، رموز بے خودی کی لغزشوں سے آگاہ کرنے کا وعدہ آپ نے کیا تھا، اب تو ایک ماہ سے بہت زیادہ عرصہ ہوگیا، امید کہ توجہ فرمائی جائے گی، تاکہ میں دوسرے ایڈیشن میں آپ کے ارشادات سے مستفید ہوسکوں۔

وسائیر کے حوالوں کے متعلق آپ نے لکھا تھا، اس وقت اورنٹیل کالج لاہور کا کتب خانہ بند تھا، اور اب بھی بند ہے، اکتوبر میں کھلے گا، اگر کچھ حوالے دستیاب ہوگئے تو عرض کروں گا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور ۸ر دسمبر ۱۹۱۸ء۔

روس کے مسلمانوں کے متعلق جو مضمون معارف میں شایع ہوا ہے اسے ایک علیٰحدہ رسالہ کی صورت میں شایع کرنا چاہیے۔ محمد اقبال

---

[1] گذشتہ بڑی جنگ کے بعد انفلوئنزا کی سخت مہلک وبا نمودار ہوئی تھی۔

مخدومی! السلام علیکم، ایک عرصہ سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ معارف میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قبلہ کا ایک خط شایع ہوا ہے، جس میں انھوں نے طرفہ کا ایک مقبول عربی شعر نقل کیا ہے، کیا آپ یہ بتانے کی زحمت گوارہ کر سکتے ہیں کہ یہ خط مالٹا سے کون سی تاریخ کو لکھا گیا تھا، صاحب مضمون نے خط کی تاریخ نہیں بتائی، امید کہ مزاج بخیر ہوگا والسلام

۲۳ر مارچ ۱۹۱۹ء

مخدومی! السلام علیکم، والا نامہ ملا، جس کے لیے سراپا سپاس ہوں، الحمد للہ کہ مولانا آزاد کو آزادی[1] ملی، کیف باطن میں بالخصوص آج کل "صحو" ہی کی ضرورت ہے، نبی کریمؐ نے صحابہؓ کی تربیت اسی حال میں کی تھی، "سکر" کی حالت عمل کی دشوار گذار منزل کو طے کر لینے کے بعد ہو تو مفید ہے، باقی حالات میں اس کا اثر روح پر ایسا ہی ہے جیسا جسم پر افیون کا، مولانا آزاد اب کہاں ہیں؟ پتہ لکھیے کہ ان کی خدمت میں عریضہ لکھوں میری خامیوں سے مجھے ضرور آگاہ کیا کیجیے، آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن مجھے فائدہ ہوگا، "بادۂ نارسا"[2] کے لیے مجھے کوئی سند یاد نہیں، بادۂ نارس یا میوۂ نارس (بمعنی خام) لکھتے ہیں، لفظ بینار (بغیری کے ہے) یہ الفاظ اس زمانہ کی نظموں میں واقع ہوئے ہیں جس زمانہ میں میں سمجھتا تھا کہ لٹریچر میں ہر طرح کی آزادی لے سکتے ہیں، یہاں تک کہ بعض نظموں میں میں نے اصول بحر کا بھی خیال نہیں کیا، اور ارادۃً۔

مجموعہ[3] اب تک مرتب نہ ہو سکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اب ان تمام لفظوں پر نظر ثانی کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے فرصت نہیں ملتی، ان شاء اللہ بعد از نظر ثانی شایع کروں گا، اگرچہ مقصود اس شعر گوئی کا نہ شاعری ہے نہ زبان، مولانا گرامی جالندھری (شاعر حضور نظام) نے ایک غزل لکھ کر ڈاک میں ارسال کی ہے، جس کے اشعار عرض کرتا ہوں، پسند ہوں تو معارف میں شایع کیجیے۔

پنہانم و پیدایم کیفم بشراب اندر	پیدایم و پنہانم داغم بہ کباب اندر
دیباچہ بودم ہیچ انگیزد چو دم ہیچ	مضمون خیالم من پیچیدہ بخواب اندر

---

[1] مولانا ابو الکلام آزاد رانچی کی نظربندی سے جنگ عظیم کے بعد رہا ہوئے تھے [2] یہ دو غلط لفظ اقبال نے استعمال کیے تھے، [3] میرا بار بار اصرار تھا کہ اردو نظموں کا مجموعہ چھپوا دیجیے، یہی مجموعہ بانگ درا کے نام سے چھپا ہے۔

آں نکتہ کہ عارف راآورد بوجداین ست | جان ہست بجسم اندر دریا بہ حباب اندر
از موسی من می پرس ازغیر چہ می پرسی، | شوقم بسوال اندر ذوقم بہ جواب اندر
رمزیست حکیمانہ می خوانم و می رقصم | خواب است بمرگ اندرمرگ است بخواب اندر
درکش مکش لائیم، درجذبۂ اِلاّ ئیم | ہیچیم و ہمہ مائیم چوں عکس بہ آب اندر
دیدیدیم گرامی را درخلد بریں امشب | ابلہ بہ بہشت اندر دانا بعذاب اندر

مخلص محمد اقبال لاہور ۳راپریل ۱۹۱۹ء

مخدومی! السلام علیکم، معارف میں ابھی تصوف و تناسخ پر ایک مضمون نظر سے گذرا، ہندوستان ریویو میں بھی میں نے یہ مضمون دیکھا تھا، خیر علمی اعتبار سے تو اس کی وقعت کچھ بھی نہیں، البتہ ایک بات آپ سے دریافت طلب ہے، "ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام" الخ کی نسبت آپ نے لکھا ہے کہ یہ مولانا کا شعر ہے، مجھے ایک عرصہ سے اس میں تامل ہے، مثنوی کبھی شروع سے لے کر آخر تک پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر ایک قابل اعتبار بزرگ نے قریباً چار سال ہوئے مجھ سے کہا تھا کہ یہ شعر مولانا کا نہیں ہے، اور نہ مثنوی میں ہے، اگر مثنوی کے کسی ایڈیشن میں آپ کی نظر سے یہ شعر گذرا ہو تو مہربانی کر کے ایڈیشن اور صفحہ کا حوالہ دے کر ممنون[1] فرمائیے، زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص محمد اقبال ۲۶راگست ۱۹۱۹ء

مخدومی! السلام علیکم، والانامہ کئی دنوں سے آیا رکھا ہے، مگر میں لاہور میں نہ تھا، اس واسطے جواب میں تاخیر ہوئی، معاف فرمائیے گا۔

یہ شعر گلشن راز کا نہیں ہوسکتا، اس کی بحر اور ہے ؎

یقیں داند کہ ہستی جز یکے نیست

---

[1] یہ شعر مولانا کی مثنوی میں نہیں، مولانا کے کلیات میں ہے۔

ان شاء اللہ معارف کے لیے کچھ نہ کچھ لکھوں گا، کئی ماہ کے بعد صرف تین شعر لکھے تھے، نقیب[1] کا عرصہ سے تقاضا تھا، اس کے لیے بھیج دیے۔

میں تو اپنے اشعار کو چنداں وقعت نہیں دیتا، لیکن جب ایڈیٹر معارف ان کے لیے تقاضا کرتے ہیں تو شبہہ ہوتا ہے کہ شاید ایسا ہی کچھ ہو۔

حیدرآباد کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں، افواہاً میں نے کئی دفعہ سنا ہے کہ وہاں اقبال کا تذکرہ ہے، مگر مجھ تک کوئی باقاعدہ اطلاع نہیں آئی، نہ میں نے خود کوئی درخواست آج تک کی۔

مخلص محمد اقبال لاہور ۱۷ر ستمبر ۱۹۱۹ء

مخدومی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دوسرے صفحہ پر چند اشعار معارف کے لیے لکھتا ہوں، مدت سے یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی تھی، گذشتہ رات زکام کی وجہ سے سو نہ سکا، یہ تاثر ایک چھوٹی سی تضمین کی صورت میں منتقل ہوگیا، دردِ سر نے زیادہ شعر نہ لکھنے دیے اور نہ طبیعت پر زیادہ زور دے سکا، معلوم نہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے، واقعات صاف اور نمایاں ہیں، مگر ہندوستان کے سادہ لوح مسلمان نہیں سمجھتے اور لندن کے شیعوں کے اشارے پر ناچتے چلے جاتے ہیں، افسوس مفصل عرض نہیں کر سکتا کہ زمانہ نازک ہے، بہرحال اگر یہ اشعار آپ کو پسند نہ ہوں یا رسالہ معارف کے لیے آپ انھیں موزوں نہ تصور فرمائیں تو واپس بھیج دیجیے۔

مسئلہ تصویر پر آپ نے خوب لکھا، اور اصول تشریعی واضح کر کے کئی اور مسائل کو بالکنایہ حل کر دیا، للہ درک، اس خط کو پرائیوٹ تصور فرمائیے۔

بہت آزمایا ہے غیروں کو تو نے — مگر آج ہے وقت خویش آزمائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا — خلافت کی کرنے لگا تو گدائی

---

[1] اشارہ ہز ہائنس آغا خان کی طرف ہے، مجلس خلافت کی بنیاد اس طرح پڑی تھی، یعنی یہ کہ آغا خان نے منشی مشیر حسین صاحب قدوائی مرحوم بیرسٹر

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے ۔۔۔۔ مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی
مرا از شکستن چنیں عار نایدکہ از دیگراں خواستن مومیائی

عنوان ان اشعار کا آپ خود تجویز کرلیں، اصل فارسی شعر میں دیگراں کی جگہ "ناکساں" ہے، میں نے یہ لفظی تغیر ارادۃً کیا ہے۔
مخلص محمد اقبال لاہور ۲۴ر ستمبر ۱۹۱۹ء

مخدومی! السلام علیکم، نوازش نامہ ملا، عنوان جو آپ نے تجویز فرمایا ہے ٹھیک ہے، تبصرہ کے متعلق میں یہی مشورہ دوں گا کہ میرا مجموعہ[1] شایع ہولے تو لکھیے، فی الحال میں ایک مغربی شاعر کے دیوان کا جواب لکھ رہا ہوں، جس کا قریباً نصف حصہ لکھا جا چکا ہے، کچھ نظمیں فارسی میں ہوں گی، کچھ اردو میں، کلام کا بہت سا حصہ نظر ثانی کا محتاج ہے، لیکن اور مشاغل اتنی فرصت نہیں چھوڑتے کہ ادھر توجہ کرسکوں، تاہم جو کچھ ممکن ہے کرتا ہوں، شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کے کبھی میرا مطمح نظر نہیں رہا، کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے وقت نہیں، مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس، اس بات کو مدنظر رکھ کر جن خیالات کو مفید سمجھتا ہوں ان کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں، کیا عجب کہ آیندہ نسلیں مجھے شاعر تصور نہ کریں، اس واسطے کہ آرٹ (فن) غایت درجہ کی جانکاہی چاہتا ہے، اور یہ بات موجودہ حالات میں میرے لیے ممکن نہیں، جرمنی کے دو بڑے شاعر بیرسٹر تھے، یعنی گوئٹے اور اوہلنڈ، گوئٹے تھوڑے دن پریکٹس کے بعد [illegible] کی ریاست کا تعلیمی مشیر بن گیا، اور اس طرح فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کا اسے پورا موقع مل گیا، اوہلنڈ تمام عمر مقدمات پر بحث کرتا رہا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تھوڑی نظمیں لکھ سکا، اور وہ کمال پورے طور پر نشو و نما نہ پاسکا جو اس کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا، غرض یہ کہ موجودہ حالات میں میرے افکار اس قابل نہیں کہ ان کی تنقید کے لیے سید سلیمان کا دل و دماغ صرف ہو، لیکن اگر احباب تبصرہ پر مصر ہیں تو یہی بہتر ہے کہ مجموعہ کا انتظار کیا جائے، اس کے علاوہ میں اپنے دل و دماغ کی سرگذشت بھی مختصر طور پر لکھنا چاہتا ہوں، اور یہ سرگذشت کلام پر روشنی ڈالنے کے لیے نہایت ضروری ہے، مجھے یقین ہے کہ جو خیالات اس وقت میرے

[1] پیام مشرق کی تالیف کی اطلاع۔

کلام اور افکار کے متعلق لوگوں کے دلوں میں ہیں، اس تحریر سے ان میں بہت انقلاب پیدا ہوگا۔

کاش "یاجوج ماجوج" پر آپ کوئی مضمون لکھتے، یہ امر تحقیق کا محتاج ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء

مخدومی! السلام علیکم، کئی دنوں سے آپ کو خط لکھنے کا قصد کر رہا تھا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ موکلین وکلار کے پاس جب مقدمات کی پیشی کے لیے آتے ہیں تو ان میں سے بعض پھل پھول یا مٹھائی کی صورت میں ہدیہ لے آتے ہیں، یہ ہدایا فیس مقررہ کے علاوہ ہوتے ہیں، اور وہ لوگ اپنی خوشی سے لاتے ہیں، کیا یہ مال مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔

مولانا ابوالکلام کا تذکرہ آپ کی نظر سے گذرا ہوگا، بہت دلچسپ کتاب ہے، مگر دیباچہ میں مولوی فضل الدین احمد[1] لکھتے ہیں کہ "اقبال کی مثنویاں تحریک الہلال ہی کی آوازِ بازگشت ہیں"۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ جو خیالات میں نے ان مثنویوں میں ظاہر کیے ہیں ان کو برابر ۱۹۰۷ء سے ظاہر کر رہا ہوں، اس کے شواہد میری مطبوعہ تحریریں نظم و نثر و انگریزی و اردو میں موجود ہیں، جو غالباً مولوی صاحب کے پیش نظر نہ تھیں، بہرحال اس کا کچھ افسوس نہیں کہ انھوں نے ایسا لکھا، مقصود اسلامی حقایق کی اشاعت ہے، نہ نام آوری، البتہ اس بات سے مجھے رنج ہوا کہ ان کے خیال میں اقبال تحریک الہلال سے پہلے مسلمان نہ تھا، تحریک الہلال نے اسے مسلمان کیا، ان کی عبارت سے ایسا خیال مترشح ہوتا ہے، ممکن ہے ان کا مقصود یہ نہ ہو، میرے دل میں مولانا ابوالکلام کی بڑی عزت ہے، اور ان کی تحریک سے ہمدردی، مگر کسی تحریک کی وقعت بڑھانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اوروں کی دل آزاری کی جائے، وہ لکھتے ہیں کہ "اقبال کے جو مذہبی خیالات اس سے پہلے سنے گئے ان میں اور مثنویوں میں زمین آسمان کا فرق ہے"۔ معلوم نہیں انھوں نے کیا سنا تھا اور سنی سنائی بات پر اعتبار کر کے ایسا جملہ لکھنا جس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں کسی طرح ان لوگوں کے شایانِ شان نہیں جو اصلاح کے علمبردار ہوں، مجھے نہیں معلوم مولوی فضل الدین صاحب

[1] مولوی فضل الدین احمد اس زمانہ میں گویا البلاغ پریس کے منیجر تھے۔

کہاں ہیں، ورنہ یہ موخرالذکر شکایت براہ راست ان سے کرتا، اگر آپ سے ان کی ملاقات ہو تو میری شکایت ان تک پہونچائیے، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ آپ کا خادم محمد اقبال لاہور، ۱۰ر نومبر ۱۹۱۹ء

مخدومی! السلام علیکم، مراجعت[1] مع الخیر مبارک، آپ نے بڑا کام کیا ہے جس کا صلہ قوم کی طرف سے شکر گذاری کی صورت میں مل رہا ہے، اور دربار نبوی ؐ سے نہ معلوم کس صورت میں عطا ہوگا، وزرائے انگلستان کا جواب وہی ہے جو ان حالات میں ہمیشہ دیا گیا ہے۔

أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ[2]

تاہم مجھے یقین ہے کہ ہندی وفد کا سفر یورپ بڑے اہم نتائج پیدا کرے گا۔

امید کہ آپ کی صحت اچھی ہوگی، والسلام مخلص محمد اقبال ۱۰ر اکتوبر ۱۹۲۰ء

مخدومی! السلام علیکم، سیرت عائشہ ؓ کے لیے سراپا سپاس ہوں، یہ ہدیۂ سلیمانی نہیں سرمۂ سلیمانی ہے، اس کتاب کو پڑھنے سے میرے علم میں بہت مفید اضافہ ہوا، خدا تعالیٰ جزائے خیر دے۔

یہ معلوم کرکے تعجب ہوا کہ حمیرا والی سب احادیث موضوعات میں ہیں، کیا کلمینی یا حمیرا بھی موضوع ہے، کمال کا شعر کیا مزے کا ہے ؎

ایں تصرف ہائے من در شعر من کلمینی یا حمیرائے من است

زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۰ء

مخدومی! تسلیم۔ ستمبر کا معارف ابھی نظر سے گذرا ہے، اس میں مسٹر ڈکنسن کے ریویو (اسرار خودی) کا ترجمہ آپ نے شایع کیا ہے، ترجمۂ مذکور کا ایک فقرہ یہ ہے: "اقبال ان تمام فلسفوں کے دشمن ہیں جو شے

---

[1] حضرت سید صاحب ؒ کے سفر یورپ سے واپسی پر [2] یہ قرآن پاک کی آیت اس موقع کی ہے جب فرعون نے حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارون ؑ پر ایمان لانے سے اس لیے انکار کر دیا تھا کہ یہ دونوں عام بشر تھے، اور ان کی قوم فرعون کی غلام رعایا میں تھی، اس آیت کا ترجمہ بھی دلچسپ ہے۔

واجب الوجود کو تسلیم کرتے ہیں۔" (ص ۲۱۴)

اگر آپ کے پاس رسالہ نیشن (Nation) موجود ہو جس میں انگریزی ریویو شایع ہوا تھا، تو میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں، مہربانی کرکے ایک آدھ روز کے لیے بھیج دیجیے، مجھے ایسا خیال ہے کہ غالباً مذکورۂ بالا فقرہ اس ریویو میں نہیں ہے، یا اس کی جگہ کچھ اور ہے، مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ کہیں ترجمہ میں سہو تو نہیں ہوگیا۔

کیا حکمائے صوفیۂ اسلام میں سے کسی نے زمان و مکان کی حقیقت پر بھی بحث کی ہے؟

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، والسلام   مخلص محمد اقبال

مولوی عبدالماجد[1] صاحب کا پتہ معلوم نہ تھا، اس واسطے آپ کو زحمت دی گئی،

محمد اقبال   ۵ر اکتوبر ۱۹۲۱ء

مخدومی! السلام علیکم، پوسٹ کارڈ ابھی ملا ہے، جس کے لیے سراپا سپاس ہوں، کیا کتب خانہ بانکی پور سے کتاب عاریۃً مل سکتی ہے، میں اس کتاب کے دیکھنے کا مدت سے خواہش مند ہوں، انگلستان اور یورپ میں تو کتابیں عاریۃً مل سکتی ہیں، معلوم نہیں اس لائبریری کا کیا قاعدہ ہے، شاید پنجاب یونیورسٹی کے معرفت لکھنے سے مل جائے۔ غالباً قلمی نسخہ ہوگا، والسلام۔   مخلص محمد اقبال لاہور   ۲۸ر نومبر ۱۹۲۱ء

مخدومی! السلام علیکم، ایک عرصہ سے آپ کو خط لکھنے کا قصد کر رہا تھا، دو باتیں دریافت طلب ہیں،

(۱) متکلمین میں سے بعض نے علم مناظر و مرایا کے رو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رویت ممکن ہے، یہ بحث کہاں ملے گی، میں اس مضمون کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

(۲) مرزا غالب کے اس شعر کا مفہوم آپ کے نزدیک کیا ہے ؎

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود   رحمۃٌ للعالمینے ہم بود

[1] مولانا عبدالماجد صاحب ان دنوں معارف کے شریک ایڈیٹر تھے۔

حال کے ہیئت داں کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے، اگر ایسا ہو تو رحمۃ للعلمینؐ کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے[1]، اس صورت میں کم از کم محمد کے لیے تناسخ یا بروز لازم آتا ہے، شیخ اشراق تناسخ کے ایک شکل میں قائل تھے، ان کے اس عقیدہ کی وجہ یہی تو نہ تھی[2]۔

میں نقرس کی وجہ سے دو ماہ کے قریب صاحب فراش رہا، اب کچھ افاقہ ہوا ہے، امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، والسلام۔

۲۰/ اپریل ۱۹۲۲ء

مخدومی! السلام علیکم، والا نامہ ملا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں، رویت باری کے متعلق جو استفسار میں نے آپ سے کیا تھا، اس کا مقصود فلسفیانہ تحقیقات نہ تھی، خیال تھا کہ شاید اس بحث میں کوئی بات ایسی نکل آئے، جس سے آئن اسٹائن کے انقلاب انگیز نظریۂ نور پر کچھ روشنی پڑے، اس خیال کو ابن رشد کے ایک رسالہ سے تقویت ہوئی جس میں انھوں نے ابوالمعالی کے رسالہ سے ایک فقرہ اقتباس کیا ہے، ابوالمعالی کا خیال آئن اسٹائن سے بہت ملتا جلتا ہے، گو مقدم الذکر کے ہاں یہ بات محض ایک قیاس ہے، اور موخر الذکر نے اسے علم ریاضی کی رو سے ثابت کر دیا ہے۔

اگرچہ یورپ نے مجھے بدعت کا چسکا ڈال دیا ہے، تاہم مسلک میرا وہی ہے جو قرآن کا ہے اور جس کو آپ نے آیت شریفہ کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے، خلافت پر جو مضامین آپ نے لکھے نہایت قابل قدر ہیں، ان سب کو ایک علحدہ رسالہ کی صورت میں شایع ہونا چاہیے۔

نظم خضر راہ جو انجمن کے سالانہ جلسہ میں پڑھی تھی، ایک علحدہ کتاب کی صورت میں شایع ہوگئی تھی، میں آج دریافت کراؤں گا، اگر کوئی کاپی اس کی موجود ہے تو خدمت والا میں ارسال کرا دوں گا، ساری نظم کا چھپنا تو اب ٹھیک نہیں، اور نہ اس قدر گنجایش معارف میں ہوگی، لیکن اگر کوئی بند آپ کو پسند آجائے تو اسے چھاپ دیجیے، زیادہ کیا عرض

[1] اس معنی کا ایک اثر بھی تفسیروں میں مروی ہے جو اثر ابن عباس کے نام سے ہے، اس اثر کی تاویل و تشریح میں مولانا قاسم صاحبؒ کا رسالہ تحذیر الناس فی اثر ابن عباس اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی صاحبؒ کا مضمون ہے جو اس بحث میں دیکھنے کے قابل ہے [2] یہ وجہ نہیں شیخ الاشراق ایرانی فلسفہ سے متاثر تھے، اور وہاں سے یہ خیال ان تک پہونچا تھا، دیکھیے شرح کلمۃ الاشراق مقالہ خامسہ [3] روسی مسلمان عالم۔

کروں، امید کہ مزاج بخیر ہوگا، گوئٹے (شاعر جرمنی) کے "مشرقی دیوان" کے جواب میں میں نے ایک مجموعہ فارسی اشعار کا لکھا ہے، عنقریب شایع ہوگا، اس کے دیباچہ میں یہ دکھانے کی کوشش کروں گا کہ فارسی لٹریچر نے جرمن لٹریچر پر کیا اثر کیا ہے، والسلام

۱۴ رمئی ۱۹۲۲ء

عید مبارک باشد

مخدومی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ، میں آپ کو خط لکھنے والا تھا کہ مفتی عالم جان[1] کے حالات معارف میں شایع کیے جائیں، مسلم اسٹنڈرڈ لندن نے ان کے کچھ حالات شایع کیے تھے، آج کے معارف میں میری آرزو سے بڑھ کر مضمون لکھا گیا، جزاک اللہ، معارف کا ایڈیٹر صاحب کشف نہ ہوگا تو اور کون ہوگا، حال کے روسی علماء کے بعض تصانیف اسلام کے متعلق اگر دستیاب ہو جائیں تو ان کا ترجمہ ہندوستان میں شایع ہونا چاہیے

خضر راہ[2] کے متعلق جو نوٹ آپ نے لکھا اس کا شکریہ قبول فرمائیے۔

جوش بیان کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا صحیح ہے، مگر یہ نقص اس نظم کے لیے ضروری تھا (کم از کم میرے خیال میں)۔ جناب خضر کی پختہ کاری، ان کا تجربہ اور واقعات و حوادث عالم پر ان کی نظر، ان سب باتوں کے علاوہ ان کا انداز طبیعت جو سورۂ کہف سے معلوم ہوتا ہے، اس بات کا مقتضی تھا کہ جوش اور تخیل کو ان کے ارشادات میں کم دخل ہو، اس نظم کے بعض بند میں نے خود نکال دیے اور محض اس وجہ سے کہ ان کا جوش بیان بہت بڑھا ہوا تھا، اور جناب خضر کے انداز طبیعت سے موافقت نہ رکھتا تھا، یہ بند کسی اور نظم کا حصہ بن جائیں گے۔

امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا، والسلام

۲۹ رمئی ۱۹۲۲ء

مخدومی! السلام علیکم، پیام مشرق پر جو نوٹ آپ نے معارف میں لکھا ہے اس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

---

[2] علامہ محمد اقبال کی ایک نظم

پروفیسر نکلسن کا خط بھی آیا ہے، انھوں نے اسے بہت پسند کیا ہے اور غالباً اس کا ترجمہ بھی کرینگے،
وہ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب جدید اور اوریجنل خیالات سے مملو ہے، اور گوئٹے کے 'دیوان مغربی' کا قابل تحسین
جواب ہے، مگر میرے لیے آپ کی رائے پروفیسر نکلسن کی رائے سے زیادہ قابل افتخار ہے۔
سید نجیب[1] اشرف صاحب نے اپنے مضمون میں محمد دارال لطیفۂ غیبیہ کا ذکر کیا ہے، یہ چھوٹی سی
کتاب ہے اور میں نے ایران سے منگوائی ہے، اگر وہ یا آپ اسے دیکھنا چاہیں تو بھیج دوں، ندوہ والے اسے
دیکھیں گے تو کوئی نہ کوئی بات پیدا کریں گے۔

اب کے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ پر آپ سے ملنے توقع تھی، میں اسی خیال سے جلسہ میں
گیا کہ آپ کو اپنے ہاں مہمان کرنے کے لیے لیتا آؤں گا، مگر جلسہ میں جا کر مایوسی ہوئی، ان شاء اللہ پھر کبھی کوئی موقع
پیدا ہوگا، کیا تفہیمات الٰہیہ چھپ گئی ہے، امید کہ مزاج بخیر ہوگا، والسلام ۵ر جولائی ۱۹۲۲ء۔

شملہ نو بہار

مخدومی السلام علیکم، میں کچھ دنوں کے لیے شملہ میں قیام پذیر ہوں، نقرس کے دورہ کی وجہ سے
صحت اچھی نہیں رہتی۔

ع۔ مردانِ خدا خدا نہ باشند لیکن زخدا جدا نہ باشند

کس کا شعر ہے؟ ایک امر کے لیے اس کی تحقیق ضروری ہے، ممکن ہے آپ کی نظر سے کسی تذکرہ میں یہ شعر
گذرا ہو، عام طور پر مشہور ہے، میں چند روز اور شملہ میں ہوں، اگر آپ جلد جواب دیں تو مندرجۂ بالا پتے پر
خط لکھیں، اور اگر کچھ دنوں کے بعد خط لکھنا ہو تو لاہور کے پتہ سے تحریر فرمائیں۔

امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا، والسلام محمد اقبال بیرسٹر ۳ر اگست ۱۹۲۲ء

مخدومی جناب مولانا! السلام علیکم، نوازش نامہ ابھی ملا ہے، جس کے لیے بہت شکر گذار ہوں،

[1] جناب سید نجیب اشرف ندوی دیسنوی مرحوم سابق رفیق دارالمصنفین، مرتب رقعات عالمگیر و مقدمۂ رقعات عالمگیر۔

جتنی آگاہی آپ نے دے دی ہے وہ اگر زمانہ فرصت دے تو باقی عمر کے لیے کافی ہے۔

مولانا حکیم برکات احمد صاحب بہاری ثم ٹونکی کا رسالہ تحقیق زمان مطبوعہ ہے یا قلمی؟ اگر قلمی ہے تو کہاں سے عاریۃً ملے گا، علیٰ ہٰذا القیاس مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی طبقات قاضی محب اللہ کے جواہر الفرد اور حافظ امان اللہ بنارسی کی تمام تصانیف کہاں سے دستیاب ہوں گی؟

زمان و مکان و حرکت کی بحث اس وقت فلسفہ اور سائنس کے مباحث میں سب سے زیادہ اہم ہے، میری ایک مدت سے خواہش ہے کہ اسلامی حکماء و صوفیہ کے نقطۂ نگاہ سے یورپ کو روشناس کرایا جائے، مجھے یقین ہے کہ اس کا بہت اچھا اثر ہوگا۔

میرے لکچر آکسفورڈ یونیورسٹی چھاپ رہی ہے، اردو ترجمہ نیازی صاحب نے ختم کرلیا ہے، اس کی طباعت بھی عنقریب شروع ہوگی۔

جن کتابوں کا آپ نے اپنے والا نامہ میں ذکر فرمایا ہے، کیا آپ کے کتب خانہ دارالمصنفین میں موجود ہیں، اگر ہوں تو میں چند روز کے لیے وہیں حاضر ہوجاؤں، اور آپ کی مدد سے ان میں سے بعض کو دیکھ سکوں۔

پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ان میں سے بعض موجود ہیں، مگر سب نہیں، اس کے علاوہ یہاں علمی شغف رکھنے والے علماء بھی موجود نہیں ہیں جن سے وقتاً فوقتاً استفادہ کیا جائے، فی الحال میں مولوی نور الحق صاحب کی مدد سے مباحث[1] مشرقیہ دیکھ رہا ہوں، اس کے بعد شرح[2] مواقف دیکھنے کا قصد ہے، زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، جو زحمت میں کبھی کبھی آپ کو دیتا ہوں اسکے لیے معاف فرمایا کریں، حضرت ابن عربی کے بحث زمان کا ملخص اگر عطا ہوجائے تو بہت عنایت ہوگی، آپ کے ملخص کی روشنی میں کتاب میں خود پڑھوں گا، والسلام

۲۲ر اگست ۲۲ء

مخدومی! السلام علیکم، رسالہ ذخیرۃ الدنیہ جاوا سے نکلنا شروع ہوا ہے، آپ کی خدمت میں بھی

---

[1] طبیعیات والٰہیات میں امام رازی کی اہم تصنیف [2] فلسفہ و کلام کی مشہور کتاب۔

پہونچا ہوگا، ایڈیٹر واقف کار معلوم ہوتا ہے، اور مضامین اچھے لکھتا ہے، ہر مہینہ احادیث نبویؐ کے متعلق کچھ نہ کچھ اس میں ضرور ہوتا ہے، گذشتہ ماہ کے پرچہ میں وہ لکھتے ہیں کہ حدیث "خلیلی فی ہذہ الامۃ اویس القرنی" موضوع ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک اویس کا کوئی تاریخی وجود ہی نہیں ہے، آپ حضرت اویس اور ان کے تمام صوفیانہ روایات کے متعلق جو ان سے منسوب ہیں کیا خیال رکھتے ہیں؟ اگر حضرت امام مالکؒ کی تحقیق زیر نظر[1] ہو تو از راہ عنایت حوالہ سے آگاہ فرمائیے گا۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا، والسلام ۲۳ر جنوری سنہ ۱۹۲۴ء

مخدومی! السلام علیکم، نوازش نامہ معلومات سے لبریز ہے، نہایت شکر گذار ہوں۔
میں نے چند نظمیں فارسی میں لکھی تھیں، جو پیام مشرق کے دوسرے ایڈیشن میں شامل کردی گئیں، ان ہی نظموں میں سے ایک آپ کی خدمت میں ارسال کی گئی، ایک جامعہ ملیہ علی گڈھ کے لیے، اور ایک علی گڈھ منتھلی کے لیے بھیجی گئی، اور کسی جگہ کوئی نظم میں نے نہیں بھیجی، معارف مجھے خاص طور پر محبوب ہے، اور بالخصوص آپ کے مضامین کے لیے کہ آپ کی نثر معانی سے معمور ہونے کے علاوہ لٹریری خوبیوں سے بھی مالا مال ہوتی ہے۔

مولانا گرامی کی غزل میں سن چکا ہوں، اس کا ایک شعر مجھے خاص طور پر پسند آیا ؎

فقر را تر کمانیے ہم ہست

اس شعر پر میں نے تضمین بھی کی تھی، مگر پیام مشرق میں اس واسطے داخل نہ کی کہ اس کے اشعار کی بندش کچھ بھی پسند نہ آئی، اگر آپ کو پسند ہو تو مجھے اشاعت میں کوئی عذر نہیں، عرض کرتا ہوں ؎

سخنے راندهٔ کہ جز فتر شی | بہ سر سند بنی نہ نشست
ورس گیر از گرامیٔ ہمہ درد | کہ برید از خود و باو پیوست

---

[1] اصابۃ ابن حجر میں ہے قال ابن عدی لیس لہ روایۃ لکن کان ینکر وجودہ اس کو نقل کر کے حافظ ابن حجر نے ان کے وجود کی اثباتی روایتیں لکھی ہیں۔

رمز ترک خلافت عربی گفت آں می گسار بزم الست
ماہ را بر فلک دو نیم کند نقر را تر کمانیے ہم ہست

لفظ نشانی کلاسیکل فارسی میں تو آتا ہے، جدید فارسی کا حال مجھے معلوم نہیں، بہار عجم ملاحظہ فرمائیے۔

مسلمانوں نے منطق استقرائی پر جو کچھ لکھا ہے اور جو اضافے انھوں نے یونانیوں کی منطق پر کیے ہیں، اس کے متعلق میں کچھ تحقیق کر رہا ہوں۔

میں آپ کا نہایت شکر گذار ہوں گا، اگر آپ ازراہ عنایت اپنی وسیع معلومات سے مجھے مستفیض فرمائیں، کم ازکم ان کتابوں کے نام تحریر فرمائیے جن کو پڑھنا ضروری ہے، جرمن زبان میں کچھ مسالہ اس کے لیے ہے، اور چند کتابیں اسلامی حکما پر حال ہی میں شایع ہوئی ہیں، جو میں نے پنجاب یونیورسٹی کے لیے خریدی تھیں عربی و فارسی کتب سے آپ آگاہ فرمائیں، مگر کتابیں ایسی ہوں جو دستیاب ہوسکتی ہوں، ان کے ناموں پر نشان کر دیجیے گا، قیاس پر اعتراض غالباً سب سے پہلے امام رازی نے کیا تھا، امام غزالی، ابن تیمیہ اور شاید شیخ سہروردی مقتول نے بھی اس مضمون پر لکھا ہے، موخرالذکر کی تحقیق زمانۂ حال کے خیالات کے بہت قریب ہے

امید کہ مزاج بخیر ہوگا، مخلص محمد اقبال یکم فروری ۱۹۲۴ء

مخدومی! السلام علیکم، کیا روسی مسلمانوں میں بھی ابن تیمیہؒ اور محمد بن عبدالوہابؒ نجدی کے حالات کی اشاعت ہوئی تھی، اس کے متعلق آگاہی کی ضرورت ہے مفتی عالم جان جن کا حال میں انتقال ہوگیا ہے، ان کی تحریک کی اصل غایت کیا تھی، کیا یہ محض تعلیمی تحریک تھی یا اس کا مقصود ایک مذہبی انقلاب بھی تھا۔

تکلیف دہی کے لیے معافی چاہتا ہوں، اور یہ بھی التماس کرتا ہوں کہ اس عریضہ کا جواب جہاں تک ممکن ہو جلد دیا جائے۔ والسلام مخلص محمد اقبال بیرسٹر لاہور یکم مئی ۱۹۲۴ء

مخدومی! السلام علیکم، حال میں امریکہ کی مشہور یونیورسٹی (کولمبیا) نے ایک کتاب شایع کی ہے،

لہ سب سے پہلے ابوالبرکات بغدادی نے کیا ہے جن کی کتاب "المقر" حیدرآباد سے چھپ کر شایع ہوچکی ہے۔

جس کا نام ہے "مسلمانوں کے نظریات متعلقہ مالیات" اس کتاب میں لکھا ہے کہ اجماع امت نص قرآنی کو منسوخ کرسکتا ہے، یعنی یہ کہ مثلاً مدت شیرخوارگی جو نص صریح کی رو سے دو سال ہے، کم یا زیادہ ہوسکتی ہے، یا حصص شرعی میراث میں کمی بیشی کرسکتا ہے، مصنف نے لکھا ہے کہ بعض حنفا اور معتزلیوں کے نزدیک اجماع امت یہ اختیار رکھتا ہے مگر اس نے کوئی حوالہ نہیں دیا، آپ سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ آیا مسلمانوں کے فقہی لٹریچر میں ایسا کوئی حوالہ[1] موجود ہے؟۔

اور دیگر یہ ہے کہ آپ کی ذاتی رائے اس بارے میں کیا ہے؟ میں نے مولوی ابوالکلام صاحب کی خدمت میں بھی عریضہ لکھا ہے، میں آپ کا بڑا ممنون ہوں گا اگر جواب جلد دیا جائے۔

آپ کا مخلص محمد اقبال بیرسٹر ۴۳۔ میکلوڈ روڈ لاہور ۱۸ اگست ۱۹۲۴ء

مخدومی! السلام علیکم، میں نے کل ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔

تخصیص و تعمیم احکام کا جہاں تک تعلق ہے، اس خط کے جواب کی زحمت نہ گوارا فرمائیے، کیونکہ قاضی شوکانی کی ارشاد الفحول سے اس کا حال مجھے معلوم ہوگیا ہے، البتہ باقی حصۂ خط کا جواب ضرور عنایت فرمائیے، علامہ آمدی کی کتاب جہاں تک مجھے معلوم ہے یہاں نہیں ہے، ان شاء اللہ سرما میں یونیورسٹی کے لیے ایک کاپی منگوانے کی کوشش کروں گا، پنجاب میں ایک صاحب نے حال میں قرآن کی تفسیر شایع کی ہے، جس کا نام تذکرہ[2] ہے، کیا آپ کی نظر سے گذری ہے؟ کتاب اس قابل ہے کہ اس کا ریویو مفصل آپ کے قلم سے نکلے، امید کہ مزاج بخیر ہوگا، والسلام۔ مخلص محمد اقبال لاہور ۱۹ اگست ۱۹۲۴ء

---

[1] اجماع سے نص قرآنی کے منسوخ ہونے کا کوئی قائل نہیں، امریکی مصنف نے غلط لکھا ہے، آمدی "الاحکام" میں لکھتے ہیں: مذهب الجمهور ان الاجماع لا ينسخ به خلافاً لبعض المعتزلة، ج ۳، ص ۲۲۹، بعض معتزلہ ایسا کہتے تھے، مگر ان کی رائے مقبول نہیں ہوسکی، آمدی نے حصہ شرعی کے ایک خاص مسئلہ کے باب میں ایک حوالہ نقل کیا ہے، پھر اس کا جواب دیا ہے، اس سے امریکی مصنف کا استدلال غلط محض ہے۔

مخدوم محترم! السلام علیکم، نوازش نامہ ابھی ملا ہے، جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

(۱) آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقہاء نے اجماع سے نص کی تخصیص جائز سمجھی ہے، ایسی تخصیص یا تعمیم کی مثال اگر کوئی ہو تو اس سے آگاہ فرمائیے۔

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ ایسی تخصیص یا تعمیم صرف اجماع صحابہ ہی کر سکتا ہے یا علماء و مجتہدین امت بھی کر سکتے ہیں، اگر مسلمانوں کی تاریخ میں صحابہؓ کے بعد کوئی ایسی مثال ہو تو اس سے بھی آگاہ فرمائیے، یعنی یہ کہ کس مسئلہ میں صحابہؓ نے یا علمائے امت نے نص کے حکم کی تخصیص یا تعمیم کر دی، میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تخصیص یا تعمیم حکم سے آپ کی کیا مراد ہے۔

(۲) دیگر آپ کا ارشاد ہے کہ اگر صحابہؓ کا کوئی حکم نص کے خلاف ہے تو اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ کوئی ناسخ حکم ان کے علم میں ہوگا، جو ہم تک روایۃً نہیں پہونچا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کوئی حکم ایسا بھی ہے جو صحابہؓ نے نص قرآنی کے خلاف نافذ کیا ہو، اور وہ کون سا حکم[1] ہے؟

یہ بات کہ کوئی ناسخ حکم ان کے علم میں ہوگا محض حسن ظن پر مبنی ہے، یا آج کل کی قانونی اصطلاح میں "لیگل فکشن" ہے، علامہ آمدی کے قول سے تو بظاہر امریکن مصنف کی تائید ہوتی ہے، گو صرف اس حد تک کہ اجماع صحابہ نص قرآنی کے خلاف کر سکتا تھا، بعد کے علماء ایسا نہیں کر سکتے، کیونکہ ان کے علم میں کوئی ناسخ حکم نہیں ہو سکتا۔

(۳) اگر صحابہؓ کے اجماع نے کوئی حکم نص قرآنی کے خلاف نافذ کیا تو علامہ آمدی کے خیال کے مطابق ایسا کسی ناسخ حکم کی بنا پر ہوا ہے، وہ ناسخ حکم سوائے حدیث نبویؐ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث ناسخ قرآن ہو سکتی ہے، جس سے کم از کم مجھے تو انکار ہے، اور غالباً آپ کو بھی ہوگا، مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو دوبارہ زحمت دینے پر مجبور ہوا، لیکن آپ کے وسیع اخلاق پر بھروسہ کر کے یہ جرأت کی ہے۔

جو کتاب امریکہ میں چھپی ہے اس کا نشان مندرجۂ ذیل ہے:

---

[1] ایسا کوئی حکم نہیں، اور نہ نص قرآن کے خلاف کوئی حکم صحابہؓ نے دیا ہے۔

Mohammadan Theries of Finance By Nicolas P Aghnides

یہ کتاب کولمبیا یونیورسٹی نے شایع کی ہے، قیمت غالباً دس بارہ سے زیادہ نہ ہوگی، اگر آپ اسے منگوانا چاہیں تو کسی تاجر کتب امریکائی کے ذریعہ سے منگوا سکتے ہیں، تھیکر اسپنک یا میکمین کلکتہ بھی منگوا کر دے سکتا ہے، ان کو مفصل پتہ لکھ بھیجیے یا براہ راست سکریٹری کولمبیا یونیورسٹی شہر نیو یارک (امریکہ) سے خط و کتابت کیجیے امید کہ مزاج بخیر ہوگا، اور خط کا جواب جلد ملے گا۔

مخلص محمد اقبال بیرسٹر میکلوڈ روڈ لاہور ۲۷ اگست ۱۹۲۴ء

مخدومی! السلام علیکم، والا نامہ ابھی ملا ہے جس کے مضمون سے بہت تسکین ہوئی۔

انجمن حمایت اسلام کا صدر مجھے منتخب کیا گیا تھا، مگر میں نے بعض وجوہ سے استعفا دے دیا ہے، کونسل میں اختلاف ہے، اور عام حالت اس انجمن کی اچھی نہیں ہے، بعض ارکان ذاتی اغراض سے اس میں داخل ہیں، اور ان کے نزدیک انجمن ان اغراض کے حصول کا ذریعہ ہے، اور بس، اس وقت وہی جماعت جلسہ کی تیاریاں کر رہی ہے، مگر آپ ضرور تشریف لائیے، یہاں کے لوگوں کو ختم نبوت کے مسئلہ پر بڑی دلچسپی ہے، اور آپ کی تقریر ان شاء اللہ بے حد توجہ سے سنی جائے گی، اس کے علاوہ میں ایک مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں، میرے ہی غریب خانہ پر ٹھہریے، یہاں سے انجمن کا جلسہ گاہ کچھ دور نہیں، موٹر پر چھ منٹوں کی راہ ہے

جناب[1] مشرقی امرتسر کے رہنے والے ہیں، نوجوان آدمی ہیں، کیمبرج میں ریاضی کا اعلیٰ امتحان پاس کیا، ہندوستان واپس آئے تو کچھ مدت کے لیے پشاور کالج کے پرنسپل رہے، اس کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمۂ تعلیم میں رہے، آج کل غالباً کسی سرکاری اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں، مجھے ان کی قابلیت کا حال زیادہ معلوم نہیں؛ مگر اس کتاب کے ریویو سے جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ مغربی افکار پر بھی ان کی نظر نہایت سطحی ہے، باقی تفسیر قرآن و تاریخ اسلام کے متعلق آپ مجھ سے بہتر اندازہ کر سکتے ہیں، ان کی کتاب کے متعلق یہاں عجیب و غریب افواہیں ہیں

[1] جناب عنایت اللہ مشرقی۔

زبانی عرض کروں گا، زمیندار میں تذکرہ پر ایک ریویو مفصل شایع ہوا ہے، جو مصنف نے محنت و کاوش سے لکھا ہے، مگر سید سلیمان ندوی کی اسٹائل اور وسعت نظر اس کو حاصل نہیں، مجھے تذکرہ کا علم اسی ریویو سے ہوا۔
جناب مشرقی جہاں تک مجھے معلوم ہے خود مدعی نہیں ہیں، امت مسلمہ سے ممکن ہے ان کا تعلق ہو، کیونکہ آج کل امت مسلمہ کا سینٹر امرتسر ہے، بہائی فرقہ سے بھی جہاں تک مجھے معلوم ہے ان کا تعلق نہیں ہے،
مختصر یہ کہ یوروپین افکار کی تاریخ کا اعادہ آج کل دنیائے اسلام میں ہو رہا ہے، ان حالات میں جو اس وقت کیفیت آپ کے قلب کی ہے وہ ایک حد تک نیچرل امر ہے، مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جو کام کر رہے ہیں وہ امت مسلمہ کے لیے از بس مفید ہے، دنیائے اسلام اس وقت ایک روحانی پیکار میں مصروف ہے، اس پیکار و انقلاب کا رخ متعین کرنے والے قلوب و اذہان پر شک و ناامیدی کی حالت کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ کا قلب قوی ہے اور ذہن ہمہ گیر، آپ اس حالت سے جلد نکل جائیں گے یا صوفیہ کی اصطلاح میں یوں کہیے کہ اس مقام کو جلد طے کر لیں گے، آپ قلندر رہیں، مگر وہ قلندر جس کی نسبت اقبال نے یہ کہا ہے ؎

قلندراں کہ براہِ تو سخت می کوشند	زشاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند
بجلوت اند و کمندے بہ مہر و مہ پیچند	بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوش اند
دریں جہاں کہ جمالِ تو جلوہا دارد	ز فرق تا بہ قدم دیدہ و دل و گوش اند
بروز بزم سراپا چو پرنیاں و حریر	بروز رزم خود آگاہ و تن فراموش اند

آپ اس جماعت کے پیش خیمہ ہیں، اس جماعت کا دنیا میں عنقریب پیدا ہونا قطعی اور یقینی ہے، باقی جس راہ پر آپ اس سے پہلے قدم زن تھے[1]، اس کے متعلق ان شاء اللہ بوقت ملاقات گفتگو ہوگی، ہندوستانی نیشنلزم کی انتہا یہی تھی، جو آپ کے مشاہدہ میں آگئی۔
امید کہ مزاج بخیر ہوگا، یہ خط بستر پر لیٹے لیٹے لکھا ہے، آج طبیعت بہت مضمحل ہے، بدخطی معاف فرمائیے گا۔

مخلص محمد اقبال ۵ ر دسمبر ۱۹۳۴ء

[1] اشارہ کانگریس کی طرف ہے۔

مخدومی! السلام علیکم، آپ نے کسی گذشتہ خط میں مجھے لکھا تھا کہ حضور سرور کائناتؐ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپ بعض دفعہ وحی کا انتظار فرماتے، اگر وحی نازل ہوتی تو اس کے مطابق مسائل کا جواب دیتے اور اگر وحی کا نزول نہ ہوتا تو قرآن شریف کی کسی آیت سے استدلال فرماتے اور جواب کے ساتھ وہ آیت بھی پڑھ دیتے، اس کا حوالہ کون سی کتاب میں ملے گا، کیا یہ قاضی شوکانی کی کتاب ارشاد الفحول[1] سے آپ نے لیا ہے؟

دوسرا امر جو اس کے متعلق دریافت طلب ہے، یہ ہے کہ جو جواب وحی کی بنا پر دیا گیا وہ تمام امت پر حجت ہے (اور وہ وحی بھی قرآن شریف میں داخل ہوگئی) لیکن جو جواب محض استدلال کی بنا پر دیا گیا، جس میں وحی کو دخل نہیں، کیا وہ بھی تمام امت پر حجت ہے[2]؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ حضورؐ کے تمام استدلالات بھی وحی میں داخل ہیں[3]، یا بالفاظ دیگر یہ کہ قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں[4]، جواب سے مطلع فرماکر ممنون فرمائیے۔

محمد اقبال   لاہور   ۱۶راکتوبر ۱۹۲۴ء

مخدومی! السلام علیکم، اس وقت سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ فقہ اسلامی کی ایک مفصل تاریخ لکھی جائے، اس مبحث پر مصر میں ایک چھوٹی سی کتاب شایع ہوئی تھی جو میری نظر سے گذری ہے، مگر افسوس ہے کہ بہت مختصر ہے، اور جن مسائل پر بحث کی ضرورت ہے، مصنف نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے، اگر مولانا شبلیؒ زندہ ہوتے تو میں ان سے ایسی کتاب لکھنے کی درخواست کرتا، موجودہ صورت میں سوائے آپ کے اس کام کون کریگا میں نے ایک رسالہ اجتہاد پر لکھا تھا، مگر چونکہ میرا دل بعض امور کے متعلق خود مطمئن نہیں اس واسطے اس کو اب تک شایع نہیں کیا، آپ کو یاد ہوگا میں نے آپ سے بھی کئی امور کے متعلق استفسار کیا تھا، مسلمانوں پر اس وقت (دماغی اعتبار سے) وہی زمانہ آرہا ہے جس کی ابتدا یورپ کی تاریخ میں لوتھر کے عہد سے ہوئی، مگر چونکہ اسلامی تحریک کی کوئی خاص شخصیت راہ نما نہیں ہے، اس واسطے اس تحریک کا مستقبل خطرات سے خالی نہیں،

[1] اس کا ذکر کتب احادیث میں ہے   [2] بے شبہہ   [3] وحی خفی میں داخل ہیں   [4] جی نہیں! دونوں میں بہت فرق ہے، قرآن پاک بالفاظ وحی ہے اور بہ تواتر منقول ہے، اور یہ حدیثیں وحی سے معنیً ماخوذ ہیں، اور بتواتر منقول نہیں۔

نہ عامۃ المسلمین کو یہ معلوم ہے کہ اصلاح لوتھر نے مسیحیت کے لیے کیا کیا نتائج پیدا کیے، ہندوستان کی جمعیۃ العلماء کی توجہ اس طرف ضروری ہے، آپ چونکہ اس جمعیۃ کے صدر ہیں اس واسطے آپ سے درخواست ہے کہ اس کام کو مستقل طور پر اپنے ہاتھ میں لیجیے، ندوہ کے دیگر ارکان یا فارغ التحصیل طلبہ کو بھی اپنے ساتھ ملائیے تاکہ اقوام اسلامیہ کو فقہ اسلامی کی اصل حقیقت معلوم ہو، میں نے سنا ہے کہ البانیہ کے مسلمانوں نے وضو اڑا دیا[1]، اور ممکن ہے نماز میں بھی کوئی ترمیم کی ہو، ٹرکی کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہے[2]، مصر میں بھی یہ تحریک جاری ہے[3]، اور عنقریب ایران اور افغانستان میں بھی اس کا ظہور ہوگا، ایران کو بابیت سے اندیشہ ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ اسماعیلی تحریک کہیں پھر زندہ نہ ہو جائے، ایک قدیم اسلامی اصطلاح ہے صوت الحق، شاید اس کا مفہوم قبیلہ کی آواز ہے، کیونکہ اس وقت دنیائے اسلام میں کوئی مذہبی شخصیت نہیں، جو طبائع کے اس انقلاب کو ٹھیک رستہ پر لگائے، غرض کہ اس وقت مذہبی اعتبار سے دنیائے اسلام کو رہنمائی کی سخت ضرورت ہے، اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے بعض علماء اس کام کو باحسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں، سیاسی اعتبار سے تو ہم باقی اقوام اسلامیہ کو کوئی ایسی مدد نہیں دے سکتے ہیں ہاں دماغی اعتبار سے ان کے لیے بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔

دیگر امر دریافت طلب یہ ہے کہ آیۂ توریث میں حصص بھی ازلی ابدی ہیں[4]، یا قاعدہ توریث میں جو اصول مضمر ہے، صرف وہی ناقابل تبدیلی ہے اور حصص میں حالات کے مطابق تبدیلی ہو سکتی ہے[5]، آیۂ وصیت پر بھی جو ارشادات ہیں میری سمجھ میں نہیں آئے، اس زحمت کے لیے معافی چاہتا ہوں، جب فرصت ملے حرمات سے بھی آگاہ فرمائیے، اس احسان کے لیے ہمیشہ شکر گزار رہوں گا، بعض خیالات زمانۂ حال کے فلسفیانہ نقطۂ نظر کا نتیجہ ہیں، ان کے ادا کرنے کے لیے قدیم فارسی اسلوب بیان سے ~~مشتبہ~~ نہیں ملتی، بعض تاثرات کے اظہار کے لیے الفاظ ہاتھ نہیں آتے، اس واسطے مجبوراً ترکیب اختراع کرنی پڑتی ہے، جو ضرور ہے کہ اہل زبان کو ناگوار ہو کہ دل و دماغ اس سے مانوس نہیں ہیں، بعض اشعار کے لکھنے میں تو مجھے اس قدر روحانی تکلیف ہوئی کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی، تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کاش چند روز کے لیے

---

[1] یہ خبر غلط تھی [2] ٹرکی میں نماز میں کوئی تغیر نہیں ہوا، [3] یہ خبر بھی بے اصل ہے [4] بے شک [5] کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

آپ سے ملاقات ہوتی، اور آپ کی صحبت سے مستفید ہونے کا موقع ملتا، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

۱۸ مارچ ۱۹۲۶ء

مخدومی! السّلام علیکم، آپ کے بعض خطوط میرے پاس محفوظ ہیں، اور یہ آخری خط بھی جو نہایت معنی خیز ہے اور جس کے مضمون سے مجھے بہ حیثیت مجموعی پورا اتفاق ہے، محفوظ رہے گا، عبادات کے متعلق کوئی ترمیم و تنسیخ میرے پیش نظر نہیں ہے، بلکہ میں نے اپنے مضمون اجتہاد میں ان کی ازلیت و ابدیت پر دلائل قائم کرنے کی کوشش کی ہے، ہاں معاملات کے متعلق بعض سوالات دل میں پیدا ہوتے ہیں، اس ضمن میں چونکہ شرعیت احادیث (یعنی وہ احادیث جن کا تعلق معاملات سے ہے) کا مشکل سوال پیدا ہو جاتا ہے اور ابھی تک میرا دل اپنی تحقیقات سے مطمئن نہیں ہوا، اس واسطے وہ مضمون شایع نہیں کیا گیا، میرا مقصود یہ ہے کہ زمانۂ حال کے جورس پروڈنس کی روشنی میں اسلامی معاملات کا مطالعہ کیا جائے، مگر غلامانہ انداز میں نہیں بلکہ ناقدانہ انداز میں، اس سے پہلے مسلمانوں نے عقائد کے متعلق ایسا ہی کیا ہے، یونان کا فلسفہ ایک زمانہ میں انسانی علوم کی انتہا تصور کیا گیا، مگر جب مسلمانوں میں تنقید کا مادہ پیدا ہوا تو انھوں نے اسی فلسفہ کے ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کیا، اس عصر میں معاملات کے متعلق بھی ایسا ہی کرنا ضروری ہے، قاعدۂ میراث کے حصص کے متعلق میں نے مضمون اجتہاد میں یہی طریق اختیار کیا ہے، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لڑکی کو لڑکے سے آدھا حصہ ملنا عین انصاف ہے، مساوی حصہ ملنے سے انصاف قائم نہیں رہتا ہے، بحث کا محرک ترکی شاعر ضیاء بک کی بعض تحریریں تھیں، جن میں وہ اسلامی طلاق اور میراث کا ذکر کرتا ہے، میں نے جو حصص کے متعلق آپ سے دریافت کیا تھا اس کا مقصد یہ نہ تھا کہ ان حصص میں ترمیم چاہتا ہوں، بلکہ خیال یہ تھا کہ شاید ان حصص کی ازلیت و ابدیت پر آپ کوئی روشنی ڈالیں گے، میرے نزدیک اقوام کی زندگی میں قدیم ایک ایسا ہی ضروری عنصر ہے جیسا کہ جدید، بلکہ میرا ذاتی میلان قدیم کی طرف ہے، مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسلامی ممالک میں عوام اور تعلیم یافتہ لوگ دونوں طبقے علوم اسلامیہ سے بے خبر ہیں، اس بے خبری سے آپ کی اصطلاح میں یورپ کے "معنوی استیلاء" کا اندیشہ ہے، جس کا سد باب ضروری ہے، میرا ایک مدت سے یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جو سیاسی اعتبار سے ان کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں، کیا عجب ہے کہ

اسلامی ہند کی آیندہ نسلوں کی نگاہوں میں ندوہ علی گڑھ سے زیادہ کارآمد ثابت ہو، آپ کے خط کے آخری حصہ سے ایک اور سوال میرے دل میں پیدا ہوا ہے، اور وہ یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ قرآن کو کسی مقرر کردہ حد (مثلاً سرقہ کی حد) کو ترک کر دے[1]، اور اس کی جگہ کوئی اور حد مقرر کر دے، اور اس اختیار کی بنا کون سی آیت قرانی ہے؟، حضرت عمرؓ نے طلاق کے متعلق جو مجلس[2] قائم کی ہے اس کا اختیار ان کو شرعاً حاصل تھا[3]، میں اس اختیار کی اساس معلوم کرنا چاہتا ہوں، زمانۂ حال کی زبان سے یوں کہیے کہ آیا اسلامی کانسٹی ٹیوشن ان کو ایسا اختیار دیتی تھی، امام ایک شخص واحد ہے، یا جماعت بھی امام کے قائم مقام ہوسکتی ہے، ہر اسلامی ملک کے لیے اپنا امام ہو یا تمام اسلامی دنیا کے لیے ایک واحد امام ہو، موخرالذکر صورت موجودہ فرق اسلامیہ کی موجودگی میں کیونکر بروے کار آسکتی ہے؟ مہربانی کرکے ان سوالات پر روشنی ڈالیے، لقب امام سے بہت سی مشکلات کا خاتمہ ہوجاتا ہے، بشرطیکہ اس کو وہ اختیارات شرعاً حاصل ہوں جن کا اشارہ آپ نے کیا ہے[4]۔

ترجمہ جو آپ نے ارسال کیا ہے، افسوس ہے کہ وہ معارف کے قابل نہیں ہے، میں نے یہ مضمون ان طلبہ کے لیے لکھا تھا جو اضافیت سے کسی قدر آشنا تھے، اس واسطے مختصر لکھا، مفصل لکھنے کے لیے نہ وقت تھا، نہ ضرورت، غالباً ایسے ریڈر کو اس سے کچھ فائدہ نہ پہونچے گا جو فلسفہ کے بعض مسائل اور نظریۂ اضافیت سے آشنا نہیں ہے، بہر حال میں نے ایک صاحب سے کہا ہے کہ وہ اس کا اردو ترجمہ معارف کے لیے کریں، وہ ترجمہ کریں گے، پھر میں اسے دیکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا، جامعہ کا ترجمہ میری نظر سے

---

[1] ترک کر دے کا لفظ صحیح نہیں، ملتوی کر دے صحیح ہے، جیسے میدان جنگ میں جب اسلامی فوج دار الحرب میں، یا دار الحرب سے قریب ہو، حدود بمصالح ملتوی کر دیے جاتے ہیں۔ [2] میری عبارت کے سمجھنے میں، یا اقبال نے خود اپنے مطلب کی تعبیر میں غلطی کی ہے، حضرت عمر سے پہلے ایک مجلس یعنی ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا، حضرت عمرؓ نے اس کو تین قرار دیا، بات یہ تھی۔ [3] حنفیہ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم معلوم ہوا جس کی اشاعت عہد اول میں نہیں ہوسکی تھی اور حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں کی، حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تعزیراً ایسا کیا تھا اور امام کو تعزیراً ایسا کرنے کا اختیار ہے [4] میں نے ان کو لکھا تھا کہ مسائل فقہ میں ترجیح اور بعض میں التواء یا اجرائے تعزیر مفتیوں کا نہیں بلکہ امام کا حق ہے۔

نہیں گذرا، قادیانیوں نے بھی ایک ترجمہ اس مضمون کا کیا تھا مگر وہ بھی غلط تھا، امید کہ مزاج بخیر ہوگا، خدا تعالیٰ آپ کو اطمینان عطا فرمائے کہ آپ کا اطمینان اور خانگی پریشانیوں سے آزادی ہم سب کے لیے ازبس ضروری ہے،

مخلص محمد اقبال لاہور ۷ راپریل ۱۹۲۶ء

مخدومی! السلام علیکم، آپ اپنے نوازش نامہ کی طوالت کے لیے عذرخواہی کرتے ہیں، مگر میرے لیے یہ طویل خط باعث خیر و برکت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، میں نے اسے کئی دفعہ پڑھا ہے، اور گذشتہ رات چودھری غلام رسول مہر سے بھی پڑھوا کر سنا، اور احباب بھی اس مجلس میں شریک تھے، اگر میری نظر اس قدر وسیع ہوتی جس قدر آپ کی ہے تو مجھے یقین ہے کہ میں اسلام کی کچھ خدمت کر سکتا، فی الحال ان شاء اللہ آپ کی مدد سے کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔

مضمون اجتہاد کی تکمیل کے بعد حافظ ابن قیم کی کتاب طرق الحکمیہ پر اور اس کے بعد المقابلات پر جس کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا ہے لکھنے کا ارادہ ہے، شرعیت احادیث کے متعلق جو کھٹک میرے دل میں ہے[۱]، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احادیث سرے سے بے کار ہیں، ان میں ایسے بیش بہا اصول ہیں کہ سوسائٹی باوجود اپنی ترقی و تعالی کے اب تک ان کی بلندیوں تک نہیں پہونچی، مثلاً ملکیت شاملات دہ کے متعلق المرعی للہ و رسولہ (بخاری) اس حدیث کا ذکر میں نے مضمون اجتہاد میں بھی کیا ہے، بہرحال چند امور اور دریافت طلب ہیں، اگرچہ آپ اس وقت سفر حجاز کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے، تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ ازراہ عنایت میرے سوالات پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے[۲]

(۱) آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں، نبوت اور امامت، نبوت میں احکام قرآنی اور آیات قرآنی سے حضور کے استنباط داخل ہیں، اجتہاد کی بنا محض عقل بشری اور تجربہ و مشاہدہ ہے، یا یہ بھی وحی میں داخل ہے، اگر وحی میں داخل ہے تو اس پر آپ کیا دلیل قائم

---

[۱] میں نے ان کو اس کا تسلی بخش جواب لکھ کر بھیجا تھا۔ [۲] ان تمام امور کے جواب سیرۃ النبی جلد چہارم کے مقدمہ میں مذکور ہیں، مختصراً جواب یہاں بھی حوالۂ قلم ہیں۔

کرتے ہیں[1]؟ میں خود اس کے لیے دلیل رکھتا ہوں، مگر میں اس پر اعتماد نہیں کرتا، اور آپ کا خیال معلوم کرنا چاہتا ہوں، وحی غیر متلو کی تعریف نفسیاتی اعتبار سے کیا ہے، کیا وحی متلو اور غیر متلو کے امتیاز کا پتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چلتا ہے، یا یہ اصطلاحات بعد میں وضع کی گئیں[2]؟

(۲) حضورؐ نے اذان کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا، کیا یہ مشورہ نبوت کے تحت میں آئے گا، یا امامت کے تحت میں[3]؟

(۳) فقہاء کے نزدیک خاوند کو جو حق اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ہے وہ بیوی کو یا اس کے کسی خویش یا کسی اور آدمی کے حوالے کیا جا سکتا ہے، اس مسئلہ کی بنا کوئی آیت قرآنی ہے یا حدیث[4]۔

(۴) امام ابو حنیفہ کے نزدیک طلاق یا خاوند کی موت کے دو سال بعد بھی اگر بچہ پیدا ہو تو قیاس اس بچہ کے ولد الحرام ہونے پر نہیں کیا جا سکتا، اس مسئلہ کی اساس[5] کیا ہے، کیا یہ اصول محض ایک قاعدۂ شہادت ہے یا جزو قانون ہے، اس سوال کے پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ مروجہ ایکٹ شہادت کی رو سے تمام وہ قواعدِ شہادت جو اس ایکٹ کے نفاذ سے پہلے ملک میں مروج تھے منسوخ کیے گئے، ہندوستان کی عدالتوں نے

---

[1] اجتہاد نبویؐ کی بنیاد عقل بشری اور تجربہ و مشاہدہ پر نہیں، بلکہ عقل نبویؐ کا نتیجہ ہے، جو عقل بشری سے مافوق ہے اور جس میں عقل بشری و تجربہ و مشاہدہ کو دخل نہیں، اور نبی کی ہر غلطی کی اصلاح کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہے، پس اجتہاد نبویؐ کے نتائج بھی اگر غلط ہوتے تو اللہ تعالیٰ اصلاح فرماتا، جیسا کہ چار یا پانچ مقام پر اصلاح فرما دیا ہے، پس جب بقیہ اجتہادات نبویؐ کی اصلاح نہیں فرمائی تو تقدیراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح قرار دیے گئے اور اس لیے وہ واجب القبول ہیں [2] اصطلاح بعد میں پیدا ہوتی ہے [3] آنحضرتؐ کو بعض روایات کے رو سے خود بھی اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کی تعلیم دی تھی اور دوسرے صحابہؓ نے بھی خواب میں دیکھا تھا، البتہ اس باب میں صحابہ سے مشورہ کرنا باب امامت سے تھا نہ کہ نبوت سے، کہ احکام نبوت میں مشورہ نہیں۔ [4] تصریح تو احادیث میں ہے، مگر قرآن پاک سے استنباط ممکن ہے۔

[5] اس کی اساس ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جو دارقطنی میں ہے، دوسرے طبی تجربہ ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہے۔

(ہدایہ)

مذکورۂ بالا اصول کو قاعدۂ شہادت قرار دے کر منسوخ کر دیا، نتیجہ اس کا بعض مقامات میں یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان بچہ جو فقہ اسلامی کی رو سے ولد الحرام قرار دیا جاتا ہے ایکٹ شہادت میں اور بھی باتیں ہیں جن کا ذکر اس مضمون میں کرنے کا ارادہ ہے جو حافظ ابن قیمؒ کے فلسفۂ شہادت پر لکھوں گا۔

امید ہے کہ آپ اس تکلیف دہی کے لیے مجھے معاف فرمائیں گے، میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ممالک اسلامیہ کے موجودہ حالات دیکھ کر بے انتہا اضطراب پیدا ہو رہا ہے، ذاتی لحاظ سے خدا کے فضل و کرم سے میرا دل پورا مطمئن ہے، یہ بے چینی اور اضطراب محض اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی اور راہ اختیار نہ کر لے، حال ہی میں ایک تعلیم یافتہ عرب سے ملنے کا اتفاق ہوا، فرانسیسی خوب بولتا تھا، مگر اسلام سے قطعاً بے خبر تھا، اس قسم کے واقعات مشاہدہ میں آتے ہیں تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ ۲۴ر اپریل ۱۹۲۶ء۔

مخدومی! السلام علیکم، شمس بازغہ یا صدرا میں جہاں زمان کی حقیقت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں ان میں ایک قول یہ ہے کہ زمان خدا ہے، بخاری میں ایک حدیث بھی اس مضمون کی ہے: لا تسبّوا الدھر، کیا حکمائے اسلام میں سے کسی نے یہ مذہب اختیار کیا ہے، اگر ایسا ہو تو یہ بحث کہاں ملے گی؟[1]

قرون وسطیٰ کے ایک یہودی حکیم موسیٰ ابن میمون نے لکھا ہے کہ خدا کے لیے کوئی مستقبل نہیں ہے، بلکہ وہ زمان کو لحظہ بہ لحظہ پیدا کرتا ہے۔ یہ موسیٰ قرطبہ میں پیدا ہوا اور قاہرہ میں مرا، غالباً بارہویں صدی کے آخر میں اس نے مسلمانوں کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی اور تمام عمر مسلمانوں ہی کی ملازمت کرتا رہا، متکلمین کے خیالات پر اس نے جرح و قدح بھی خوب کی ہے، میرا گمان ہے کہ میمون کا مذکورہ

---

[1] اقبال مرحوم کو اس بحث سے بڑی دلچسپی تھی، میں نے اس پر لاہور میں ان کی ایک تقریر بھی سنی تھی، اخیر زمانہ میں میرے دل میں علامہ ابن قیم کی تصانیف سے ایک حقیقت فہم میں آئی جس سے بڑی خوشی ہوئی، مگر افسوس کہ اس زمانہ میں مرحوم بیمار تھے، انتظار تھا کہ وہ تندرست ہوں تو ان کو سناؤں، مگر افسوس ع جڑ کٹ گئی محل آرزو کی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ سنتے تو ضرور خوش ہوتے۔

مذہب بھی ضرور کسی نہ کسی مسلمان حکیم کی خوشہ چینی ہے، اگر آپ کے علم میں یہ بات ہو تو مہربانی کر کے مطلع فرمائیے، میں ایک مضمون لکھ رہا ہوں جس کا عنوان یہ ہے: "زمان کی حقیقت فلسفۂ اسلام کی تاریخ میں"

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، اور اس خط کا جواب جہاں تک ممکن ہو جلد دیجیے گا۔

مخلص محمد اقبال بیرسٹر لاہور   ۷ر مارچ ۱۹۲۸ء

مخدومی! السلام علیکم، نوازش نامہ مل گیا ہے جس کے لیے سراپا سپاس ہوں، ایک زحمت دیتا ہوں، معاف فرمائیے گا، "مباحث مشرقیہ" لاہور میں دستیاب نہیں ہو سکتی، کیا یہ ممکن ہے کہ آپ زمان کے متعلق امام رازی کے خیالات کا خلاصہ قلم بند فرما کر مجھے ارسال فرما دیں، میں اس کا ترجمہ نہیں چاہتا صرف خلاصہ چاہتا ہوں، جس کے لکھنے میں غالباً آپ کا بہت سا وقت ضایع نہ ہوگا۔

بزمِ اغیار کی رونق ضرور تھی، اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھوں بک جانا گوارا نہیں ہو سکتا، افسوس اہل خلافت اپنی اصلی راہ سے بہت دور جا پڑے، وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ دکھا رہے ہیں جس کو کوئی مخلص مسلمان ایک منٹ کے لیے بھی قبول نہیں کر سکتا۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا، والسلام   محمد اقبال   ۸ار مارچ ۱۹۲۸ء

مخدومی! السلام علیکم، نوازش نامہ مل گیا ہے، لکچروں کا اردو ترجمہ[1] ان شاء اللہ کیا جائے گا، اصطلاحات کے متعلق آپ سے بھی مشورہ طلب کروں گا۔

سر شفیع کی خدمت میں عرض کر دوں گا، ذوالفقار علی خان ۴ر مئی کو ولایت جا رہے ہیں، ان سے کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ ان کی مالی حالت کچھ حوصلہ افزا نہیں ہے، بہتر ہو کہ آپ سر عبدالقادر سے اس کارِ خیر[2] کے لیے چندہ طلب فرمائیے۔   ۲۵ر اپریل ۱۹۲۹ء

---

[1] وہ لکچر جو مدراس میں میرے خطبات مدراس کے بعد اقبال مرحوم نے دیا تھا، جو انگریزی میں شایع ہو چکا ہے۔
[2] شاید ندوہ کی امداد کی درخواست۔

مخدومی! السلام علیکم، ایک عریضہ ارسال خدمت کر چکا ہوں، امید کہ پہونچ کر ملاحظۂ عالی سے گذرا ہوگا، جس باب میں مولانا شبلیؒ نے ایک فقرہ شعائر وارتفاقات کے متعلق نقل کیا ہے اسی باب میں ایک اور فقرہ نظر سے گذرا جو پہلے نظر سے نہ گذرا تھا:

"وشعائر الدین امر ظاهر یتخصص به ویمتاز صاحبه به فی سائر الادیان کالختان وتعظیم المساجد والاذان والجمعة والجماعات۔"

یہ شاہ صاحبؒ کی اپنی تشریح ہے، جناب کا ارشاد اس بارے میں کیا ہے، علیٰ ہٰذا القیاس ارتفاقات میں شاہ صاحبؒ کی تشریح کے مطابق تمام تدابیر جو سوشل اعتبار سے نافع ہوں داخل ہیں، مثلاً نکاح و طلاق کے احکام وغیرہ، اگر شاہ صاحبؒ کی عبارت کی یہ تشریح صحیح ہے تو حیرت انگیز ہے، اگر ان معاملات میں تھوڑی سی بھی ڈھیل دی جائے تو سوسائٹی کا کوئی نظام نہ رہے گا[1]، ہر ایک ملک کے مسلمان اپنے اپنے دستور و مراسم کی پابندی کریں گے۔

ستمبر کے معارف کا شدت کے ساتھ منتظر ہوں، جلد بھجوائیے، والسلام

مخلص محمد اقبال ۲ر ستمبر ۱۹۲۹ء

مخدومی! السلام علیکم، الکلام (یعنی علم کلام جدید) کے صفحہ ۱۱۴۔ ۱۱۳ پر مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۲۳ کا ایک فقرہ عربی میں نقل کیا ہے، جس کے مفہوم کا خلاصہ انھوں نے اپنے الفاظ میں بھی دیا ہے، اس عربی فقرہ کے آخری حصہ کا ترجمہ یہ ہے:

"اس بنا پر اس سے بہتر اور آسان طریقہ کوئی نہیں کہ شعار، تعزیرات اور انتظامات میں خاص اس قوم کے عادات کا لحاظ کیا جائے جس میں یہ امام پیدا ہوا ہے، اس کے ساتھ آنے والی نسلوں پر ان احکام کے متعلق چنداں سخت گیری نہ کی جائے۔"

مہربانی کر کے یہ فرمائیے کہ مندرجۂ بالا فقرہ میں لفظ شعار سے کیا مراد ہے، اور اس کے

---

[1] مولانا شبلی مرحوم نے شاہ صاحبؒ کے الفاظ کے جو وسیع معنی قرار دیے ہیں وہ صحیح نہیں۔

تحت میں کون کون سے مراسم یا دستور آتے ہیں، اس لفظ کی مفصل تشریح مطلوب ہے، جواب کا
سخت انتظار رہے گا، والسلام۔ مخلص محمد اقبال ۲۲ر ستمبر ۱۹۲۹ء

مخدومی! والا نامہ ملا، جس کے لیے بہت شکر گذار ہوں۔
لفظ 'شعار' کے معنی کے اطمینان آپ کی تحریر سے نہیں ہوا، کیا کسی جگہ حضرت شاہ
ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں شعائر کی یہ تشریح کی ہے، جو آپ نے کی ہے، دیگر عرض یہ ہے کہ شاہ
صاحبؒ نے اسی فقرہ میں لفظ ارتفاقات استعمال کیا ہے، مولانا شبلیؒ نے ایک جگہ اس کا ترجمہ
انتظامات اور دوسری جگہ مسلمات کیا ہے، اردو ترجمہ سے یہ نہیں کھلتا کہ اصل مقصود کیا ہے، کل
سیالکوٹ میں حجۃ اللہ البالغہ مطالعہ سے گذری، اس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحبؒ نے ارتفاقات کی
چار قسمیں لکھی ہیں، ان چار قسموں میں تمدنی امور مثلاً نکاح، طلاق وغیرہ کے مسائل بھی آجاتے ہیں، کیا
شاہ صاحبؒ کے خیال میں ان معاملات میں بھی سخت گیری نہیں کی جاتی، میرا مقصد محض شاہ صاحبؒ
کا مطلب سمجھنا ہے، مہربانی کر کے اسے واضح فرمائیے، سنت پر آپ کا مضمون ضرور دیکھوں گا اور اس سے
اپنی تحریر میں فائدہ بھی اٹھاؤں گا، اس خط کا جواب جلد ارسال فرمائیے۔
مخلص محمد اقبال ۲۸ر ستمبر ۱۹۲۹ء

مخدومی! السلام علیکم، چند ضروری امور دریافت طلب ہیں، جن کے لیے زحمت دے رہا ہوں
ازراہ عنایت معاف فرمائیے:
(۱) حضرت محی الدین ابن عربی کے فتوحات یا کسی اور کتاب میں حقیقتِ زمان کی بحث کس کس
جگہ ہے، حوالے مطلوب ہیں۔
(۲) حضرات صوفیہ میں کسی اور بزرگ نے بھی اس مضمون پر بحث کی ہو تو اس کے حوالہ سے
بھی آگاہ فرمائیے۔

(۳) متکلمین کے نقطۂ خیال سے حقیقت زمان یا آن سیال پر مختصر اور مدلل بحث کون سی کتاب میں ملے گی۔

امام رازی کی مباحث مشرقیہ آج کل دیکھ رہا ہوں۔

(۴) ہندوستان میں بڑے بڑے اشاعرہ کون کون سے ہیں، اور ملا محمود جون پوری کو چھوڑ کر کیا اور فلاسفہ بھی ہندوستانی مسلمانوں میں پیدا ہوئے، ان کے اسمار سے مطلع فرمائیے، اگر ممکن ہو تو ان کی بڑی بڑی تصنیفات سے بھی۔ امید کہ مزاج بعافیت ہوگا والسلام ۸ر اگست ۱۹۳۳ء

مخدومی! السلام علیکم، والانامہ ابھی ملا ہے جس کے لیے سراپا سپاس ہوں، رسالہ اتقان فی ماہیۃ الزمان آج مل گیا، میں نے اس کے لیے ایک دوست کو ٹونک لکھا تھا، آج مولوی برکات احمد کو ایک اور رسالہ کے لیے جو اردو میں ہے لکھا ہے، ہندی فلسفی ساکن پھلواری مصنف تسویلات فلسفہ کا نام کیا ہے، اور کتاب مذکور طبع ہوئی یا نہ، اگر نہیں طبع ہوئی تو قلمی نسخہ اس کا کہاں سے دستیاب ہوگا، مہربانی کر کے جلد مطلع فرمائیں۔

شرح مواقف دیکھ رہا ہوں، فتوحات کا مطالعہ آپ کا ملخص آنے کے بعد دیکھوں[۱] گا، خدا کرے آپ کی صحت اچھی رہے اور آپ اس طرف جلد توجہ کر سکیں، نور الاسلام کا عربی رسالہ بابت مکان، جو رام پور میں ہے، کس زبان میں ہے، قلمی ہے یا مطبوعہ، نور الاسلام کا زمانہ کون سا ہے۔

اس تصدیع کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔

علوم اسلام کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلیمان ندوی کے اور کون ہے، دار المصنفین کی طرف سے ہندوستان کے حکمائے اسلام پر ایک کتاب نکلنی چاہیے، اس کی سخت ضرورت ہے، عام طور پر یورپ میں سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی فلسفیانہ روایات نہیں،

والسلام، مخلص محمد اقبال ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۳ء

---

[۱] کروں گا۔ سہو قلم ہے۔

مخدومی جناب مولانا! السلام علیکم، ایک عریضہ پہلے ارسال کر چکا ہوں، اس کے جواب کا انتظار ہے اس عریضہ میں یہ دریافت کرنا بھول گیا کہ ملا محب اللہ بہاری کی کتاب جوہر الفرد کہاں سے ملے گی؟

شاہ افغانستان آپ سے تعلیم مذہبی کے بارہ میں مشورہ چاہتے ہیں، شاید اسی ماہ ستمبر میں آپ کو کابل سے دعوت آئے، میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ جانے کے لیے تیار ہوں گے، ممکن ہے کہ سید راس مسعود اور اقبال بھی آپ کے ہمراہ ہوں، امید کہ مزاج بخیر ہوگا، جواب کا انتظار ہے یکم ستمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی! السلام علیکم، آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے جو ہم نے قونصل جنرل صاحب کی خدمت میں بھیج دیا ہے، سید راس مسعود صاحب کی طرف سے ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا،

حضرت ابن عربی کے خیالات وافکار بھیجنے کا جو وعدہ آپ نے فرمایا، اس کے لیے بے حد شکر گذار ہوں، مولوی سید برکات احمد صاحب کا رسالہ میں نے دیکھا ہے، ان شاء اللہ سبقاً سبقاً پڑھوں گا، مسئلہ کے متعلق ابھی تک مشکلات باقی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فلاسفہ پر جو اعتراضات ہمارے متکلمین نے کیے ہیں وہ مسئلۂ زمان کے متعلق خود ان کے انکار پر بھی عائد ہوتے ہیں، مولوی سید برکات احمد مرحوم نے دہر اور زمان میں امتیاز کر کے کسی قدر مشکلات کو کم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن حق یہ ہے کہ مسئلہ نہایت مشکل ہے، ممکن ہے حضرت ابن عربی اس پر روشنی ڈال سکیں۔

جمیعۃ العلماء (کانپور) کی صدارت کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے بالکل صحیح ہے، مولوی مظہر الدین صاحب نے میرا حوالہ دینے پر اصرار کیا، اس واسطے میں نے ان کو اجازت دے دی کہ آپ کو صدارت کے لیے خط لکھیں تو میرا حوالہ دے دیں، میں خود مسلمانوں کے انتشار سے بحد درد مند ہوں، اور گذشتہ چار پانچ سال کے تجربہ نے مجھے سخت افسردہ کر دیا ہے، آپ کا طرز عمل اختیار کیے بغیر چارہ نہیں۔

مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے، میں نے آغا خان کو باوجود ان کی تمام کمزوریوں کے ان سب سے بہتر مسلمان پایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدت سے ان کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم آرہا ہے، زیادہ کیا عرض کروں سوائے التماس دعا کے، والسلام مخلص محمد اقبال، ۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء

جناب مولانا! السلام علیکم، آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے، میں نے آپ کو دعوت نامہ ۹ر اکتوبر سے پہلے بھیج دیا تھا، تعجب ہے آپ نے اتنے دنوں بعد پاسپورٹ کے لیے درخواست دی، بہرحال قونصل صاحب نے گورنمنٹ آف انڈیا کو لکھ دیا ہے کہ آپ کا پاسپورٹ جلد مل جائے، مجھے امید ہے کہ جلد مل جائے گا، اس سے پہلے میں ایک پوسٹ کارڈ لکھ چکا ہوں کہ جب آپ کو پاسپورٹ مل جائے تو فوراً مجھے تار دیں، تاکہ تاریخ روانگی مقرر کی جائے، سید راس مسعود کا خط مجھے کل ملا تھا، وہ لکھتے ہیں کہ ۱۹ر اکتوبر کو پشاور سے چلنا چاہیے، میں نے انکو جواب میں لکھا ہے کہ تاریخ روانگی (پشاور سے) کی تعیین پاسپورٹ ملنے پر ہونی چاہیے، یہ بھی خیال رہے کہ اگر ملازم ساتھ لے جانا چاہیں تو اس کے لیے پاسپورٹ علٰحدہ لینا ہوگا، اکتوبر میں موسم خوشگوار رہتا ہے، راتیں عام طور پر ایسی ہوتی ہیں جیسے شملہ میں، البتہ نومبر میں کسی قدر سردی بڑھ جاتی ہے، میرے خیال میں سردی کے موسم کے لیے موزوں بستر اور پہننے کے لیے کپڑے لے جانے چاہئیں، قونسل صاحب نے بھی یہی لکھا ہے، قونصلخانہ کا ایک آدمی ہمارے ہمراہ جائے گا، پشاور سے آپ شاہی مہمان ہوں گے، وہاں آٹھ دس روز سے زیادہ ٹھہرنے کی شاید ضرورت نہ ہوگی، زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ مزاج بخیر ہوگا، والسلام

محمد اقبال لاہور ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

مخدومی مولانا! السلام علیکم، سید راس مسعود اصرار کرتے ہیں کہ لاہور سے ۲۰ر اکتوبر کی صبح کو پشاور کی طرف روانہ ہوں، شام کو پشاور پہونچ جائیں گے، رات بھر وہاں ٹھہر کر ۲۱ر کی صبح کو روانہ کابل ہوں گے، آپ ایسا انتظام کریں کہ یا تو ۲۰ر کی صبح کو لاہور پہونچیں یا ۱۹ر کی شام کو لاہور پہونچ جائیں، امید کہ آپ کو پاسپورٹ اس سے پہلے مل جائے گا، میرا پاسپورٹ کل مل جانے کی توقع ہے، البتہ ملازم کا دو تین روز بعد ملے گا، زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ مزاج والا بخیر و عافیت ہوگا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ہم ۲۱ر کی صبح کو پشاور میں مل جائیں، اگر ہم پہلے پہونچیں گے تو آپ کے لیے آدمی اسٹیشن پر بھجوا دیا جائے گا، اس کارڈ کے جواب میں فوراً خط لکھیے تاکہ آپ کے انتظامات کا حال معلوم ہو جائے

مخلص محمد اقبال ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

جناب مولانا! السلام علیکم، اس سے پہلے ایک کارڈ آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہوں، اور ایک ملفوف خط بھی لکھ چکا ہوں، پاسپورٹ ۱۹ر اکتوبر سے پہلے ہم سب کو مل جائیں گے، اب فیصلہ یہ ہے کہ ہم ۲۰ اکتوبر کو لاہور سے صبح کی ٹرین میں پشاور کو روانہ ہوں اور ۲۱ر کی صبح کو کابل روانہ ہوں، جلدی اس واسطے ہے کہ نومبر میں وہاں سردی ہو جاتی ہے، سید راس مسعود ۱۹ر کی شام کو لاہور پہونچ جائیں گے، آپ بھی مہربانی کر کے ۱۹ر کی شام کو لاہور پہونچ جائیے، یا ۲۰ر کی صبح کو ایسے وقت پہونچیے کہ آپ ہمارے ساتھ ۲۰ر کی صبح کو میل ٹرین میں سوار ہو سکیں، قونصل خانہ سے جو آدمی ہمارے ہمراہ جائے گا وہ بھی لاہور ہی سے ساتھ ہوگا، زیادہ کیا عرض کروں، جب ملاقات ہوگی تو مفصل عرض کروں گا، اس انتظام کے لیے قونصل جنرل صاحب کو اطلاع دے دی ہے، والسلام مخلص محمد اقبال ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

مخدومی! آپ کا پوسٹ کارڈ ابھی ملا ہے، میں اس سے پہلے ایک ملفوف خط ارسال خدمت کر چکا ہوں، آپ ۱۹ر اکتوبر کی شام کو لاہور پہونچ جائیے، یہاں سے ۲۰ر اکتوبر کی صبح پشاور روانہ ہو جائیں گے سید راس مسعود بھی ۱۹ر کی شام کو لاہور پہونچیں گے، قونصل جنرل صاحب کو بھی آپ تار دے دیں کہ آپ ۱۹ر کی شام کو لاہور پہونچ جائیں گے۔

اگر آپ کو پاسپورٹ ۱۷ر کو مل جائے تو مجھے تار دینے کی ضرورت نہیں، قونصل جنرل کو بذریعۂ تار مطلع کر دیں، اور لاہور ۱۹ر کی شام کو پہونچ جائیے، والسلام محمد اقبال ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

مخدومی جناب مولانا! السلام علیکم، دعوت نامہ جو قونصل صاحب کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے ارسال خدمت ہے، تاریخ روانگی کے متعلق بعد میں عرض کروں گا، کیونکہ پاسپورٹ لینے کے لیے بھی کچھ دن لگینگے، امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آج قونصل صاحب کو مزید تفصیلات کے لیے خط لکھ رہا ہوں، ان کا جواب آنے پر پھر خط لکھونگا، آپ پاسپورٹ کے لیے درخواست دے دیں، اس میں اگر یہ لکھ دیا جائے کہ آپ کو شاہ افغان نے تعلیمی امور

میں مشورہ کرنے کے لیے طلب فرمایا ہے تو پاسپورٹ حاصل ہونے میں سہولت ہو اور جلد مل جائے، والسلام
مخلص محمد اقبال لاہور ۵ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

جناب مکرم! السلام علیکم، آپ کا تار کل ملا، جس سے معلوم ہوا کہ ۱۷ر اکتوبر تک آپ کو پاسپورٹ نہیں مل سکا، ممکن ہے ۱۸ر یا ۱۹ر تک مل جائے، ہم یعنی سید راس مسعود اور میں ۲۰ر کی صبح کو لاہور سے روانہ ہوں گے، تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں، اگر آپ ۲۱ر کی صبح کو بھی پشاور پہونچ سکیں تو بہتر ہے، ڈین ہوٹل میں رات بسر ہوگی، یہ ہوٹل پشاور چھاونی کے اسٹیشن سے بالکل قریب ہے، آپ وہیں کے پتہ پر ہم کو تار دے دیں، ہم آپ کی گاڑی کا انتظار کریں گے، اور اسٹیشن پر آپ کے لیے آدمی بھیج دیا جائے گا، اگر آپ کل شام یا ۲۰ کی صبح کو لاہور پہونچ سکیں تو ٹکٹ صرف لاہور ہی تک کا خریدیں، جیسا کہ میں پہلے تار دے چکا ہوں، اگر یہ ممکن نہ ہو تو ٹکٹ پشاور چھاونی اسٹیشن تک کا خرید کریں، آپ کے تمام مصارف ادا کیے جائیں گے، امید کہ آپ بخیریت ہوں گے، اور آپ کی معیت سے ہم سب مستفیض ہوں گے، والسّلام محمد اقبال ۸ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

جناب مولانا! السّلام علیکم۔ میں نے آپ کی خدمت میں دعوت نامۂ افغانستان ارسال کیا تھا، مگر آپ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا، امید ہے کہ آپ نے پاسپورٹ کے لیے (اپنے ضلع میں) درخواست کر دی ہوگی، اگر کوئی ملازم آپ کے ہمراہ جائے گا تو اس کے لیے علٰحدہ درخواست پاسپورٹ کے لیے دینی ہوگی، جب آپ کو پاسپورٹ مل جائے تو مہربانی کرکے مجھے بذریعہ تار مطلع فرمائیے، پاسپورٹ کی درخواست ایک خاص فارم پر دی جاتی ہے، ساتھ فوٹو بھی دینا پڑتا ہے، اگر کوئی اور امر دریافت طلب ہو تو قونصل جنرل افغانستان ۲ ر ہیلی روڈ، نیو دہلی سے دریافت کریں، آپ کے مصارف افغان گورنمنٹ ادا کرے گی، پشاور سے آپ شاہی مہمان ہوں گے، جواب جلد دیں، مخلص محمد اقبال لاہور ۹ ر اکتوبر ۳۳ء

مخدومی جناب قبلہ مولانا! السلام علیکم، معارف سے معلوم ہوا کہ آپ مع الخیر وطن پہونچ گئے۔

یہ عریضہ حضرت محی الدین ابن عربی کے مسئلۂ زمان و مکان کی تلخیص کی یاددہانی کے لیے لکھتا ہوں، مجھے چند روز تک اس کی ضرورت پڑے گی، اس واسطے التماس ہے کہ ادھر جلد توجہ فرما کر مجھے ممنون فرمائیے۔

شاہ نادر کی شہادت کا قلق ہوا، خدا تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان شاء اللہ افغانستان میں امن و امان رہے گا، میں نے شاہ ظاہر کو تار دے دیا تھا جس کا جواب پرسوں موصول ہوا، صدر اعظم صاحب کا تار بھی آیا تھا، امید کہ آپ نے بھی ان کو خیریت کا تار دیا ہوگا، زیادہ کیا عرض کروں۔

امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا، والسلام محمد اقبال ۱۸ر نومبر ۱۹۳۳ء

مخدومی! السلام علیکم۔ عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر آپ کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا، الحمد للہ کہ اس بحث کا خاتمہ آپ کی تصنیف پر ہوا۔

مولوی نور الاسلام کا رسالہ فی تحقیق المکان کی نقل رام پور کے کتب خانہ سے آگئی ہے، اب آپ کے ایفائے وعدہ کا انتظار ہے، امید ہے کہ آپ ادھر جلد توجہ فرما کر مجھے شکر گذاری کا موقع دیں گے، زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام مخلص محمد اقبال ۹ر دسمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی جناب مولانا! السلام علیکم، آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے، تلخیص کے لیے نہایت شکر گذار ہوں، مگر اسے پڑھ کر میرے دل میں ایک خیال یا سوال پیدا ہوا ہے جس کا پوچھنا ضروری ہے۔

اگر دہر ممتد اور مستمر ہے، اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر مکان کیا چیز ہے، جس طرح زمان دہر کا ایک طرح سے عکس ہے، اسی طرح مکان بھی دہر ہی کا عکس ہونا چاہیے، یا یوں کہیے کہ زمان و مکان دونوں کی حقیقت اصلیہ دہر ہی ہے، کیا یہ خیال محی الدین ابن عربی کے نقطۂ خیال سے صحیح ہے، اس کا جواب شاید فتوحات ہی میں ملے، مہربانی کر کے تھوڑی سی تکلیف اور گوارا فرمائیے اور دیکھیے کہ کیا انھوں نے مکان پر بھی کچھ بحث کی ہے اور اگر کی ہے تو مکان اور دہر کا تعلق ان کے نزدیک کیا ہے، اس زحمت کے لیے معافی چاہتا ہوں، اور جواب جہاں تک ہو جلد مانگتا ہوں۔

میں نے زمان و مکان کے متعلق تھوڑا سا مطالعہ کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے بڑے بڑے مسائل پر غور و فکر کیا ہے، اور اس غور و فکر کی تاریخ لکھی جا سکتی ہے، یہ کام صرف آپ ہی کر سکتے ہیں، میرے خیال میں آپ کو چاہیے کہ اس کام کو اپنی زندگی کے اہم مقاصد میں شمار کریں۔

جواب کا انتظار رہے گا، والسلام مخلص محمد اقبال ۱۵؍ دسمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی! السلام علیکم، دنیا اس وقت عجیب کشمکش میں ہے، جمہوریت فنا ہو رہی ہے، اور اس کی جگہ ڈکٹیٹر شپ قائم ہو رہی ہے، جرمنی میں مادی قوت کی پرستش کی تعلیم دی جا رہی ہے، سرمایہ داری کے خلاف پھر ایک جہادِ عظیم ہو رہا ہے، تہذیب و تمدن (بالخصوص یورپ میں) بھی حالت نزع میں ہے، غرضکہ نظام عالم ایک نئی تشکیل کا محتاج ہے، ان حالات میں آپ کے خیال میں اسلام اس جدید تشکیل کا کہاں تک ممد ہو سکتا ہے، اس مبحث پر اپنے خیالات سے مستفیض فرمائیے، اور اگر کوئی ایسی کتابیں ہوں جن کا مطالعہ اس ضمن میں مفید ہو تو ان کے ناموں سے آگاہ فرمائیے، والسلام محمد اقبال ۱۵؍ جنوری ۱۹۳۴ء

مخدوم و مکرم! السلام علیکم، کچھ روز ہوئے ایک عریضہ لکھا تھا، غالباً آپ کی عدیم الفرصتی جواب سے مانع رہی، اس خط کے جواب کا انتظار ہے۔

کل میں آپ کے پرانے خطوط پڑھ رہا تھا، جو میرے پاس محفوظ ہیں، ان میں سے ایک خط میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ اسلامی ریاست کے امیر کو اختیار ہے کہ جب اسے معلوم ہو کہ بعض شرعی اجازتوں میں فساد کا امکان ہے تو ان اجازتوں کو منسوخ کر دے، عارضی طور پر یا مستقل طور پر، بلکہ بعض فرائض کو بھی منسوخ کر سکتا ہے[1]، اس وقت آپ کا خط میرے سامنے نہیں ہے، حافظہ سے لکھ رہا ہوں، کیا یہ بات صحیح ہے، اگر صحیح ہے تو اس کا حوالہ کہاں سے ملے گا، مہربانی کر کے اس کتاب کا پتہ دیجیے جس میں یہ مسئلہ درج ہے۔

(۲) کیا یہ صحیح ہے کہ متعہ (نکاح موقت) حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمانوں میں مروج تھا اور حضرت عمرؓ نے اسے منسوخ کر دیا، نیز زمانۂ حال کا کوئی امیر بھی کسی امر کی نسبت ایسا فیصلہ کرنے کا مجاز ہے۔

سفرنامۂ کابل بہت دلچسپ ہے، ممکن ہے آپ کو وہاں ایک دفعہ پھر جانا پڑے۔
امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، والسلام مخلص محمد اقبال ۲۴ر جنوری ۱۹۳۴ء

جناب مولانا! السلام علیکم، آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے جس کے لیے بہت شکر گذار ہوں، میں نے آپ کا پہلا خط پھر دیکھا ہے، آپ نے جو کچھ لکھا ہے درست ہے، مگر میں ان معاملات کی ایک فہرست چاہتا ہوں جن کے متعلق رائے قائم کرنا امام کے سپرد ہے، جرائم میں ایسے جرم میں جن کی تعزیر غالباً قرآن شریف میں مقرر ہے، ان کے متعلق امام کیونکر رائے دے سکتا ہے۔

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ تواتر عمل کی ایک مثال نماز ہے، مالکیوں اور حنفیوں اور شیعوں میں جو اختلاف صورت نماز میں ہے وہ کیونکر ہوا۔

(۳) ایک اور سوال پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں (۱) احکام منصوصہ میں توسیع اختیارات امام کے اصول کیا ہیں؟ (۲) اگر امام توسیع کر سکتا ہے تو کیا ان کے عمل کو محدود بھی کر سکتا ہے، اس کی کوئی تاریخی مثال ہو تو واضح فرمائیے (۳) زمین کا مالک قرآن کے نزدیک کون ہے، اسلامی فقہا رکا مذہب اس بارے میں کیا ہے، قاضی مبارک میں شاید اس کے متعلق کوئی فتویٰ ہے، وہ فتویٰ کیا ہے؟ (۴) اگر کوئی اسلامی ملک (روس کی طرح) زمین کو حکومت کی ملکیت قرار دے تو کیا یہ بات شرع اسلامی کے موافق ہوگی یا مخالف، اس مسئلہ کا سیاست اور اجتماع معاشرت سے گہرا تعلق ہے، کیا یہ بات بھی رائے امام کے سپرد ہوگی (۵) صدقات کی کتنی قسمیں اسلام میں ہیں، صدقہ اور خیرات میں کیا فرق ہے، تکلیف تو آپ کو ان سوالات کے جواب میں ہوگی، مگر مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس زحمت کے لیے معاف فرمائیں گے۔

تعلیمی مشورت کے لیے جو جلسے آپ کے آنے سے پہلے ہوئے ان کے متعلق کچھ نوٹ سید راس مسعود نے لیے تھے، ان کی خدمت میں ہم دونوں کے علاوہ سردار فیض محمد خان وزیر خارجہ اور افغانی تعلیمی بورڈ کے ممبر اور غالباً ترکی کے تعلیمی مشیر شامل تھے، سردار خان کے خطوط بھی آئے تھے، والسلام یکم فروری ۱۹۳۴ء

مخدومی مولانا! السلام علیکم

یہ خط اعظم گڈھ کے پتہ پر لکھتا ہوں، معلوم نہیں آپ ابھی علی گڑھ ہی میں ہیں یا وہاں سے واپس آگئے، راغب اصفہانی نے مفردات میں لفظ نبی کی تشریح میں لکھا ہے کہ لفظ نبی کے دو معنی ہیں، خبر دینے والا اور مقام بلند پر کھڑا ہونے والا، اول الذکر نبی ہمزہ کے ساتھ اور دوسرا بغیر ہمزہ کے، اس ضمن میں راغب نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے، یعنی حضور رسالت مآب صلعم نے فرمایا کہ میں نبی بغیر ہمزہ کے ہوں، یہ حدیث صحاح ستہ میں ہے یا نہیں[1]۔

قرآن شریف میں جن انبیاء کا ذکر ہے ان میں کون سے نبی بالہمزہ ہیں، اور کون سے بغیر ہمزہ کے، یا سب کے سب بغیر ہمزہ کے ہیں[2]۔

(۲) لفظ نار[3] کا روٹ عربی زبان میں کیا ہے۔

(۳) لفظ نجات[4] کا روٹ کیا ہے، اور روٹ کے رو سے اس کے معنی کیا ہیں، غالباً راغب ہی نے لکھا ہے کہ اس کے معنی بلندی کے ہیں۔

نمبر ایک میں جو سوال میں نے لکھا ہے وہ بڑا اہم ہے، کیونکہ اگر قرآنی انبیاء یا حضور رسالت مآب صلعم نبی بغیر ہمزہ کے ہیں تو لفظ نبی کا انگریزی ترجمہ Prophet جس کے معنی خبر دینے والا کے ہیں، کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ امید کہ آپ کا مزاج بخیر و عافیت ہوگا۔

آپ کا سفرنامہ افغانستان خوب ہے، لوگوں نے پسند کیا، ہاں ایک ضروری بات یاد آگئی، یہاں ایک صاحب کے پاس شاہ ولی اللہ کی تفہیمات الٰہیہ کی دوسری جلد ہے، جو شاہ عاشق حسین (شاگرد ولی اللہ) کی لکھی ہوئی ہے، کیا ندوہ کے کتب خانہ میں یہ کتاب موجود ہے، مولوی نواب صدر یار جنگ کے ہاں جو نسخہ ہے

[1] یہ حدیث صحاح میں نہیں، آپ نے اس لیے نبی کہنے سے منع فرمایا کہ لغت کے رو سے منصب و ارنبوت کے لیے نبی کا لفظ ہے، نبئ نہیں۔ [2] یقیناً سب کے سب نبی بلا ہمزہ کے ہیں [3] ن ور معلوم ہوتا ہے، اس روٹ کے اصل معنی چمک کے معلوم ہوتے ہیں، نور، روشنی، نار، آگ، نورہ، چونا، نورہ، کل سب اسی ایک مفہوم کے مظاہر ہیں۔
[4] ن ج و معنی بلندی کے، یعنی جو سیلاب کے وقت پناہ کی جگہ بن سکے، اسی سے نجوۃ ہے، اور اسی سے موجودہ نجاۃ ہے۔

وہ پہلی جلد ہے، یا دوسری یا دونوں، کیا کسی نے اس کتاب کے اردو ترجمہ کا انتظام کیا ہے، مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ شاید معارف میں اس کے اردو ترجمہ کا اعلان کیا گیا تھا، والسلام ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء

بھوپال، شیش محل

مخدوم و مکرم جناب قبلہ مولوی صاحب! السلام علیکم، میں گلے کے برقی علاج کے لیے کچھ مدت کے لیے بھوپال میں مقیم ہوں، اس خط کا جواب یہیں، مذکورۂ بالا پتہ پر عنایت فرمائیں۔

(۱) کیا فقہ اسلامی کے رو سے توہین رسولؐ قابل تعزیر جرم[۱] ہے، اگر ہے تو اس کی تعزیر کیا ہے[۲]؟

(۲) اگر کوئی شخص جو اسلام کا مدعی ہے یہ کہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضور رسالت مآب پر جزوی فضیلت حاصل ہے، اس واسطے کہ مرزا قادیانی ایک زیادہ متمدن زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں تو کیا ایسا شخص توہین رسولؐ کے جرم کا مرتکب ہے، یا بالفاظ دیگر اگر توہین رسول جرم قابل تعزیر ہے تو عقیدۂ مذکور توہین رسول کی حد میں آتا ہے یا نہیں[۳]؟

(۳) اگر توہین رسولؐ کی مثالیں کتب فقہ میں مذکور ہوں تو مہربانی فرما کر ان میں سے چند تحریر فرمائیے، کتاب کا حوالہ بقید صفحہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیے[۴]۔

---

[۱] بے شبہہ۔ [۲] تعزیر حسب رائے امام قید سے لے کر قتل تک۔ [۳] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو جزوی فضیلت حاصل ہونا جائز ہے، اور ایسا کہنا نہ کفر ہے نہ توہین نبی کا باعث ہے، البتہ مقتضائے محبت کے خلاف ہے، اور پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ جزوی فضیلت حقیقت میں فضیلت کے شمار میں ہے بھی، مثلاً زیادہ متمدن زمانہ میں ہونا کوئی فضیلت نہیں، کیونکہ خود تمدن نہ کوئی دینی فضیلت ہے، نہ اخلاقی، نہ عقلی، بلکہ ممکن ہے کہ اس کے بعد اور بھی دنیا زیادہ متمدن ہو جائے تو اس زمانہ کے آدمی پر بھی اس زمانہ کے آدمی کو فوقیت ہو جائے، اور اگر یہ امر باعث فضیلت ہو تو غلام احمد قادیانی کیا اقبال سیالکوٹی کو بھی یہ جزوی فضیلت حاصل ہے، بلکہ غلام احمد سے زیادہ، کیونکہ مرزا صاحب نے صرف اس کو دور سے دیکھا ہے، یہ چکھا اور آزمایا نہیں۔ [۴] یہ نقل کفر مجھ سے نہ ہوگا، آپ السیف المسلول علی شاتم الرسولؐ دیکھ لیجیے۔

امید ہے کہ اس عریضہ کا جواب جلد ملے گا، زیادہ کیا عرض کروں، میری صحت پہلے سے بہتر ہے، امید ہے اس دفعہ کے علاج سے زیادہ فائدہ ہوگا، والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور حال وارد بھوپال ۱۹ جولائی ۳۵ء

مخدوم مکرم جناب مولانا! السلام علیکم، آپ کا والا نامہ مجھے ابھی ملا ہے، جس کے لیے سراپا سپاس ہوں، چند امور اور بھی دریافت طلب ہیں، ان کے جواب سے ممنون فرمائیے:

(۱) تکملۂ مجمع البحار ص ۸۵ میں حضرت عائشہؓ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ حضور رسالتمآبؐ کو خاتم النبیین کہو، لیکن یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا۔[1]

مہربانی کر کے کتاب دیکھ کر یہ فرمائیے کہ آیا اس قول کے اسناد درج ہیں، اور اگر ہیں تو آپ کے نزدیک ان اسناد کی حقیقت کیا ہے، ایسا ہی قول درِ منثور جلد پنجم ص ۲۰۴ میں ہے، اس کی تصدیق کی بھی ضرورت ہے[2] میں نے یہاں بھوپال میں یہ کتب تلاش کیں، افسوس اب تک نہیں ملیں۔

حجج الکرامہ ص ۴۲۷ - ۴۳۱ میں حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کے متعلق ارشاد ہے: من قال بسبب نبوتہ کفر حقا اس قول کی آپ کے نزدیک کیا حقیقت ہے۔[3]

---

[1] اس وقت وہ ردِ قادیانی پر اپنا مضمون تیار کر رہے تھے، [2] جی ہاں! اس کتاب میں یہ روایت ہے، جو مصنف ابن ابی شیبہ سے لی گئی ہے، لیکن اس کی سند مذکور نہیں، جو روایت کی صحت و ضعف کا پتہ لگایا جائے، اور اگر صحیح ہو بھی تو یہ حضرت عائشہؓ کی محض رائے ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار خود فرمایا ہے لانبیّ بعدی، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے خیال میں اس لیے ایسا کہنے سے منع کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا انکار اس سے لوگ نہ سمجھنے لگیں، بہرحال یہ ان کا خیال ہے جس کا صحیح ہونا ضروری نہیں، خصوصًا ایسی صورت میں جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف ہو۔ [3] جی ہاں! وہی روایت بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ اس کتاب میں بھی ہے اور اس کی نسبت پہلے لکھ چکا [4] حجج الکرامہ فی آثار القیامہ نواب صدیق حسن خاں کی کتاب ہے حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی بصفت نبوت ہوگی یا بلا صفت نبوت، اس باب میں علماء کا اختلاف ہے نواب صاحب کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ بصفت نبوت ہوگی اسلیے وہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ انکی آمد ثانی میں ان کی صفت نبوت کا انکار کرتے ہیں وہ مرتکب کلمۂ کفر ہیں، بہرحال یہ رائے ہے۔

(۳) لوعاش ابراھیم لکان نبیًّا۔ اس حدیث کے متعلق کیا خیال ہے، نووی اسے معتبر نہیں جانتا، ملا علی قاری کے نزدیک معتبر ہے، کیا اس کے اسناد درست ہیں؟[1] بخاری کی حدیث واماکم منکم میں واو حالیہ ہے کیا؟[2] اگر حالیہ ہو تو اس حدیث کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے مسلمانوں کو کوئی تعلق نہیں، کیونکہ جس وقت وہ آئیں گے مسلمانوں کا امام خود مسلمانوں میں سے ہوگا۔

( ) ختم نبوت کے متعلق اور بھی اگر کوئی بات آپ کے ذہن میں ہو تو اس سے آگاہ فرمائیے، زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ مزاج بخیر ہوگا، والسلام مخلص محمد اقبال یکم اگست ۱۹۳۵ء

---

۲۰ راگست ۱۹۳۵ء

مخدومی! السلام علیکم، آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے، جس کے لیے سراپا سپاس ہوں، میں بھی یہاں

---

[1] یہ ابن ماجہ کی روایت ہے، اس روایت کو بعض محققین نے موضوعات میں شمار کیا ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ فرضًا ہے، واقعہ نہیں، کیونکہ لو فرض اور عدم وقوع کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اس لیے ابراہیم بن محمد کو بچپن ہی میں اٹھا لیا گیا، چنانچہ دوسری روایتوں میں یہی مذکور ہے، چنانچہ خود ابن ماجہ میں اور بخاری میں ہے ولو قضی ان یکون بعد محمد نبی لعاش ابنہ ولکن لانبیّ بعدی (ابن ماجہ جنائز، بخاری انبیاء) یعنی یہ کہ اگر فیصلۂ الٰہی یہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے، لیکن یہ فیصلہ الٰہی ہو چکا تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، ملا علی قاری نے اس کو موضوعات میں لیا ہے، اس کو معتبر نہیں کہا ہے، ضعیف کہا ہے، اس میں ابو شیبہ ابراہیم ضعیف ہے بلکہ وہ متروک الحدیث، منکر الحدیث، باطل گو اور دروغ گو تک کہا گیا ہے، اس کے بعد بشرط صحت علما نے اس کی تاویل کی ہے، بہر حال اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو اس حدیث کا ہے لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمر (مسند احمد، ترمذی) یعنی یہ کہ اگر میرے بعد نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوتے، لیکن چونکہ ممکن نہیں اس لیے نہ وہ اور نہ کوئی اور نبی ہو سکتا ہے۔

[2] صحیح یہی ہے کہ واؤ حالیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسٰی عیسائیوں پر حجت ہوں گے، اور مسلمانوں کی تائید فرمائیں گے، مسلمانوں کا امام الگ ہوگا، حضرت عیسٰی نہ ہوں گے۔

حمیدیہ لائبریری اور بعض پرائیویٹ احباب سے کتابیں منگوا کر دیکھتا رہا، الحمدللہ کہ بہت سی باتیں مل گئیں، اس مطالعہ سے مجھے بے انتہا فائدہ ہوا، اور آپ کے خطانے تو اور بھی راہیں کھول دی ہیں۔

میں نے کبھی اپنے آپ کو شاعر نہیں سمجھا، اس واسطے کوئی میرا رقیب نہیں، اور نہ میں کسی کو اپنا رقیب تصور کرتا ہوں، فن شاعری سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی، ہاں بعض مقاصد خاص رکھتا ہوں، جس کے بیان کیلیے اس ملک کے حالات و روایات کے رو سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کرلیا ہے، ورنہ

نہ بینی خیر ازاں مرد فرودست   کہ برمن تہمت شعر و سخن بست   (زبور عجم)

بھوپال

مخدوم مکرم جناب مولانا! السلام علیکم، ایک عریضہ لکھ چکا ہوں، امید کہ پہونچ کر ملاحظۂ عالی سے گذرا ہوگا، ایک بات دریافت طلب رہ گئی تھی، جو اب عرض کرتا ہوں،

کیا علمائے اسلام میں کوئی ایسے بھی بزرگ گذرے ہیں، جو حیات و نزول مسیح ابن مریم کے منکر ہوں، معتزلہ کا عام طور پر اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے[1]۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، میں ۲۸ راگست کی شام کو رخصت ہوجاؤں گا، علاج کا کورس اس روز صبح ختم ہوجائے گا، اس خط کا جواب لاہور کے پتہ پر ارسال فرمائیے، والسلام   ۲۳ راگست ۱۹۳۵ء

مخدومی مولانا! السلام علیکم۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو صحت عطا فرمائی، آپ کا وجود ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ازبس ضروری ہے، اور مجھے یقین ہے کہ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ہے، تاکہ وہ دیر تک آپ کے علوم سے مستفیض ہوتے رہیں۔

میں نے سنا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بدور البازغہ چھپ گئی ہے، مہربانی کرکے

---

[1] مجھے جہاں تک علم ہے نزول مسیحؑ کا انکار کسی نے نہیں کیا، معتزلہ کی کتابیں نہیں ملتیں جو حال معلوم ہو، البتہ ابن حزم وفات مسیحؑ کے قائل تھے، ساتھ ہی نزول کے بھی۔

اس کا ایک نسخہ وی۔ پی مجھے ارسال فرمائیے، اگر آپ کے پاس نہیں ہے تو مہربانی کر کے جہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے وہاں سے منگوا دیجیے، یا ان کو لکھ دیجیے کہ ایک نسخہ میرے لیے وی۔ پی کر دیا جائے، مجھے معلوم نہیں کہاں چھپی ہے اور کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے، اس واسطے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔

موسیٰ جار اللہ کو آپ جانتے ہوں گے، انھوں نے حال ہی میں ایک کتاب عقائد شیعہ پر شایع کی ہے اس میں بعض لطائف ہیں، جو بہت جاذب توجہ ہیں، والسلام مخلص محمد اقبال ۲ راگست ۱۹۳۶ء۔

مخدومی! السلام علیکم، والا نامہ ابھی ملا ہے، آپ کی صحت کی خبر پڑھ کر بہت خوش ہوئی، خدا تعالےٰ آپ کو دیر تک زندہ و سلامت رکھے، میری صحت کی حالت بہ نسبت سابق بہتر ہے، گو آواز میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی، ان شاء اللہ موسم سرما میں وہ انگریزی کتاب لکھنا شروع کر دوں گا جس کا وعدہ میں نے اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال سے کر رکھا ہے، اس میں آپ کے مشورہ کی ضرورت ہے، بدور البازغہ بھی اسی مطلب کے لیے منگوائی ہے، اس کتاب میں زیادہ تر قوانین اسلام پر بحث ہوگی، کہ اس وقت اسی کی زیادہ ضرورت ہے اس کے متعلق جو جو کتب آپ کے ذہن میں ہیں مہربانی کر کے ان کے ناموں سے مجھے آگاہ فرمائیے، کہ کہاں کہاں سے دستیاب ہوں گی۔

الحمد للہ کہ اب قادیانی فتنہ پنجاب میں رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے، مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی دو تین بیان چھپوائے ہیں، مگر حال کے روشن خیال علماء کو ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے، اگر آپ کی صحت اجازت دے، تو آپ بھی اس پر ایک جامع و نافع بیان شائع فرمائیے، میں بھی تیسرا بیان ان شاء اللہ جلد لکھوں گا، اس کا موضوع ہوگا "بروز"، لفظ بروز[1] کے متعلق اگر کوئی نکتہ آپ کے ذہن میں ہو، یا کہیں صوفیہ کی کتابوں میں اس پر بحث ہو تو اس کا پتہ دیجیے۔ نہایت شکر گذار ہوں گا۔

موسیٰ[2] جار اللہ صاحب کی کتاب نہایت عمدہ ہے، ملنے کا پتہ کتاب پر یہ لکھا ہے:

---

[1] لفظ "بروز" کے معنی تو ظہور ہیں، مگر اس کے اصطلاحی معنی ملاحدہ عجم کی پیداوار ہے۔ [2] موسیٰ جار اللہ مشہور روسی عالم، مفکر، یہ ہندوستان کئی بار آ چکے ہیں، مجھ سے مکہ معظمہ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی، (بقیہ آیندہ صفحہ پر)

مکتبۃ الخانجی ۔ شارع عبدالعزیز ۔ مصر

امید کہ مزاج والا بخیر و عافیت ہوگا، والسلام

مخلص محمد اقبال ۷، اگست ۱۹۳۶ء

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یہ ترکی میں بہت سی اسلامی کتابوں کے مصنف ہیں، وہ ایک مرتبہ میری ملاقات کے لیے خاص طور سے دارالمصنفین اعظم گڈھ بھی آئے تھے، مگر میں اس وقت سفر میں تھا، ان سے دارالمصنفین میں ملاقات نہ ہونے کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔

مکاتیب مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی
(المتوفی ۱۱ راگست ۱۹۵۰ء)

علی گڑھ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۴ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

شکر یاد آوری، میں کئی روز سے یہاں ہوں، اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی، مزید تاخیر سے بچنے کے لیے بقدر معلومات جواب لکھتا ہوں، مزید تفصیل حبیب گنج سے آیندہ استفسار پر لکھ سکوں گا۔

تذکرۂ سامی کا نسخہ میرے یہاں کا بہت قدیم ہے، یعنی تالیف کے چند سال بعد کا ہے مگر غلط ہے، درمیان میں عبارتیں متروک ہیں، ایک اور اچھا نسخہ حیدرآباد میں حکیم مظفر حسین (چھتہ بازار، حیدرآباد دکن) کے پاس تھا، اس سے میں نے اپنے نسخہ کو بہت کچھ صحیح کیا، ابھی حال میں رسالۂ اردو نے یہ خبر شائع کی ہے کہ تحفۂ سامی مولوی اقبال حسین ایم۔اے نے شائع کر دیا جو غالباً رجسٹرار پٹنہ یونیورسٹی سے طلب کیا جا سکتا ہے، ملاحظہ طلب ص ۶۷۵ اردو جولائی سنہ حال اگر اچھا چھپا تو عمدہ کام ہو گیا۔

تفہیمات الٰہیہ کے بابت حال میں مولوی نجم الدین صاحب نے لاہور سے مجھ کو بھی خط لکھا تھا، اس سلسلہ میں میں نے اپنے یہاں کے نسخے دیکھے، ایک نسخہ ناقص ہے، جس میں چھ رسالے پورے ہیں، یہ عمدہ صحیح جزو ہے، دوسرا ضخیم مجلد ہے، جو حیدرآباد میں نقل ہوا ہے، جہاں تک یاد آتا ہے اس کے اٹھارہ رسالے ہیں، عمدہ صحت قابل اطمینان نہیں، تمام کتاب دیکھنے سے جلد اول و دوم کا پتہ مجھ کو نہ لگا، رسالوں کا شمار البتہ ہے، علی گڑھ میں نسخہ ہے اس کا مجھ کو علم نہیں، مزید استفسار پر جواب حبیب گنج سے زیادہ منضبط مل سکیگا

حبیب گنج ضلع علی گڑھ ۵ جنوری ۱۹۳۶ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

شکر کرم۔ کابلی نسخہ بھی آگیا، آپ کا نام اس پر لکھا ہوا ہے، بدلا تو نہیں۔
مکاتیب سنائی نے آتش شوق کو زیادہ تیز کیا، محفوظ الحق صاحب پروفیسر بھی مشتاق ہیں، دقت کاتب کی ہے، مکاتیب لغات عربی سے مموہ ہیں، صحیح نقل کے لیے ذی علم کاتب کی ضرورت ہے، دیکھئے یہ مشکل حل ہو، سرور خان گویا کے خط کا جواب ذرہ وقت چاہتا ہے میں آج کل جامعہ ملیہ کے لیے ایک مقالہ مرتب کرنے میں مصروف ہوں، اول فرصت میں ان شاء اللہ جواب لکھتا ہوں، اعظم گڈھ کی حاضری کے بابت لکھنؤ آج کل جانے اور نمایش کے تماشا بننے سے طبیعت سخت آتی ہے، اس لیے شاید کانفرنس میں بھی شرکت نہ ہو، ممکن ہے آمادگی ہو جائے اس سلسلہ میں حاضری آپ کے یہاں ہوسکے گی کہ ۲۱ جنوری سے علی گڑھ میں نمایش ہو رہی ہے، گورنر صاحب شریک ہوں گے، آپ نہ کیجیے کہ ۳۰ یا ۳۱ جنوری مقرر کر دیجیے، ان شاء اللہ حاضر ہوں گا، کہیے تو مکاتیب سنائی کا نسخہ آپ کے تبصرہ کے لیے ساتھ لیتا آؤں، فرمائشی مضمون مرسل ہے، کار برآری کے بعد واپس ہو، مثل میں شامل رہے گا، اقتباس بالکل آپ کی رائے پر ہے مگر مضمون میں حالات نہیں ہیں، ضرورت ہو تو بھیجے جاسکتے ہیں۔ حبیب الرحمٰن خان

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ۷ اپریل کے سامی نامہ کا شکریہ طلبہ کے آنے سے مسرت ہوئی، میں نے نی وظیفہ عـہ ماہوار خیال کر کے جو وظیفوں کا وعدہ کیا تھا، اب ایک عـہ ماہوار کا مطلوب ہے، ان شاء اللہ ماہ مئی سے جاری ہو جائے گا، ناظم صاحب کو اطلاع دیتا ہوں مطلب یہ ہے کہ اپریل کا وظیفہ مئی میں پہونچ جائے گا، آپ علی گڑھ آتے رہے مگر ملاقات نہ ہوئی اس کا افسوس ہے، کیا مولوی مسعود علی صاحب لکھنؤ سے واپس آئے فائز المرام، میرا سلام آپ نے مکاتیب سنائی کا شوق ظاہر کیا تھا، یہاں کوئی کاتب ذی استعداد نہیں، جو

عبارت مکاتیب صحیح لکھ سکے، وہاں انتظام ہو سکے تو نسخہ بھیج دوں۔

الحمدللہ خیریت ہے، آپ کی خیریت کی تمنا۔ حبیب الرحمٰن

۱۱ر صفر ۱۳۵۲ھ ۱۳ر اپریل ۳۷ء

حبیب گنج ضلع علی گڑھ ۲۲ر اپریل ۳۷ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۱۷ر اپریل کے گرامی نامے کا شکریہ، یہ ایام متواتر ایاب و ذہاب میں گذرے ہیں، اس لیے جواب دیر سے آتا ہے۔

دارالمصنفین کی حاضری کا انتظار بھی دلنواز ہے، اللہ تعالیٰ خیریت سے حاضری نصیب فرمائے آپ کا وطن جانا، وہاں رہنا، مع الخیر واپس آنا مبارک ہو، وطن کی آب و ہوا تندرستی بخشے آپ کی تندرستی سے ہوا خواہ شادمان ہوں، دارالمصنفین شاداب۔

تاریخ ہند کی بقیہ رقم ان شاء اللہ مئی میں ادا ہو جائے گی، ۱ مئی تک چک بھیج دیا جائیگا

الحمدللہ خیریت ہے، اہل دارالمصنفین کی خیریت کی آرزو۔ حبیب الرحمٰن خان

حبیب گنج ضلع علی گڑھ ۲۳ر جولائی ۳۷ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ مزاج سامی قرین عافیت ہوگا، اپنے یہاں کے نسخے سے دو مثنویاں خواجہ سنائی کی نقل کرا کے بھیجتا ہوں، یہ ادیب فاضل غلام سرور خان گویا کی فرمایش ہیں، ان کی خدمت میں بھیج دی جائیں، تو ممنون ہوں گا، مصارف روانگی معلوم ہونے پر یہاں سے بھیج دیے جائیں گے۔

کاتب جیسا یہاں دیہات میں مل سکا اس سے نقل کرادی گئی، بہت سی فروگذاشتیں (بیاض) اصل میں ہیں، غلطیاں بھی ہیں، وہی باوجود مقابلہ نقل میں بھی مجبوراً ہیں۔

الحمدللہ خیریت ہے، مولوی مسعود علی صاحب کو میرا سلام۔ حبیب الرحمٰن خان

حبیب گنج۔ علی گڑھ ۸ر رجب المرجب ۱۳۵۶ھ (۱۶ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوئی، سفر پٹنہ اور وہاں کی مصروفیت اگرچہ ضامن صحت ہے، تاہم خیریت سننے کو دل چاہتا ہے،

الحمدللہ خیریت ہے، بارش کا سلسلہ اب برسات کے رنگ میں قائم ہوا ہے، الحمدللہ بفضلہ تعالیٰ صاف ہے۔

پٹنہ حاضر ہونے کا حکم میرے نام بھی پہونچا تھا، مگر محض خانگی وجوہ مانع رہیں، دل بہت چاہا۔ امید ہے کہ میں تلافی ہو۔ جو پٹنہ میری نظر میں ہے وہ اب کہاں، حکیم عبدالحمید صاحب اور ملا کمال صاحب وغیرہ کو آنکھیں ڈھونڈیں گی، کہاں پائیں گی؟

خواجہ سنائی کے کلام کا بل روانہ ہو چکا ہوگا۔

مولوی مسعود علی صاحب کو بعد سلام باغ حبیب گنج کے درخت ہنوز چشم براہ ہیں، نواب سر مزمل اللہ خان صاحب علیل ہیں، دیرینہ تعلقات کے لحاظ سے مزاج پرسی اور دعائے صحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ حبیب الرحمٰن خان

۱۸ر رجب المرجب ۱۳۵۶ھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کل ایک خط بھیجا ہے، نامۂ سامی ۱۴ر رجب کا پیش نظر ہے، اس سے دلی مسرت ہے کہ آپ مع الخیر اپنے کاموں میں مشغول ہیں، بارک اللہ

سیرت کا اخلاقی حصہ دو ثلث چھپ چکا، یہ دوسرا مژدہ ہے، مبارک۔

تاریخ ہند کے متعلق خدا کرے دکن میں کامیابی ہو، اگر تمدن نگار یہاں آسکتے، تو غالباً بہت سی چیزیں ان کے ڈھب کی یہاں بھی نظر آجاتیں، شال وغیرہ لکھنؤ میں منشی احتشام علی صاحب کے یہاں بھی ہے، عظیم الشان ذخیرہ سالار جنگ کے یہاں حیدرآباد میں ہے، وہاں اور جگہ بھی، مگر سالار جنگ دیکھنے کی اجازت دے دیں گے۔

سیرت کی تاریخ کی تکمیل ایک تاریخی کارنامہ ہے، جامعہ عثمانیہ نے بھی اس میں کاوش کی تھی۔

مثنوی سنائی کابل پہونچ گئی، اس سے اطمینان ہوا، نشآت سنائی حاضر ہیں، سوال لائق کاتب کا ہے، تجویز کیجیے، یہاں نہیں ہے، پٹنہ کی کارروائی ایک تازہ ثبوت اس کا ہے کہ دماغ واقعات سے ناآشنا ہیں، نہ آشنا ہونا چاہتے ہیں۔

ملک کی ساری بہبودی تنگ نظری کے سامنے بھینٹ کی جاتی ہے، شمالی ہند میں ہندوستانی بولی جاتی ہے، اور حصوں میں سمجھی جاتی ہے، میرا بارہ برس کا تجربہ دکن کا ہے کہ وہاں بھی شل اترکے بولی جاتی ہے، صرف لہجہ یا بعض الفاظ اور محاورے کا فرق ہے، بہرحال فائدہ اٹھانا چاہیے، لڑائی ترک کرنی چاہیے، یقین کیجیے میرا دل بہار کی حاضری کو بہت چاہتا تھا، مگر اسباب مانع رہے، اب تک افسوس ہے۔

مدرسے بیشک ہیں، مگر یہ مدرسے تو آدمیوں کو بلکہ آدمیت کو مٹا رہے ہیں، اس لیے کہ ان میں آدمی نہیں۔

مولوی مسعود علی محوی کا دیوان فارسی چھپا ہے۔ ایم۔ اے۔ او کالج کے بی۔ اے ہیں ہے، علامہ شبلی مرحوم کی تربیت و فیض صحبت نے ان کو شاعر بنا دیا جن کے کلام میں ذوق ولطف فارسی ہے، حالانکہ کالج میں شاعری کا کورس نہ تھا، اب شبلی کہاں علیہ الرحمۃ۔

آج کل اخبار طلبہ کی جس تہذیب وشائستگی کی خبریں شائع کر رہے ہیں ان سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ والسلام ختم الکلام۔ حبیب الرحمٰن خان

حبیب گنج ضلع علی گڑھ ۱۰رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، شکر کرم، مع الخیر مراجعت مبارک، لطف شاہی واضافہ بھی مبارک۔

اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ کی ذات گرامی اس دور میں اگلے سلاطین کے علوم وفنون کی قدردانیوں کی یاد دلاتی ہے، ورنہ عموماً والیان ملک یورپ کے ہوا زدہ ہیں، اذوقہ کی صحت نواب فخر یار جنگ بہادر کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے، موصوف کو ایک خط لکھ دیجیے گا۔

مولوی ابوظفر یہاں ہیں اور مع الخیر اپنے کام میں مصروف ہیں۔ آپ کا خط انکو سنا دیا

الحمد للہ ماہ مبارک بعافیت گذر رہا ہے، پہلا کلام مجید کل ان شاء اللہ تراویح میں ختم ہوگا، دار المصنفین کی رمضانی محنت یاد آجاتی ہے۔

مولوی مسعود علی صاحب کو سلام شوق التیام۔ حبیب الرحمٰن

---

۲۳ مارچ ۳۸ء

مکرمی! السلام علیکم۔ مارچ کے معارف میں آپ نے جو سماترا کے دور جدید الاسلام طالب علموں کے وظیفوں کے بابت اپیل کی ہے، کچھ عرصہ ہوا کہ مولوی عبدالماجد صاحب نے مجھ کو اس بارے میں لکھا تھا، اور میں نے لکھ دیا تھا کہ ان کو بلا لیجیے، وظیفے کا انتظام ہو جائے گا، شذرہ لکھتے وقت آپ کو اس کا علم نہ ہوا ہوگا، یہ محض اس لیے لکھتا ہوں کہ آپ کو زحمت انتظار نہ رہے، اس کے اعلان کی ضرورت نہیں، طلبہ کے آجانے پر ان شاء اللہ دار العلوم میں ناظم صاحب کے معرفت وظیفے پہونچتے رہیں گے۔ حبیب الرحمٰن

حبیب منزل۔ علی گڑھ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۸ء ۱۱ بجے دن۔

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ابھی حبیب گنج یہاں پہونچا ہوں، اول فرصت میں سامی نامہ کا جواب لکھتا ہوں۔

آپ کی شرکت کی اطلاع سے حیرت ہوئی، نیز مولوی عبدالسلام صاحب کے ارادے سے، ملا جی کو ان کے آموں کا وعدہ ہنوز بر زبان ہے، حیدرآبادی مولوی مناظر اور سید محی الدین صاحب

کے لیے تحریک بھیجی ہے، الحمدللہ زبان اور قلم سے وہی نکلتا ہے جو دل میں ہوتا ہے، واقعی دل پسند۔ گیلانی بہار شریف کی حاضری کی دل میں تمنا ہے، انتظام کیجیے، دوسروں کے معاہدہ دیکھنے کا شوق ہے نہ خیال، مولوی ریاض حسن صاحب کو خط لکھتا ہوں ۔

پروگرام آپ بہتر بنا سکیں گے، ارادہ میں نے ظاہر کر دیا، اجلاس سے فارغ ہوتے ہی سلسلۂ سفر مسرت شروع ہو جائے، شارٹ ہینڈ کے بابت مجھ کو اطلاع نہیں، ضرورت ہوئی تو اطلاع پہونچے گی ۔

باقی بحمداللہ خیریت و تمنائے خیریت ۔ حبیبُ الرحمٰن خان

حبیب گنج ضلع علی گڑھ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۸ء

مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر فائز دار المصنفین ہونگے الحمدللہ میں بھی بخیریت واپس آگیا ۔

دیسنہ اور استھاواں کے کتاب خانوں کو کچھ رسائل بھیجنا چاہتا ہوں، ان کا پتہ تحریر ہو تو ممنون ہوں گا ۔

خدا بخش خان لائبریری میں جو ندوی عزیز فہرست مرتب کر رہے ہیں ان کا نام درکار ہے، میں چاہتا ہوں کہ دیوان حافظ کی ان غزلوں کو جن پر سلاطین نے فال کے واقعات لکھے ہیں نقل حاصل کر دوں، نقل اس طرح ہو :

نمبر ۱

فال --- --- --- --- ---

غزل

مولوی مسعود علی صاحب کو سلام ۔ حبیب الرحمٰن خان

مکرر مولوی میمن صاحب سے اتفاقیہ ایک ملاقات ہوئی، اس طرح کہ خود میرے

پاس آئے، مضمون کی عدم اشاعت کا بڑا ہنگامہ ہے، مناسب ہو تو ان کے مضمون بجواب سورتی کا مسودہ میرے پاس بھیج دیجیے، کہ دیکھ کر ان کا جواب دوں۔

۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۸ء ۴ر رمضان المبارک ۵۷ھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ ورحمۃ اللہ۔ کل سامی نامہ ملا، ممنون ہوں۔ الحمدللہ سفر پٹنہ میں انبساط و شگفتگی کا ہی، خستگی یا تکان محسوس بھی نہیں ہوئی، تحریک بھی بآسانی صاف ہوگئی۔

دیسنہ کے تمتع کا شوق سر آنکھوں پر، دسمبر میں لیگ کے جلسے میں شرکت کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ راست لائے، اس موقع پر اگر ایسا ہوا تو دیسنہ ایک وقت کے قیام کی مسرت حاصل کر سکے گا، میرے قلب نے ان بستیوں کی سیر سے جو روحانیت حاصل کی اس کا بیان دشوار ہے

عزیز القدر مولوی مسعود عالم کا نام کانفرنس سے معلوم ہوگیا تھا، اس کی بنا پر ایک خط میں نے بھی لکھ دیا ہے، میرا خیال ہے کہ ایک فال ہمایوں بادشاہ کی بھی ہے خط آپ بھی لکھ دیں۔

میمن صاحب کا مضمون حرف بحرف پڑھنا تو میرے لیے ممکن نہیں، ہاں آنا (طبیعت پر جبر کر کے) پڑھ لیا کہ انداز معلوم ہوگیا، حیرت ہے کہ ایک فاضل ادیب کے قلم سے ایسے رکیک اور نخیف الفاظ کس طرح نکلے، بہر حال بزم معارف وسنگ سے پاک و صاف رہنی چاہئے میں میمن صاحب کو لکھتا ہوں کہ مضمون قابل اشاعت نہیں۔

مولوی مسعود علی صاحب کو سلام شوق۔ حبیب الرحمٰن خان

حبیب گنج ضلع علی گڑھ ۱۸ر جون ۳۹ھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جون کے معارف میں تہنید کے عنوان کا

مضمون لفظ بہ لفظ پورے شوق و توجہ سے پڑھا، اس سے پہلے مئی کے مضمون کی بابت آپکو لکھ چکا ہوں، بہر حال ان دونوں مضامین سے آپ کا ایک نیا ادبی ذوق ظاہر ہوا، جو محققانہ ہے، اس کا جاری رہنا عام فائدہ کا ضامن ہوگا، اگر تعصب کی مدد نہ ہو تو آپ کی تحقیق کا جواب دیا جانا بظاہر ممکن نہیں۔ والسلام۔ حبیبُ الرحمٰن۔

مکرر مولانا سید سلیمان اشرف صاحب مرحوم کے متعلق شذرہ خوب ہے، مولانا کی عمر ساٹھ برس کی ہوئی، کاش مذہبی خیالات کے متعلق بہ لحاظ معارف کی پالیسی کے تذکرہ نہ ہوتا، مولانا کے استاذ مولانا احسن استھانوی بہاری کس سلسلہ میں تلمذ رکھتے تھے۔

---

۱۷ اکتوبر ۳۹ء ۳ ماہ مبارک ۱۳۵۸ھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوئی، دارالعلوم کا نظم و نسق آپ نے تفصیل سے دیکھ لیا ہوگا، اس کی بابت کیا انتظام پیش نظر ہے، مولوی مسعود علی صاحب کے ہاتھ میں وقف کا آنا اچھا ہوا، ان کے انتظام کو کامیابی حاصل ہو، دارالعلوم کی ساری مالی دشواری ان شاء اللہ رفع ہو جائیں گی، بحمد اللہ یہاں خیریت ہے، ۲۹ شعبان روز شنبہ کو صاف رویت ہوئی، ماہ مبارک اپنی برکات کے ساتھ شرف افزا ہے، مولوی مسعود علی کو سلام، دارالمصنفین کی پرسکون مجلسیں یاد آتی رہتی ہیں۔ حبیب الرحمٰن

مسجد دارالمصنفین میں محراب ہو رہی ہوگی۔

---

۲۹ شوال ۱۳۵۸ھ۔

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عید مبارک آپ کو اور رفقائے دارالمصنفین کو، دو گرامی نامے پیش نظر ہیں اور منتظر جواب، ۱۲، ۱۵ ماہ مبارک کے، جواب وقت پر نہ لکھا جا سکا، وجہ غفلت نہ تھی، وقت نہ مل سکا، آپ نے دارالعلوم کا کام

اہتمام سے ہاتھ میں لیا ہے، مبارک ہو، بڑا کام ہے، وقف کی جائداد کا اہتمام بھی صحیح انداز پر شروع ہوا، یہ بھی مبارک ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ مالی دقت رفع ہوجائے گی۔

الندوہ کا اجراء دوبارہ بہت مناسب ہوگا، بے زبانی رفع ہوجائے گی، ہر مد کی آمدنی اسی میں محفوظ ہوکر خرچ ہونا ضروری ہے، مدرسین کا انتخاب لازم، خلاصہ جملہ تجاویز مناسب وعین مصلحت ہیں، میرے قابل جو خدمت ہو اس کے لیے حاضر ہوں۔

سوانح شبلی کے لیے جو تاریخیں مطلوب ہیں ان کا جواب دریافت کرکے ان شاء اللہ لکھوں گا۔

الحمد للہ حجاج کا راستہ کھلا، قالین اب جاسکے گا، مولوی سید حسین احمد صاحب جارہے ہیں، براہ راست مدینہ طیبہ کیا قالین ان کے ساتھ جاسکتا ہے، مولوی مسعود علی صاحب کو سلام وتبریک عید۔

حبیب گنج ۲۹ شوال ۱۳۵۸ھ ۱۱ دسمبر ۳۹ء حبیب الرحمٰن

حبیب گنج ضلع علی گڑھ ۱۱ ذی الحجہ ۵۸ھ جنوری ۴۰ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عید مبارک

کل عین عید کے دن الندوہ کا پہلا پرچہ آیا، دل کو اتنی خوشی حاصل ہوئی جو عید کے روز کسی دور کے آئے ہوئے عزیز سے مل کر ہو۔ مبارک ہو، خوب رسالہ نکلا۔

آپ کے مضامین نے کیا کیا یاد دلا دیا، اس یاد سے دل پر کیا عالم طاری ہوا، نہ قلم میں قوت نہ بیان میں کہ اس کو ادا کرے، سب اپنے مخدوم وہمنشین تھے، جو یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہوئے، اپنی یاد کا نقش دل پر چھوڑ گئے، وہ یاد آپ کے مضامین سے تازہ ہوئی، اپنا ذکر بار بار پڑھ کر اس سے تو مسرت ہوئی کہ

ع ذکر میرا اس سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

لیکن یقین کیجیے کہ اپنی نااہلی کا خیال کر کے بار بار اس سے تکلیف ہوئی کہ میرا نام ان اکابر کے ساتھ آیا، لعل اللہ یرزقنی صلاحا۔

بہرحال اجرائے رسالہ پر مبارکباد، کامیابی کی تمنا و دعا، فجر الاسلام کا ایک نسخہ مجھ کو مل سکے تو ممنون ہوں گا۔ حبیب الرحمن خان

---

۸ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ۔

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مارچ کے معارف میں یک ماہہ سفر کے حالات پڑھے، لطف مشاہدہ قلب مشتاق نے بھی محسوس کیا، مع الخیر لطف نقار کا بھی حاصل ہوا ہوگا، مولوی مسعود علی صاحب سے نظام العمل سنگ بنیاد کے جلسے کا دریافت کرتا ہوں۔

افسوس ہے کہ اس دوران آسمان علم کے دو نیر درخشاں غروب ہوئے، مولانا فضل حق رام پوری، مولانا معین الدین اجمیری نوراللہ مرقدہما۔

معارف میں مرحومین کی وفات پر نوٹ ہے، اس سلسلہ میں یہ اطلاع مفید ہوگی کہ مولوی معین الدین صاحب اول شاگرد مولانا محمد لطف اللہ صاحب مرحوم کے تھے، خود موصوف نے مجھ سے اس کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا تھا، مولانا کے آخر زمانہ میں جب مصائب مرض کا ہجوم تھا، مولوی صاحب مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے تھے، اس موقع پر میر زاہد رسالہ کے ایک مقام کے بابت سمجھ میں نہ آنے کا ذکر کر کے حل فرمانے کی استدعا کی، فرمایا: معین الدین اب ہجوم امراض سے دل و دماغ لائق حل اشکال کہاں رہے؟ اس کے بعد فرمایا کہ اس مسئلہ کی بابت فلاں مقدمہ میں خلط مبحث ہوگیا ہے، اس لیے اشکال عارض ہے، فرماتے تھے! حضرت کے اس قدر اشارہ سے مسئلہ صاف ہوگیا، سمجھ میں آگیا،

مولانا فضل حق صاحب مرحوم نے بھی اول درس مولانا لطف اللہ صاحب سے ختم کیا تھا، اس کے بعد معقولات مولانا عبدالحق خیرآبادی مرحوم سے پڑھی تھیں، یہ بھی مجھ سے

خود مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا تھا۔ حبیب الرحمٰن

حبیب منزل علی گڑھ ۲۶ر جولائی ۱۹۴۰ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ورود دار المصنفین مع الخیر مبارک، آپ کو اور دار المصنفین کو، الحمدللہ مع الخیر ہوں اور مع الخیر رہا، علمی خدمت کے سلسلہ میں پانی پت، کرنال، دیوبند، سہارنپور دہلی وغیرہ حاضر ہوتا رہا، کرنال میں عربی مدرسہ کا مسئلہ زیر بحث ہے، آپ نے تکلیف کی تھی، مولوی حمید اللہ صاحب کی نسبت آپ کی رائے بار بار ظاہر کی گئی ہے، کہ اچھی نہ تھی، مجھ کو انکی بابت مولوی سید حسین احمد صاحب نے توجہ دلائی تھی، چنانچہ میں نے حالات بہ تفصیل دریافت کیے، ان سے ملا، گفتگو کی، میرا خیال یہ قائم ہوا ہے کہ ایک موقع درس کا ان کو میری نگرانی میں اور ملے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے۔

لکھنؤ سے واپسی کا اندازہ کر کے یہ تحریر اعظم گڈھ نہ بھیج رہا ہوں، مولوی مسعود علی کو ان کی کامیابی پر مبارکباد لکھی ہے، امید ہے کہ آپ مع اعزہ بہ عافیت ہوں گے۔ حبیب الرحمٰن

ستمبر ۱۹۴۰ء شعبان ۱۳۵۹ھ

شکر کرم، طبقات المفسرین کا مصر میں چھپنا حال ہی میں معلوم ہوا تھا، اسی سے شوق پیدا ہوا، ابنائے شرف الدین کے یہاں سے جواب کم ملتا ہے، مقصد یہ تھا کہ کوئی اور سبیل نکلتی۔

ایران کی کتابیں کیسے ملیں، کلکتہ میں ایک اشتہار دیکھ کر دل خوش ہوا، کتابیں انتخاب کیں، آدمی بھیجا، معلوم ہوا دکان بند ہے، دکاندار ترک کلکتہ کر چکے، کتاب التفہیم فی صناعۃ التنجیم بیرونی کا نسخہ آپ کی توجہ سے مل جائے تو عین مسرت، مولانا مرحوم کا نسخہ سحابی نجفی یوں یاد آیا کہ حال میں ایک ردیوں کے انبار میں سے اس کا نسخہ نکال کر خریدا ہے، خط و کاغذ نادر، علاوہ رباعیوں کے اور اصناف کلام بھی ہیں، قطعات، مثنوی، چار ہزار سے رباعیاں ہیں، ندوہ سے جواب آیا

اس میں دو ہزار ہیں، دارالعلوم میں بہت خوب کام ہوا ہے، بارک اللہ! دل چاہتا ہے کہ میں کچھ مدد کرسکتا، سردست اسباب مساعدت نہیں کرسکتے، ہال کی آبادی و درستی سے دل نے یہاں فرحت محسوس کی، کام کیے جائیں اس میں برکت ہے، بورڈنگ کا نام سیرت پر رکھیے، محمدیہ سے ذہن اس طرف مشکل سے جائے گا، اس لیے کہ یہ نام مبارک عمومیت حاصل کرچکا ہے۔

خیال ملاقات سے مسرت ہے۔

اسی ہفتہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کا خط آیا، گذشتہ صحبتوں کی یاد سے معمور ہے، ابھی کل جواب لکھا ہے۔ حبیب الرحمٰن خان

---

۱۹ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ اکتوبر ۱۹۴۰ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ماہ مبارک کی مزید برکت کا سامان رحمت عالم کے چار نسخے اور سامی نامہ پہونچا۔

خوب کام ہوا، جزاک اللہ تعالیٰ وشکر سعیکم، عجیب اتفاق تھا، کل سہ پہر کو "الندوہ" کی پرانی فائل ۱۹۰۷ء میں سحابی نجفی کی رباعیات پر مولانا شبلی صاحب مرحوم کا مضمون ایک ضرورت سے دیکھ رہا تھا، اسی حال میں آپ کا پارسل پہونچا، استاد شاگرد کی تحریریں بیک وقت دیدہ افروز ہوگئیں۔

آج صبح کھول کر پڑھی ۵، صفحے پڑھ کر ہاتھ سے رکھی، آنکھیں پرنم رہیں، دل پرکیف' بارک اللہ!

چار نسخوں کی قیمت بوا پسی حاضر کی جاتی ہے، تقسیم نسخوں کی حسب منشائے سامی ہوگی، یہ آپ کی فرمایش پوری ہوئی، شوق کی فرمایش یہ ہے کہ سو نسخے فی نسخہ پانچ روپیے کے حساب سے خریدوں اور نومبر میں پیش کروں۔ ان شاء اللہ ان سو نسخوں میں سے پچاس نسخے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ میں تقسیم ہوں، پچاس ہو ئے، پارسل سے میرے پاس آئیں۔

ختم تراویح مبارک، دعوت شبینہ کی شرکت کا یہ دل بھی متمنی ہوا۔
دس نسخے ماسٹر سید مظہر علیم صاحب کے نام یہاں کے پتے سے بھیج دیجیے، موصوف کو شوق ہے کہ فروخت کر کے قیمت آپ کو بھیج دیں۔
ملا جی کا سلام اور ایک نسخہ کی فرمائش شامل نسخہائے ماسٹر صاحب۔
مولوی مسعود علی صاحب کو سلام

حبیب الرحمٰن

حبیب منزل علی گڑھ ۹ر فروری ۱۹۴۱ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۳ر فروری کا خط یہاں ملا، جس خط کا خلاصہ آپ نے لکھا ہے، وہ بھی پہونچ چکا ہے، دل چاہتا ہے کہ ادارۂ معارف میں حاضر ہوں، نمائش کیلئے حبیب گنج سے سامان ان شاء اللہ ملے گا۔
مولوی مسعود علی صاحب کو منزل سلوک مبارک ہو، دارالمصنفین کی خدمت کو داخل سلوک سمجھتے رہیں، آپ اور وہ پنشن کے قابل ہو رہے ہیں، تو جانشین تجویز کیجیے والہما۔
مثنوی کے متعلق میں نے جواب دے دیا تھا کہ ایسا نسخہ میرے یہاں بھی ہے، اب وہ حبیب گنج اس نسخہ کو دیکھنے کو آنا چاہتے ہیں۔ والسلام
بحمد اللہ خیریت و تمنائے خیریت سامی ہے۔

حبیب الرحمٰن

مکرمی! السلام علیکم۔ مئی کا معارف آیا، پڑھا، محبی محمد ریاض الحسن خان کی تحریر عرصہ کے بعد پڑھ کر خاص مسرت ہوئی، بیان کی روانی، صفائی، ایجاز، تحقیق سب سرور افزا ہیں۔
مولوی مسعود عالم کا مضمون پڑھ کر ذہن نے مناظرے کی گرمی محسوس کی، واقعات صاف، محققانہ بیان گرمی ہنگامہ کو فوت کر دیتی ہے، ندوۃ العلماء نے اس گرمی کو سرد کر کے فضیلت علمی صاف کی، جس کا جلوہ دارالمصنفین میں ہے، جس کا ایک جزء معارف ہے،

زندہ باد معارف و معارف پرور۔

وہی فضا قائم رہنی چاہیے، ممکن ہے کہ میرا خیال صحیح ہو، تاہم اس احساس کو آپکے سامنے لے آنا مناسب سمجھا۔ والسلام حبیب الرحمٰن ۱۹ مئی ۱۹۴۱ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ۲۱ جولائی کا سامی نامہ سامنے ہے، ۲۴ ماہ رفتہ کو نزول دارالمصنفین میں مع الخیر ہوا ہوگا، اور اب آپ خود اور اعزہ سبھی مع الخیر ہوں گے۔ للہ الحمد یہاں خیریت ہے، امساک باراں عامۂ خلق کے لیے صبر آزما ہے۔

ڈاکٹر اسلام الحق صاحب کا تقرر یونیورسٹی میں ہوگیا، آپ کا انتخاب کامیاب ثابت ہوا مولوی شفیع صاحب کی جگہ بھی انتخاب مولوی وسیم الحق کا ہوگیا، جو فرنگی محل کے شاگرد ہیں

چینی طلبہ کی آمد بہت مبارک ہے، اور ان کی خدمت بڑی خدمت ولو بالعین۔ حد سفر دارالعلوم کی طرف سفر فرما ہے۔

میری جانب سے مار روپیہ ماہوار کے وظائف ہیں، ان میں سے ایک حصہ ان طلبہ کے لیے مخصوص کیا جا سکتا ہے، مثلاً صہ ماہوار کے پانچ طالب علم ضرور قبول فرمائیں، ضرورت ہوگی تو میں ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کو لکھ دوں گا۔

مولوی مسعود علی صاحب کو سلام شوق، ا سہ جاری ہوگا، جب کہ الحمدللہ یہاں بھی جاری ہے۔ والسلام نیازمند حبیب الرحمٰن ۲ اگست ۱۹۴۱ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ علی گڑھ کانفرنس کے سالانہ اجلاس کی تقریب سے یہاں حاضر ہوں، حیات شبلی ساتھ لایا تھا، ریل میں دیکھی، یہاں فرصت کے اوقات میں دیکھی، اسی شوق سے جس شوق سے مسودہ پڑھا تھا، نگاہ مکرر نے خوبی تصنیف کو اور زیادہ نمایاں و تاباں کیا، ع یزیدک وجھہ حسنا اذا زدتہ نظرا۔

ابھی پڑھ کر ختم کر کے رکھی ہے۔

ع۔ اک نیا انداز پیدا ہوگا جتنا دیکھیے (داغ)

ہر موقع پر جہاں آپ کے قلم سے شروانی کا حوالہ نکلا ہے، اس کو پڑھ کر، دیکھ کر ایک کیف و سرور پیدا ہوتا ہے، گویا بادۂ محبت کا دور سرور افزا ہے، مکرر نظر پر بھی یہ سمجھ میں نہ آیا کہ جواب لکھنے والے کیا لکھیں گے۔

عزیزی مولوی مسعود علی کو سلام شوق۔ والسلام حبیب الرحمٰن جبل پور ۱۸ اپریل ۸۹ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی، مولوی مسعود علی کی خیر و عافیت مولوی عبدالباری سے ان کی خیریت کے ساتھ طلب کی تھی، انتظار جواب رہا، شاید خط نہیں پہونچا، غیب سے آپ کو خط بھیجے کا پاک سامان ہوا، مدینہ طیبہ سے تحریر آپ کے نام ارسال کرنے کے لیے موصول ہوئی، ملفوف ہے۔

اپنی اور مولوی مسعود علی کی خیر و عافیت سے ممنون کیجیے، میں بحمد اللہ تعالیٰ بعافیت ہوں

والسلام حبیب الرحمٰن ضلع علی گڑھ ۸ رجب ۱۳۶۵ھ جون ۴۵ء

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حسب معمول یہ تحریر[۱] میرے خط میں آئی ہے، روانہ کرتا ہوں، ایک لفافہ میرے نام کا اعظم گڈھ پہونچا، واپس گیا، دوسرے خط کے ساتھ میرے پاس آیا، آپ کی دلچسپی کے لیے ملفوف کرتا ہوں۔

الحمد للہ خیر و عافیت سے ہوں، ماہ مبارک بہ عافیت و برکت گذر رہا ہے۔

آپ اور مولوی مسعود علی ہمیشہ یاد آتے ہیں، خیریت سننے کو دل چاہتا ہے، امید کہ

---

[۱] کتب خانہ شیخ الاسلام مدینہ طیبہ کے ناظم ابراہیم حمدی کی طرف اشارہ ہے (م)

ماہ مبارک برکات وسعادت کے ساتھ گذر رہا ہوگا۔ والسلام

حبیب الرحمن۔ حبیب گنج ۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ

کرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شہر حال کے معارف میں نواب فصاحت جنگ مرحوم پر دنیات میں آپ کا مقالہ پڑھا، یاد تازہ ہوئی، تازگی نے کیا کیا گل کھلائے، ایک واقعہ سناؤں، حیدرآباد سے قطع تعلق کے بعد جب میں روانہ ہوا تو حدود ریاست ریل میں ایک مضمون بے فکر دماغ میں جلوہ گر ہوا ؎

شاہ باز ہمتم ربط بدست شاہ داشت   خوش نہ کردہ بند دست دیگراں پرواز کرد

اس میں علحدگی کی علت مستر تھی، ابتداء سے صدر الصدور کا تعلق بلا واسطہ ذات شاہانہ سے تھا، آخر میں حریفوں نے سازش کی، تعلق نہ رہا، ارباب حکومت کی ماتحتی ہوئی، یہی سبب ہوا استعفا کا مکان پر آکر جو خط میں نے جلیل مرحوم کو لکھا اس میں یہ شعر بھی درج کیا، جواب میں یہ شعر آیا ؎

شاہبازِ اوجِ ہمت حسرتِ قدسی نہاد   صید کردہ مرغ جانم از دکن پرواز کرد

ایک دوسرا موقع، حاضری حیدرآباد کے زمانے میں معمول تھا کہ اواخر شہر میں ایک شب حافظ صاحب کے کاشانہ میں شرکت تراویح کرتا، عزیزی قاری حسن سلمہٗ کا کلام سعید سنتا وہاں سے چلے آنے پر غیر حاضری محسوس ہوئی، یہ شعر آیا ؎

جلوۂ حسرت اگر ملک دکن خالی کرد   جائے غم نیست کہ دل نیست ز حسرت خالی

یہ شعر بتاتے ہیں کہ جلیل مرحوم کو فارسی کلام پر بھی قدرت تھی، دوسرے شعر میں آخر مصرعہ میں حسرت کا لفظ کیسا معنی خیز ہے، اگر دل چاہے تو معارف میں اس کو لے آئیے، زیر خط الفاظ چھوڑ دیے جائیں۔ والسلام   حبیب الرحمٰن

۳۰ر مارچ ۱۹۴۶ء

شکر کرامت ۔ مولانا مناظر احسن صاحب ان شاء اللہ علی گڑھ آئیں گے، مسلم یونیورسٹی فیض یاب بفضلہٖ تعالیٰ ہوگی ۔

آپ کے سفر حج کے ارادے سے دلی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، امید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر و بعافیت ہوگا، الحمدللہ تعالیٰ میں بعافیت ہوں ۔ والسلام

حبیب الرحمٰن

حبیب منزل علی گڑھ ۔ ۲۵ر جون ۴۷ء

مکرم گرامی قدر ذو الفضائل ! وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ' ۔

۹ر شہر حال کا مسرت نامہ آیا، ایک انبار حسرت ساتھ لایا، کھول کر پڑھا، پھر پڑھا، پھر پڑھا، معلوم نہیں کتنی دفعہ دیکھا، ہر مرتبہ صحت و عافیت بلحاظ معاملات ریاست عجیب امر یہ ہے کہ اہل غرض قسم قسم کی خبریں اڑاتے رہتے ہیں، کبھی صحت کے متعلق استفسار ہوتا ہے کہ آپ کی سخت علالت کی خبریں آرہی ہیں، کبھی ریاست و جائداد کے متعلق جو بفضلہٖ تعالیٰ سراپا برکت ہوتی ہیں، اطمینان رکھیے ۔

خیر التواریخ پسند ہوئی، اس سے مسرت رہی، اچھا کام کیا ہے ۔

حج بیت اللہ کا قصد آپ کا پڑھ کر قلبی مسرت ہوئی، مبارک ہو، بہ عافیت و سلامت پورا ہو، نیازمندوں کے ساتھ شروانی نیازمند بھی گوشۂ خاطر میں بعونہٖ تعالیٰ رہے گا، اس کا یقین ہے'

والسلام ختم الکلام

۱۱ر شعبان ۱۳۶۶ھ   حبیب الرحمٰن ۔ حبیب گنج ۔

مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ' ۔ سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکرر طبع پر اظہار مسرت کر چکا ہوں، دل میں آیا کہ سفر حجاز میں حاضری جنۃ البقیع کے موقع پر حضرت صدیقہ کے مزار پُر انوار پر جو کیف قلب نے محسوس کیا تھا وہ اپنے سفر نامہ کے لکھے نسخے سے نقل کر کے

آپ کو بھیجوں، وھوھٰذا۔

" اس کے (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری کے بعد) حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک پر حاضر ہوا، حاضر ہونے کے بعد امومیت کی نسبت اس قوت سے قلب پر طاری ہوئی کہ بیان میں نہیں آ سکتی، جوش رقت میں امی امی کی صدا دل و زبان کے ساتھ گویا چشم کا ریشہ ریشہ دے رہا تھا، اور روح محو ذوق تھی، بے شائبہ تکلف محسوس ہوتا تھا کہ بچہ نے مدت دراز کی مفارقت کے بعد شفیق ماں کو دفعتًہ پالیا ہے، اور جوش محبت و احساس شفقت سے بے تاب ہو ہو کر امی امی پکار رہا ہے، الفاظ کچھ ایسا ہی نقشہ کھینچ سکتے ہیں، غرض ایک عالم تھا جو اس آشیانۂ رحمت کا شانہ کے ساتھ مخصوص تھا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا عنی۔"

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب مرحوم نے یہ بیان پڑھ کر حسب ذیل الفاظ لکھے تھے:

"حضرت مولانا گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خاص نسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی، یہ اسی نسبت کا پرتو تھی جو مزار اقدس پر حاضری کے وقت آپ پر طاری ہوا۔

نیازمند حبیب الرحمٰن

مکاتیب مولانا آزادؒ

(المتوفی فروری ۱۹۵۸ء)

دارالمصنفین اور حضرۃ الاستاذ مولانا سید سلیمان ندویؒ کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے تعلقات بہت دیرینہ اور گوناگوں تھے، مولانا سید سلیمان ندویؒ مولانا شبلی مرحوم کے شاگرد خاص اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی ان کے فیض یافتہ تھے، اس رشتہ سے دونوں خواجہ تاش تھے، دونوں کا ایک عرصہ تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، الہلال کلکتہ اور قومی کاموں میں ساتھ رہ چکا تھا، ان تعلقات و روابط کی بناپر دونوں میں مراسلت کا سلسلہ جاری تھا، مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ان خطوط کا بڑا ذخیرہ دارالمصنفین میں موجود ہے، یہ خطوط علمی، ادبی اور تاریخی حیثیت سے نہایت اہم ہیں، یہ پہلے ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۴ء کے معارف میں شائع ہوئے تھے، اور اب اس مجموعہ میں شائع کیے جارہے ہیں، دارالمصنفین مولانا شبلی کی یادگار ہے اس لیے مولانا ابوالکلام کو اس سے شروع سے دلچسپی تھی، بلکہ اس کے قیام میں بھی ان کا مشورہ شریک تھا اور وہ وقتاً فوقتاً مفید مشورے بھی دیتے رہے۔

ان میں بہت سے خطوط میں تاریخ تحریر نہیں ہے، ایسے خطوط کا زمانہ اندازہ سے متعین کیا گیا ہے۔

●

۲۲ راکتوبر ۱۹۱۰ء　　　　　　۱۳ مکلاوڈ اسٹریٹ کلکتہ

مکرمی! میں تو اخبارات دیکھتا نہیں، اتفاق سے آج حبل المتین کے یہاں مشرق نظر سے گذرا، آپ کی تحریر تاریخ اسلام داخل نصاب کی نسبت پوری پڑھی، جی خوش ہوا کہ آپ کام کر رہے ہیں، حالانکہ مولانا کو خوف تھا کہ کام نہ ہوگا، لیکن اس کے لیے لوگوں سے اپیل

کرنے کی ضرورت نہیں، ندوہ کو براہ راست یونیورسٹی سے خط و کتابت کرنی چاہیے، اگر ممبرانِ سنڈیکیٹ اور فیلوز کچھ مفید ہو سکتے ہیں تو اسے بھی اخبار میں لکھنے کی ضرورت نہیں، ندوہ کی طرف سے خط و کتابت کرنی چاہیے۔ ابوالکلام آزاد دہلوی

الہلال ۹ر جنوری ۱۴ء

قضاها لغیری وابتلانی بحبها ❊ فهلا بشیئ غیر لیلی ابتلابنا

صدیقی الجلیل الاعز، افسوس کہ میں جس خط کا منتظر تھا، وہ باوجود وعدہ آپ نے نہیں لکھا، اور اس طرح اس اصلاح و مشورہ کی سعی نہ کی، جو ایماناً و اخلاقاً آپ پر فرض ہے، بہرحال آج میں اپنے شورش قلبی سے مجبور ہوکر ایک بار اور کوشش وصل کرتا ہوں، لیکن ہجر مقدر ہو چکا ہے تو غیر از صبر چارہ نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ اس خط کا کیا نتیجہ نکلے، ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ بھی بدگمانیوں کی نذر نہ ہو، تاہم خدائے علیم و بصیر میرے دل کو دیکھ رہا ہے کہ اس وقت ہر حرف جو لکھ رہا ہوں کس عالم میں لکھ رہا ہوں، خدارا یقین کیجیے کہ سچائی اور صداقت، محبت و وداد اور ایک حزن و ملال کے سوا اور کوئی چیز اس وقت میرے دماغ میں نہیں، واللہ علی ما اقول شہید وانہ لقسم لو تعلمون عظیم۔

آپ نے پونہ میں پروفیسری قبول کر لی، حالانکہ خدا نے آپ کو درس و تعلیم مدارس سے زیادہ عظیم الشان کاموں کے لیے بنایا ہے، خدا کے لیے میری سنیے اور مجھے اپنا ایک مخلص بھائی تصور کیجیے، میں آپ کی عزت کرتا ہوں اور خدا شاہد ہے کہ آپ کی محبت اپنے دل میں رکھتا ہوں، میں خود غرض ہوں اور میری غرض میری خواہش میں عنصر اصلی ہے، تاہم میری خود غرضی آپ کے لیے مضر نہیں بلکہ بہتر ہے، کیا حاصل اس سے کہ آپ نے چند طالب علموں کو فارسی و عربی سکھلا دی، آپ میں وہ قابلیت موجود ہے کہ آپ لاکھوں نفوس کو

زندگی سکھلا سکتے ہیں۔

میرے تازہ حالات آپ کو معلوم نہیں، گھر میں علالت میری عدم موجودگی میں بڑھ گئی اور اب اس درجہ حالت ردی ہے کہ اپنی قسمت حیات کے کو بہت قریب پاتا ہوں خود میری حالت ایسی ہے کہ خدا شاہد ہے مسلسل چار گھنٹے کام نہیں کر سکتا، ورنہ آنکھوں میں تاریکی چھا جاتی ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ الہلال ایک تحریک تھی جس نے استعداد پیدا کی لیکن اس استعداد سے معاً کام لینا چاہیے، اور میں نے قطعی ارادہ کر لیا ہے کہ خواہ الہلال کی کچھ ہی حالت کیوں نہ ہو لیکن کام شروع کر دیا جائے، چنانچہ شروع بھی کر دیا ہے، ایسی حالت میں قباحت ہے، اگر آپ باوجود استطاعت و طاقت رکھنے کے میری اعانت سے انکار کر دیں۔

آپ یاد رکھیے کہ اگر ان مصائب و موانع کی وجہ سے میں مجبور و پابگل رہ گیا تو قیامت کے دن یقیناً آپ اس کے ذمہ دار ہوں گے کہ آپ نے ایک بہت بڑے وقت کے ردعمل کو اپنی علیحدگی سے ضائع کر دیا۔

آپ آکر الہلال بالکل لے لیجیے، جس طرح جی چاہیے اسے ایڈٹ کیجیے، مجھے سوا اس کے اصول و پالیسی کے (جن میں آپ مجھ سے متفق ہیں) اور کسی بات سے تعلق نہیں، میں بالکل آپ پر چھوڑتا ہوں اور خود اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہوں، صرف اپنے مضامین کو دے دیا کروں گا، اور کچھ تعلق نہ ہوگا، عربی کے لیے مولوی عبدالماجد صاحب کا وعدہ گرینہ کے لیے ہے، ایک اور شخص آپ کے اسسٹنٹ ہوں گے اور وہ علاوہ سرا بکلی آپ کی اڈیٹری میں روز اول سے ہوگا۔

ایک دقت یہ ہے کہ ہر کام کے لیے شرائط کا اظہار ضروری ہے، اور ایسا کیجیے تو آپ کہتے ہیں کہ طمع دلاتے ہو، استغفراللہ، لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ بغیر کسی ایسی نیت کے محض شرائط معاملہ کے طور پر چند امور عرض کرتا ہوں،

سردست آپ تشریف لے آئیں اور ایک سو تیس روپیہ منظور فرمائیں، تیس کلکتہ کے مصارف اور انتظام کے لیے ہیں، اس کے بعد ہر ماہ دس کا اضافہ ہوگا یہاں تک کہ دو سو پورے ہو جائیں۔

پروف کریکشن کے لیے انور علی آ گئے ہیں اور اب اس کے لیے کوئی زحمت نہیں، صرف ایڈیٹری کا معاملہ ہے، یہ ایک بہتر کام ہے جو الہلال کی گرفتاریوں کی وجہ سے میں شروع نہیں کر سکتا، اب اگر اور دیر ہوگئی تو سخت نقصان ہوگا، اور اسی لیے میں نے آخری فیصلہ اس کی نسبت کر لیا۔

میں آپ کو پابند نہیں کرنا چاہتا لیکن اگر آپ خود چاہیں تو جتنی مدت کے لیے کہیں معاہدۂ قانونی بھی ہو سکتا ہے۔

آپ معاً وہاں استعفا دے دیں اور کلکتہ تشریف لے آئیں اور اس خط کا جواب لاو نعم میں بذریعۂ تار دیں مجھ کو پوری امید ہے کہ میری یہ سعی بیکار نہ جائے گی، کیونکہ میں سچے دل سے آپ کا طالب ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ سچی طلب و مودت ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے۔

اگر مولانا شبلی کا خیال ہو کہ ان کے ذریعہ سے پونہ تشریف لے گئے ہیں وہ مصر تھے اب ناراض ہوں گے تو میں خود ان سے اس معاملہ کو کہہ کر صاف کر لوں۔

تاہم جو کچھ ہو جلد ہو۔ ابوالکلام کان اللہ لہ'

اخی الجلیل الاعز[1] انعم اللہ علی بلقائک

خط پہونچا، ایسی حالت میں آپ کے عدم تعیین مکان و عالم اطلاق مقام سے سخت پریشان تھا اور حیران تھا کہ کیونکر خط و کتابت کروں۔

---

[1] یہ مکتوب گرامی ۱۹۱۴ء کا معلوم ہوتا ہے۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ میری فرصت موجودہ اب قریب الاختتام ہے اور مشیت الٰہی جس طرح مہلت دے کر اپنا کام کرانا چاہتی تھی اسی طرح آخری ابتلار کو بھیج کر کوئی عظیم الشان مقصد پورا کرانا چاہتی ہے، آثار گویا ہیں اور علائم قطعی، اخبار موثق اور اطلاعات معتمد، تاہم سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے، اور میں نے اس دور جہالت میں بڑے بڑے کرشمے دیکھے ہیں، پس کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کل ٹھیک ٹھیک کیا ہوگا اور وہی جو اس کی مرضی ہے۔

ایسی حالت میں بہت سونچتا ہوں، لیکن آپ کے سوا کسی کو نہیں پاتا، جس سے امید رکھوں۔

مدت ہوئی جب آپ کلکتہ میں تھے اور ایسے ہی ایک اطلاع ملی تھی شب کو میں نے اپنے کمرے میں آپ کو بلایا تھا اور آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا، خدارا اسے سامنے لائیے اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسے وقعت دیجیے۔

میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ اسی وقت اپنے کاموں میں کوئی تبدیلی کیجیے، البتہ اگر اس کا آپ بذریعہ تحریر مجھ سے وعدہ کریں کہ جب وقت آئے گا تو آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صرف ایک کام کے ہو رہے تو میں بڑی ہی تسکین اور اطمینان کے ساتھ آنے والی حالت کو قبول کر لوں، وہ تسکین جو بدبختی سے اور کسی کے پاس نہیں۔

آپ مجھ سے بلا تاخیر بذریعۂ تحریر وعدہ کریں کہ اگر میری نسبت آپ کو کوئی نئی خبر ملے تو آپ کا یہ پہلا کام ہوگا کہ آپ فوراً کلکتہ آئیں اور البلاغ کو جو نکل چکا ہے (اور ان شاء اللہ محفوظ ہے) اپنی اڈیٹری میں لے لیں، اور ایک خالص دینی و اصلاحی رسالہ کی شکل میں مع اسکے خصائص کے اس کو جاری رکھیں، کسی پُرخطر راہ کے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، نہ جنگ پر رائے زنی کی ضرورت ہے، صرف قرآن و سنت کے معارف و دعوت کو باندازہ و اصول البلاغ مخصوص جاری رکھنا چاہیے اور جب تک اس طرح کیا جائے گا اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

یہاں تمام لوگ آپ کے استقبال کے لیے منتظر ملیں گے اور وہ آپ کا اس طرح ساتھ دیں گے جس طرح برابر دیتے ہیں، اور اسی طرح حکم مانیں گے اور ماتحت رہیں گے جیسے میرے رہتے ہیں۔

دوسرا اس سے بھی اہم مسئلہ دارالارشاد ہے، افسوس کہ یہ بہت دیر میں شروع ہوا اور اس کی ناتمامی کا داغ بڑا ہی داغ ہوگا، میں نہیں کہہ سکتا کہ کب ہوگا، تاہم اگر قرآن حکیم اور علوم اسلامیہ کا درس ان اصولوں پر جو آپ سے پوشیدہ نہیں آپ جاری رکھ سکیں اور رکھ لیں تو وہ بھی بصورت موجودہ آپ کے تصرف میں آجائے گا، اور پہلے کام سے بھی بڑھ کر کام ہوگا، اگر آپ نے اسے بند نہ ہونے دیا، جو لوگ یہاں مقیم ہیں ان کے ضروریات بدستور مہیا رہیں گے، ضرورت اس کی ہے کہ قرآن حکیم پر تفسیر بالرائے وعقلیت سے الگ رہ کر احادیث ناقابل انکار کے ساتھ دے کر لغت وادب کی بالکل نئی تحقیقات دکاوش سے مدد لے کر (جس سے نصف مشکلات حل ہوجاتی ہیں) قرآن کے حقائق اجتماعی کے انکشاف پر زور دے کر اور اس کے درس کو تمام مسائل وعقائد واعمال مہمہ اقوام وامم ومہمات مسئلہ اصلاح وتبلیغ اہل اسلام پر محیط کر کے درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے اور مسائل اصلاح وتبلیغ، نیز تمام علوم اسلامیہ پر مجتہدانہ لکچر دیے جائیں۔

اگر آپ ایسا کرنے کے لیے تیار ہوں تو دارالارشاد بھی مع کتب خانہ کے آپ کے سپرد کر دیا جائے، تاکہ آپ اس کو قائم رکھیں، اور جب تک خدا مجھے دوبارہ مہلت نہ دے آپ میرے بعد کاموں کو التوا سے بچالیں۔

زندگی چند روزہ ہے، ہم سب کو خدا کے حضور جانا ہے اور اپنے فرائض کے متعلق جوابدہی کرنی ہے، کام نہ میرا ہے نہ آپ کا، اگر آپ نے اس خط کے پڑھنے کے ساتھ ہی تحریری وعدہ بھیج دیا تو میں مطمئن ہوجاؤں گا، ورنہ ان شاء اللہ دعوت حق رکنے والی نہیں، وہ غیب سے کسی نہ کسی آدمی کو اس کے لیے بھیج دے گا، اور اس نے ہمیشہ بھیجا ہے۔

البلاغ کے علاوہ بالکل علیحدہ ایک معتدل مسلک کا روزانہ اخبار "اقدام" بھی جاری ہوا ہے وہ بھی آپ کے ماتحت ہو جائے گا اور ایک بڑا اسٹاف اپنے ماتحت آپ پائیں گے۔
امید ہے کہ دارالمصنفین وغیرہ اس میں مانع نہ ہوں گے، کیونکہ اس کو تو ہر حال میں قائم رکھ سکتے ہیں۔ فقیر ابوالکلام کان اللہ لہ'

ڈاک بنگلہ رانچی ۱۰ اپریل[1]

برادرم! السلام علیکم، میں سروست رانچی آگیا ہوں، البلاغ جاری رہے گا، آپ اور تو کچھ نہیں کر سکتے کم سے کم اتنا کیجیے کہ ہر دو ہفتہ میں ایک مضمون اتنی ہی مقدار کا لکھ کر بھیج دیں اس طرح ۲ فارم کا انتظام ہو جائے گا، باقی تین فارم میں خود لکھوں گا، مولوی عبدالسلام صاحب سے کہیے یا تو علمی ذوق سے لکھیں یا معاوضہ لیں، میں ہر طرح طیار ہوں، کم سے کم چند نمبروں تک تو ایسا کیجیے، اس کی نسبت میں کچھ نہیں لکھتا کہ ایسا کہاں تک ضروری ہے، اس پر آپ خود غور کر سکتے ہیں۔
البلاغ کے ابواب آپ کو معلوم نہیں، مقالات، اسوۂ حسنہ، مذاکرۂ علمیہ، انتقاد، تاریخ وغیرہ ان کے مقاصد بھی آپ کو معلوم ہیں، باب التفسیر میں خود لکھا کروں گا، براہ عنایت جلد جواب دیجیے، زیادہ وقت وفرصت نہیں۔
افسوس کہ باوجود اس قدر شور وغل کے کاموں کو جاری وباقی رکھنے والا کوئی نہیں نکلا اور تمام چیزوں کے لیے بحمداللہ لوگ مستعد ہو گئے، اس کے لیے کوئی نہیں۔ فقیر ابوالکلام

---

[1] اس پر تاریخ درج نہیں مگر سنہ نہیں دیا ہے، غالباً ۱۴ء یا ۱۵ء کا مکتوب ہو گا۔

Al helal office
maclud Road
Calcutta

عجبت لمن یقول ذکرت الفی ٭ وھل انسی فاذکر من ھوبت

صدیقی العزیز الاجل، کل صبح سفر سے واپس آیا اور خط پڑھا، یہ آپ نے پہلے شکایت اس لیے تو نہیں کر دی تاکہ میرے لیے شکایت کا موقع نہ رہے۔

بینی وبینک فی المحبۃ نسبۃ ٭ مستورۃ من اھل ھٰذا العالم

نحن اللذ ان تفارقت ارواحنا ٭ من قبل خلق اللہ طینۃ آدم

خط سے غالباً مقصود وہ خط ہوگا جو آپ نے بھوپال سے لکھا تھا، اس کے جواب میں ایک نہایت مفصل خط جس میں متعدد ضروری امور تھے اعظم گڈھ کے پتہ سے لکھا اور آج تک اس کے جواب کے لیے ترستا ہوں، اب آپ نے خط لکھا تو جواب کی جگہ الٹی شکایتیں ہیں۔

بہرحال مجھے ہر حال میں اپنا رفیق و ہم عنان یقین کیجیے اور ہر خدمت گذاری کے لیے طیار، افسوس ہے کہ ملاقات کی صورت پیدا نہیں ہوتی، کاش اللہ یکجائی کا سامان پیدا کرتا، قوتیں مجتمع نہیں ہوئیں اور تفرق و عدم توحد توخداتے ان نتائج سے محروم کر دیا ہے۔ جو باایں ہمہ بے سروسامانی حاصل ہو سکتے تھے۔

دارالمصنفین نہایت آسانی کے ساتھ ایک وسیع النتائج چیز بن سکتا ہے اور ندوہ کا حقیقی بدل بلکہ نعم البدل، اصلی کام وہی ہے، باقی سب کے سب فروعی ہیں، آپ کی زندگی کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ آدمی پیدا ہوں۔

اس لیے میں نے لکھا تھا کہ ایک اچھے موقع کو ضائع کیا گیا، اور بیگم صاحب (نواب سلطان جہاں بیگم والیہ بھوپال) کے سامنے وسعت و اہمیت کے ساتھ اس چیز کو پیش نہیں کیا گیا، میں نے باوجود سخت موانع کے ارادہ کیا تھا کہ صرف اسی کی خاطر خود ملوں اور کہوں۔

اس کلکتہ کو قطعیً لکھنؤ ہونا چاہیے، یا اعظم گڈھ ہو، مگر ایک وسیع شاخ لکھنؤ میں ہو۔
میں نے طریق عمل و اصول کار کو اسی زمانے میں بصورت اسکیم قلمبند کر لیا تھا اور وہ موجود ہے
میں اواخر جنوری میں پھر نکلوں گا اور کوشش کروں گا کہ فاتحہ کے لیے اعظم گڈھ حاضر ہوں
بصورت دیگر آپ کو اطلاع دوں گا کہ نسبتہً کسی قریب تر مقام پر ملاقات ہو سکے، مولانا عبدالسلام
امید ہے کہ بخیر ہوں گے۔ سلام شوق۔ ابوالکلام
خط لکھ کر جب پتہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ اعظم گڈھ میں نہیں، بلکہ پونہ میں ہیں، اب
سمجھ میں نہیں آتا کہ ملاقات کیونکر ہو، بہرحال آپ جلد یکسوئی اختیار کر لیں، یہ بہتر ہے، ایک
ملاقات آپ سے بہت ضروری ہے، کوئی طریقہ بتلائیے۔ ۲۷ر جنوری ۱۹۱۵ء[1]

---

۴۵ ویں لین، کلکتہ
صدیقی الاعز! السلام علیکم، شرمندہ ہوں کہ اتنے عرصہ کے بعد آپ کے کارڈ
کا جواب دیتا ہوں، میں یہاں نہ تھا، ذیابطیس کی شکایت نے بالکل مجبور کر دیا ہے۔
مولانا شبلی مرحوم و مغفور کے مکاتیب مشکل ہے کہ اب مل سکیں، افسوس ہے کہ جمع
کرنے کا التزام نہیں رہا، کچھ ملے تو پرائیویٹ معاملات یا ندوہ کے متعلق ہیں اور ان کی اشاعت
غیر ضروری۔
دارالمصنفین کے قواعد اعظم گڈھ سے آئے ہیں، سوائے چند دفعات کے سب بہتر اور
انسب ہیں، اب آپ جلد رجسٹرڈ کرا لیں، اور علمی کام کی صورت نکالیں، ایک دو آدمی بھی ہوں
تو کام شروع کرنا چاہیے، یہ ایسا معاملہ تھا کہ اس کے متعلق بالمشافہہ صحبتیں ضروری تھیں۔
ادھر فرصت میں آپ سن کر خوش ہوں گے کہ ترجمان القرآن اور تفسیر کا بہت سارا

---

[1] اس خط پر تاریخ درج نہیں ہے، غالباً یہ ۱۹۱۵ء کا ہے۔

حصہ ہوگیا، نیز شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کے سوانح کے کاغذات نکال کر مرتب کر لیے، ترجمہ چھپ رہا ہے اور ترجمہ کا ایک مختصر مقدمہ لکھ رہا ہوں جو گویا مقدمۂ تفسیر ہوگا، اور اصولاً بہت سی نئی باتوں پر مشتمل۔

ندوہ کی نائب قطامت پر مولوی شروانی کے ذریعہ میں نے کئی آدمیوں کو استوار کیا تھا، پھر معلوم نہیں کہ ندوہ کا کیا حال ہے اور آپ کا منشا کیا ہے، مولوی شروانی نے لکھا تھا کہ وہ دارالمصنفین میں ہیں، میں نے لکھا کہ دارالمصنفین اس کے لیے مانع نہیں۔

مجھے خوف ہے کہ آپ پونہ میں نہیں بلکہ وطن میں ہوں گے، لفافہ ابھی لکھا نہیں جی چاہتا ہے کہ دسنہ کے پتے سے بھیجوں۔ ابوالکلام کان اللہ لہٗ

مکرمی! السلام علیکم، دارالمصنفین کا پراسپکٹس پہونچا، آپ مجھے اس سلسلہ میں جو کچھ بتانا چاہیں منظور ہے، آنریری فیلو تو یہ ایک عمدہ بات ہے، اگر اس میں کوئی جگہ قلی[1] کی ہو تو جب بھی میں منظور کر لوں گا، بشرطیکہ کام ہو اور مجمع صحیح و خالص۔ ابوالکلام

مولوی عبدالسلام کہاں ہیں؟ ان سے کہیے کہ خط لکھیں۔

صدیقی الجلیل الاعز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والانامۂ گرامی پہونچا، مجھے تو خوف تھا کہ کہیں آپ پونہ سے روانہ نہ ہو گئے ہوں[2] امثال القرآن کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے، بالکل درست ہے، یعنی حالات وقت نزول و طرق تمثیل و بیان عرب جاہلیت، یہ دو چیزیں نہ صرف امثال القرآن بلکہ تمام قرآن کے فہم و درس کے لیے بمنزلہ اساس واصل کے ہیں، اور امثال و اقسام و انواع

---

[1] یہ مکتوب بھی ۱۹۱۵ء کا ہے [2] یہ بھی ۱۹۱۵ء کا ہے [3] یہ مولانا کی عظمت اور علم دوستی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

بیان و تخاطب و تذکیر کے لیے تو اولین نظر ان ہی پر ہونی چاہیے۔

عرصہ کے بعد مولوی عبدالباری کا تذکرہ سننے میں آیا، وہ کشمیر میں تھے اور انگریزی کی فکر میں، معلوم نہیں اس کی تکمیل کا انھیں موقع کہاں تک ملا۔

دارالمصنفین کے دائرہ کو جس قدر تنگ رکھیے گا اسی قدر وہ حقیقی اور علمی ہوگا، دو چار آدمی اچھے کام کرسکتے ہیں، لیکن مجمع جہلا، بیکار ہے، بڑی چیز یہ ہے کہ آیندہ ایسے نمونے قائم کیے جائیں جن میں حقیقت ہو، اور وہم پرستی و رسم سے احتراز کیا جائے، آپ دارالمصنفین کو اس کا اس کا نمونہ بنائیے، مولانا عبدالسلام کو شوق سلام۔ فقیر ابوالکلام کان اللہ لہٗ

صدیقی العزیز! السلام علیکم۔ معافی خواہ ہوں، جواب میں بہت تاخیر ہوئی، لیکن بلا عذر نہ تھی، مولوی مسعود علی صاحب نے از راہ عنایت سیرت وغیرہ بھیج دیں[۱]، جس کے لیے شکر گذار ہوں، دارالمصنفین سے تحائف تو ہمیشہ پہونچتے ہیں لیکن کبھی کوئی بل نہیں آیا، آخر آپنے کوئی سالانہ یا ماہوار فیس تو رکھی ہوگی۔

جلسہ کے موقع پر ملاقات کی امید تھی، مگر پوری نہیں ہوئی، تمر بہ الایام وھی کما ھیا۔ آپ کے ہموم و غموم کا حال پڑھ کر بہت افسوس ہوا، مجھے یہ تفصیل معلوم نہ تھی لیکن آپ کی شاعرانہ مایوسیوں سے متعلق متفق نہیں ہوں، اوائل حوادث میں ایسے ہی احساسات ہوتے ہیں، لیکن فان ما تحذر من قد وقع کے بعد طبیعت خود بخود سکون پذیر ہو جاتی ہے، آپ نے لکھا کہ معنوی زندگی کا خاتمہ ہوگیا، مگر بقول آپ کے معنوی زندگی کے لیے مادی سر و سامان و محرکات ناگزیر ہیں، اور نیز بقول آپکے جاکدامنی کے لیے ایام گل کا اشارہ تو بتدریج خود ہی طبیعت اس کا انتظام کرلے گی، آپ گھبرائیں نہیں

---

[۱] سیرۃ النبی جز ا شروع ۱۹۱۸ء کے شروع میں شایع ہوئی تھی، یہ خط اسی کے بعد لکھا گیا ہے۔

..... آپ نے لکھا ہے کہ ہنگامہ آرائیوں کی شرکت چھوڑ دی، سچ یہ ہے کہ اس کے سوا چارہ نہیں، اس وقت مزاج مبتلائے بحران ہے، ترک علاج ہی شاید علاج ہو، آپ کا عمل ابوثعلبہ والی وصیت پر ہے، **حتی اذا رأیتم شحا مطاعا وهوی متبعا واعجاب کل ذی رأی برأیه فعلیك بنفسك ودع عنك امر العوام اعجاب کل ذی رأی برأیه کافة** موجودہ فتنہ سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے، پہلے فتنۂ استبداد تھا، اب فتنہ حریت ہے، علم اخلاق، مذہب، تقویٰ، طہارت نفس کوئی شے بھی زمانہ کو مطلوب نہیں، صرف چند الفاظ مجہولہ کی ضرورت ہے، جو شخص ان لفظوں کو بلند آہنگی سے بول دے وہ امام العصر ہے، مقامات مقدسہ، نظر بندان اسلام، قربانی کا وقت آگیا، صرف ان لفظوں کی بغیر فرج پرستش ہو رہی ہے، شاید ایسا ہونا بھی ضروری تھا، اس لیے زیادہ شکایت بھی نہیں کرنی چاہیے۔

افسوس اور تعجب ہے کہ محی الملۃ وغیرہ خطاب کے قصہ میں آپ نے بھی شرکت کی، اندرونی مصالح کا حال مجھکو نہیں معلوم، باایں ہمہ اگر کوئی بات مفید مصالح ہو تو اس کو بعنوان مناسب و معتدل بھی طے کیا جا سکتا ہے، یہ کیا ضرور ہے کہ شیطان اور فرشتہ کے درمیان اور کوئی متوسط درجہ نہ ہو۔

معارف کے متعلق یہ آپ کیا کہتے ہیں، صرف یہی تو ایک پرچہ ہے، اور تو ہر طرف سناٹا ہے، الحمدللہ کہ مولانا شبلی مرحوم کی تمنائیں رائگاں نہ گئیں اور صرف آپ کی بدولت ایک ایسی جگہ بن گئی جو صرف عامت علم و تصنیف و تالیف کے لیے وقف ہے۔

آپ نے تاریخ وفات کی نسبت لکھا ہے، سچ یہ ہے کہ اس کا کوئی صاف حل نہیں، ربیع کی کوئی بھی تاریخ قرار دیجیے، حجۃ الوداع سے حساب ٹھیک نہیں بیٹھتا الا یہ کہ اس سال کے لگاتار تینوں مہینے ۳۰ر ۳۱ر ۲۹ر کے مانے جائیں، اس صورت میں ۱۶ر اور ۱۳ر کو دوشنبہ پڑتا ہے، غالباً واقعۂ وفات بارہویں گذر کر رات کو علی الصباح ہوا ہے، دوسرا

دن ۱۳ ویں کا تھا، اور لوگوں نے بارہویں سے بھی تعبیر کر دیا ۔ فقیر ابوالکلام

---

۴۵ رپن لین کلکتہ ۲۵ راگست ۵

اخ الاعز الاجل انعم اللہ بلقائکم والسلام علیکم۔

والا نامہ پہونچا، مجھے خوف تھا کہ کہیں آپ پونہ سے چلے نہ گئے ہوں، یہ آپنے کیونکر کیا کہ میں آپ کو بھول جاتا ہوں، غالباً تواتر و تسلسل مراسلات علائق قلبیہ کے لیے شرط نہیں ہیں، آپ یقین کریں کہ موجودہ عہد کے جہل عام اور فساد محیط میں اتحاد مشرب و فکر کا رشتہ ایسا قوی ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی کسی کو بھولنا بھی چاہے تو نہیں بھول سکتا

اريد لانسیٰ ذکرها فکانما تمثل لی لیلیٰ بکل سبیل

ترجمۃ القرآن کے متعلق اور امور تو پیش نظر تھے، لیکن ہر پیراگراف کے لیے عنوانات قائم کرنا ایک نہایت ہی قیمتی اور مفید ترین چیز ہے جو آپ نے مجھے بتلادیا، مجھے اس کا بالکل خیال نہ تھا، البتہ رکوع وغیرہ پیشتر سے نظر انداز تھے، اصل رکوع وہی ہے جو کسی مضمون مسلسل کا ایک مستقل مختتم بہ علامت وقف تام ٹکڑا ہو، ہفتہ عشرہ میں سورۂ بقرہ آجائے گی تو آپ کے پاس بھیجوں گا، لیکن سچ یہ ہے کہ کام سے پہلے جن مشکلات کا علم نہیں ہوتا وہ کرنے پر اس طرح سامنے آگئے ہیں کہ قدم قدم پر رک جانا پڑتا ہے۔

ایک چھوٹی سی بات عرض کرتا ہوں، مثلاً امثال القرآن ہیں اور ان کی مختلف حالتیں ہیں، غالب صورت یہ ہے کہ صرف مثال پر قناعت کی ہے، اور سوائے حکم تفکر و تعقل کے اور کوئی چیز اصل میں ایسی نہیں ہے کہ جو مشبہ بہ کو واضح کرے، اب اگر ترجمہ میں بھی وہی شکل قائم رہتی ہے تو وضاحت و تفہیم کہ اصل مقصد ہے، فوت ہو جاتا ہے، اگر وضاحت کی جاتی ہے

---

[1] تاریخ تو درج ہے مگر سنہ نہیں ہے ، غالباً ۱۵ء کا ہے۔

تو اختصار میں زور و بلاغت نہیں، اور اطناب میں بہت زیادہ اصل پہ اضافہ ہو جاتا ہے، بعض مقامات پر میں تھوڑا بہت کامیاب ہوا ہوں کہ ایسے الفاظ جمع ہو گئے ہیں جن میں ضمناً وضاحت ہو گئی، اور متن سے بھی بہت زیادہ دور نہ نکل جانا پڑا، لیکن بعض مقامات کی مشکلیں بہت سرگرداں کرتی ہیں۔

سورۂ بقرہ کی مشہور مثال مثلھم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت الیٰ او کصیب من السماء فیه ظلمت و رعد و برق، میرا خیال ہے کہ قرآن کریم کی پہلی سورت میں یہ مثال بلا وجہ عظیم نہیں ہے، اور در اصل اس کے اندر بہت ہی بڑی تفصیل پوشیدہ ہے، اسے محض یہود و منافقین یثرب سے جس سے باہر کوئی گروہ باقی نہیں رہا، مجھے خوشی ہوئی کہ قد مار میں ابن قیم نے اسے محسوس کیا ہے، اور اجتماع جیوش کے آٹھ صفحوں میں اس پر بحث کی ہے، گو پھر بھی حسب دلخواہ نہیں ہے۔

اب فرمائیے کہ اگر اس مثال کو اردو میں لکھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے تو کیا اثر ہوگا، لیکن اگر مسطور مثال سے ربط باقی رکھ کر مطلوب کو بڑھایا جائے اور کھولا جائے تو کس قدر اضافہ اصل پر ہو جائے گا، علی الخصوص او کصیب من السماء الخ۔

بہر حال کسی نہ کسی طرح کام کو جاری رکھا یہ کا در اصل یوں تھے کہ باہم یکجائی ہوتی، اور دیر دیر تک صحبتیں اس بارے میں کی جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تو جس حال میں جو کچھ ہو جاتا ہے اور توفیق مساعد ہو اسی پر شکر کرنا چاہیے، حضرت شاہ ولی اللہ کی سوانح موجود ٹونک کی خبر دے کر آپ نے مجھے بے چین کر دیا، ممکن ہے کہ اس میں کچھ حالات ہوں، تصانیف میں خاندان وغیرہ کی تفصیل ملتی ہے، لیکن سلطنت مغلیہ کے آخری عہد میں ان کے سالہا سال کیونکر بسر ہوئے، اور ایک شخص جسے ہم حجۃ اللہ البالغہ میں دیکھتے ہیں عملاً کیسی زندگی بسر کر گیا، اس کا کوئی ذریعہ نہیں، مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت مجھے ایک شے ملی اور میں نے نقل لیلی یعنی ذخیرۂ دائرہ الہ آباد شاہ صاحب کے لیے اس سے زیادہ نہیں ملے گا۔

لیکن خدارا کسی قدر مفصل لکھیے کہ ٹونک کی نسبت کس نے کہا؟ کس کے پاس ہے؟

ٹونک میں اپنے بہت سے احباب ہیں، نیز حکیم برکات احمد صاحب سے بھی باوجود تو ہب خط وکتابت ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ تم ایک اچھے قسم کے گوارا وہابی ہو، ممکن ہے کہ ان کے ذریعہ کام نکلے، بہرحال اپنی معلومات نسبت رسالۂ ٹونک مفصل لکھیں۔

الہلال کا وہی حال ہے جو میں نے آپ سے کہا تھا، گو آپ لوگوں نے کبھی میرے اس وعدے کو صحیح نہیں سمجھا کہ میں دوبارہ جاری کروں گا، البصائر، البلاغ، البیان، ترجمان اے پریس ہیں، جب چاہوں قانونًا قائم کر سکتا ہوں، اور جب چاہوں ان میں الہلال چھاپ سکتا ہوں، ان میں سے سردست ایک کو اختیار کیا ہے، اور اب آج کل کی بات ہے۔

تفسیر القرآن باسم البیان فی مقاصد القرآن ماہوار رسالے کی شکل میں نکلے گی۔

اگر میں یہ کہوں تو کیا آپ اسے سچ سمجھیں گے کہ میرا جی آپ سے ملنے کو بہت چاہتا ہے اور آپ کی یاد ہمیشہ اس طرح آتی ہے گویا میں اپنے حقیقی بھائی کی نسبت سوچ رہا ہوں۔

قضاها لغیری وابتلانی بحبها

آپ نے لکھا ہے کہ آپ اکتوبر سے فارغ ہیں، لیکن پونہ سے کہاں جائیں گے؟ اعظم گڈھ یا وطن؟ اگر ویسنہ کا قصد ہو تو اس سے کلکتہ دور نہیں، اور یسے تو پونہ اور اعظم گڈھ سے بھی ایک لمحہ محبت میں قرب ہو سکتا ہے۔

دارالمصنفین کے لیے بہت ضروری ہے کہ اسے حقیقت اور اصلیت کا نمونہ بنایا جائے اور اس کے دائرہ کو اتنا وسیع نہ کیا جائے کہ ہر ایڈیٹر اہل قلم اور ہر مضمون نگار مصنف ہو، ورنہ سب کچھ بے سود ہے، وہ وقت ابھی سے پیدا کرنا چاہیے کہ اس کا نام سند اور سارٹیفکٹ کا کام دے۔

فقیر ابوالکلام کان اللہ لہٗ

صدیقی العزیز! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ[1] کے دلچسپ خط نے پوری ملاقات کا لطف دیا، آپ کو اس قدر جلد اعظم گڈھ کے گوشۂ عافیت سے برداشتہ خاطر نہیں ہونا چاہیے، ساری باتیں ایک جگہ اکٹھی نہیں ہوسکتیں جہاں دلچسپیوں کی شورش ہے وہاں امن و جمعیت خاطر کہاں، اسباب خواہ کچھ ہوں مگر محی الملۃ خطاب[2] والا معاملہ بہت ہی برا ہوا، باقی الناظر کا شور و شغب تو اس میں بھی وہی غلو تھا جو موئیدین خطاب کی تحریرات میں تھا، اس کارروائی سے بجز چند اشخاص کے ذاتی فوائد یا چند انجمنوں کے وظائف کے اور کوئی نتیجہ نہیں، لیکن یہ بات بعنوان مناسب بھی حاصل ہوسکتی تھی، انصاف کیجیے کیسی بدعت ہے کہ جہاں کسی والی ریاست نے چند علماء یا چند انجمنوں کو روپیہ دے دیا، یا حکم دے دیا کہ پرانے قرآن جمع کرلو، محی الملۃ والدین ہوگیا، مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کو صدر الصدور کردینا بہت عمدہ بات ہے مگر احیائے ملت و دین نہیں ہے، مقصود اگر یہ تھا کہ امراسے کام نکالا جائے اور اور جرأت و ہمت افزائی کی جائے تو اور بہت سے نسبتۃً کم ناموزوں القاب ہوسکتے تھے، اتنے بڑے لفظ کو خراب کرنا اور وہ مجمع علماء کا بہت ہی افسوسناک ہے، فرض کیجیے اب حضور نظام واقعی کوئی کام احیائے ملت کا کریں، یا کوئی اور رئیس کرے تو اس کے لیے اب کون خطاب باقی رہے گا، نصیر الملت پھر غنیمت تھا، لیکن مخالفت کی گئی اور کہا گیا کہ نہیں وہی ذلیل والی بات ہونی چاہیے، خیر اب دیکھیے خود ندوہ کو کچھ حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ فرنگی محل اور دیوبند کی شرکت کا آپ نے ذکر کیا ہے لیکن یہ تو کچھ تعجب انگیز نہیں، دونوں جگہوں کو وظائف مل رہے ہیں، اگر یہ سچ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے اس کی مخالفت کی تھی تو ان کی بہت تعریف کرنی چاہیے، بلاشبہ یہ کارروائی شرعاً جائز نہ تھی اذا رأیتم کا

---

[1] یہ خط جا بجا کرم خوردہ ہے، اس لیے بعض الفاظ پڑھے نہ جا سکے [2] اس خط پر تاریخ درج نہیں ہے اس میں مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی مرحوم کے صدر الصدور ہونے کا ذکر ہے جو جون ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے

معاملہ بہت سخت ہے، اور غالباً بخاری میں ہے من کان منکم مادحًا لامحالة فلیقل احسب فلانا واللہ حسیبه ان کان یری انه کذلك ولا یزکی علی اللہ احدًا، اور یہاں تو لامحالہ کی بھی گنجائش نہیں .... فقہاء نے خطبہ میں بھی بجز دعائے خیر کے سلطان وقت کے لیے اور تمام باتوں سے روکا ہے: واذا مدح الفاسق غضب اللہ تعالیٰ واهتز له العرش۔

آپ نے ارض القرآن میں صابئین کی نسبت الرد علی المنطقیین ابن تیمیہ کی عبارت نقل کی ہے، یعنی وہ کتاب آپ کے پاس موجود ہے آپ نے کتاب کے کس صفحہ سے نقل کی ہے، یعنی وہ کتاب آپ کے پاس موجود ہے، تفسیر فتح البیان میں نواب صاحب نے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِیْنَ الخ کی تفسیر میں یہ پوری عبارت نقل کی ہے، اور بعض اور کتابوں میں بھی ہے، اگر آپ کے پاس کتاب مذکور موجود ہے تو میں خواستگار ہوں کہ ایک ہفتہ کے لیے مجھے عنایت کیجئے، بحفاظت واپس کردوں گا سید علی بلگرامی کا نسخہ مولانا شبلی مرحوم کے پاس تھا، دوسرا نسخہ حکیم نورالدین صاحب قادیان کا تھا جو دیوبند آیا، مولانا عبیداللہ کے پاس رہا، پھر غائب ہوگیا، ممکن ہے کہ مولانا مرحوم والا نسخہ اعظم گڑھ میں موجود ہو، بہر حال مجھ کو اس کی سخت ضرورت ہے اور ایک کام اس کی وجہ سے ناتمام رہ گیا ہے، امید ہے کہ بصورت موجودگی آپ کو ترسیل میں کوئی عذر نہ ہوگا، موجب کمال امتنان و تشکر ہوگا۔ صرف ایک ہفتہ بلکہ اس سے بھی کم کے لیے مطلوب ہے۔

آپ نے دارالمصنفین کی موجودہ مالی حیثیت کا ذکر کیا، نہایت درجہ خوشی ہوئی، یہ سب آپ کے قیام و سعی کا نتیجہ ہے، بحمداللہ کہ مولانا شبلی مرحوم کے آخر حیات کی امیدیں بارآور ہوئیں، لیکن یہ بڑی مصیبت ہے کہ آپ وہاں کے قیام سے اکتا گئے ہیں، اگر آپ نے وہاں رہنا چھوڑ دیا تو پھر سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا، کوئی ایسا انتظام کیجئے

کہ " سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسا باش " کی اسکیم پر عمل در آمد ہو سکے، مستقل قیام وہاں اور عارضی ہر جگہ۔

ابوالکلام کان اللہ لہ

رانچی (بہار)

صدیقی العزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

انقلاب الامم کے لیے شکریہ! ایسی ہی علمی اور گراں مبحث کتابوں کا سلسلہ جاری رہا تو آپ کا مجمع وہ کام کرے گا جو انجمن سازوں سے آج تک نہ ہو سکا۔

انقلاب الامم کو جونہی کھولا تو دیباچہ کے ص ۱۲ پر نظر پڑی، اور ایک سخت غلطی نظر آئی، مولوی عبدالسلام صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے: وَالنَّاسُ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ اور پھر اس سے ایک خاص استدلال کرتے ہیں اور کتاب کے بیان کردہ اصول سے قرآن کو تطبیق دیتے ہیں، میں حافظ نہیں ہوں، لیکن جہاں تک حافظہ کام دیتا ہے قرآن اس جملہ سے بری ہے، مولوی صاحب کے حافظہ نے دھوکا دیا۔ اصل آیت یوں ہے: وَكُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ یہ دو جگہ ہے، سورہ مومنون اور سورۂ روم میں۔ والناس بما لدیہم فرحون کہیں بھی نہیں ہے بہتر تھا کہ وہ تحریر کے وقت قرآن کی طرف رجوع کرتے، تعجب ہے کہ آپ نے بھی اس غلطی کو محسوس نہیں کیا۔

پھر ان کا استدلال بھی صحیح نہیں، مبحث یہ ہے کہ ہر قوم کے اخلاق و اعمال اور رجحان دماغی کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے اور اس کی تمام حیات اجتماعیہ اسی کے مطابق ہوتی ہے، لیبان وغیرہ اس کو اقوام کی فطرت اجتماعی سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اس اصول کو اصل آیت کریمہ سے کوئی تعلق نہیں، نفیاً و اثباتاً، کیونکہ اس میں تو انسان کو اس کی ضلالت اختلاف و تعدد فرق و تشتت و تحزب پر ملامت کی گئی ہے، جس کو جا بجا

قرآن بَغْيًا بَيْنَهُمْ سے تعبیر کرتا ہے، اور مقصود قرآنی یہ ہے کہ اللہ کی شریعت نے لوگوں کو ایک ہی راہ سعادت کی طرف بلایا، اور وحدت و تالیف وجمعیۃ کی دعوت دی، لیکن با ہم وہ ایک ہو کر پھر متفرق و متشتت ہو گئے، اور اس طرح ہدایت کے بعد ضلالت اختیار کی، پھر کہاں اقوام کی فطرت اجتماعی اور اس کے خصائص و امتیازات کی بحث جس کا وجود ناگزیر اور اس کے لیے موجب تحسین ہے، اور کہاں مخاطبین شرائع کی ضلالت و تشتت و تفرق جس پر قرآن ماتم کرتا ہے:

سورۂ مومنون میں اس آیت کا سیاق و سباق یہ ہے:

" وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ. يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ. فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ " الخ۔

سورۂ روم میں یوں ہے:

" وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ " الخ

آپ ان دونوں کو دیکھتے ہیں کہ ان میں بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اقوام گذشتہ کو ہدایۃ الی صراط مستقیم کے بعد اتباع سبل متعددہ و تفرق و تشتت پر مائل ہونا بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اصل دین و تعلیم الٰہی وحدت و تالیف تھی

مگر انسانوں نے اپنی ضلالت کی وجہ سے راہ تعدد اختیار کی، کل حزب بما لدیھم فرحون میں ان کی کسی فطری حالت کی خبر نہیں دی گئی ہے بلکہ سیاق و سباق و نظم بیان بتلا رہا ہے کہ ان کے متفرق ہو جانے اور ہر گروہ کے اپنے کو برسرِ حق سمجھنے اور اس پر قانع و مسرور رہنے کو بہ لہجۂ مذمت بیان کیا ہے، اور یہ امر بالکل واضح ہے۔

معارف میں جو مضامین چھپتے ہیں ان میں بھی بعض اوقات ایسی غلطیاں رہ جاتی ہیں جن پر مخالفین اعتراض کر سکتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود تمام مضامین کو نہیں دیکھتے، پچھلے دنوں مولوی عبد القادر پونا کا ایک مضمون ابو حمزہ اصفہانی صاحب تاریخ ملوک الارض پر چھپا تھا اور کسی پارسی کے انگریزی مضمون کا ترجمہ تھا، اس میں جا بجا سامانی کی کتاب الانساب کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ کتاب الانساب سمعانی کی ہے نہ کہ سامانی کی، انگریزی میں الف اور عین کا فرق مشکل ہے، اس لیے یا تو مضمون نگار نے یا مترجم نے سمعانی کو سامانی سمجھ لیا، لیکن آپ کو درست کر دینا تھا، بات بالکل واضح تھی۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ فقیر ابو الکلام کان اللہ لہٗ

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ [1]

رانچی [2]

صدیقی العزیز! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ والا نامہ پہونچا، آپ لکھتے ہیں کہ مجھے علم نہ تھا کہ سلسلہ مراسلہ جاری رہ سکتا ہے، آپ ایسے باخبر کی یہ مایوسی تعجب انگیز ہے، مجھ سے

---

[1] جون ۱۹۱۸ء۔ [2] اس مکتوب گرامی پر تاریخ مذکور نہیں ہے، لیکن اس میں مولانا عبد السلام ندوی کی مشہور تصنیف انقلاب الامم پر اظہار خیال فرمایا ہے جو ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی تھی، اس اعتبار سے یہ ۱۹۱۸ء کے آخر یا ۱۹۱۹ء کے شروع کا خط ہوگا۔

پہلے اور لوگ نظر بند ہو چکے ہیں، اور ان کی نسبت آپ کو ضرور معلوم ہے کہ زیر احتساب خط وکتابت کر سکتے ہیں، اور کیوں جناب اگر واقعی ایسی حالت ہو جائے کہ سلسلۂ مراسلۃ کا اجرا ممنوع ہو تو جب آپ قطعاً مجھے خط نہ لکھیں گے، جب کہ یہ خیال سد باب مراسلہ آپ نے اب تک نہیں لکھا۔

یہ آخری بات محض مزاحاً لکھی ہے۔

اصل یہ ہے کہ میں خود ہی اس بارے میں احتیاط کرتا ہوں، زمانہ کی حالت دوسری ہے، لوگ اپنے سائے سے بھڑکتے ہیں، اور ایمان کے لیے اگرچہ یقین و اثبات کے طالب ہیں، مگر ڈرنے کے لیے وہم و خیال کو کافی سمجھتے ہیں، ایسی حالت میں بیکار کسی ایسے شخص کو خط لکھنا جس نے خود نہ لکھا ہو، اس پر ناقابل تحمل بوجھ ڈالنا ہے، نظر بندی کے بعد میں نے خود اپنی طرف سے پیش قدمی شروع کرنی چھوڑ دی ہے، جو لکھتا ہے، جواب دیتا ہوں، جو خاموش ہے اس کو بولنے پر مجبور نہیں کرتا۔

آپ کو بھی میں نے کوئی خط نہیں لکھا، معارف کے ایک پرچہ کی ضرورت ہوئی تو دفتر کے نام کاروباری قسم کا خط لکھ دیا، اب جبکہ آپ نے کتابیں بھیجیں اور ایک فروگذاشت نظر آئی تو ضروری معلوم ہوا کہ کتاب کی اشاعت سے پہلے عرض کردوں۔

یہ آپ نے خوب کیا کہ چٹ چھپوا کر تصحیح کردی، لیکن اصل استدلال کی تصحیح کا اب کوئی علاج نہیں اور وہ کسی طرح صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا، قرآن سے اس طرح کا استنباط کرنا قطعاً تحریف معنوی میں داخل ہے، کسی آیت کا سیاق و سباق و مضمون اور محل بیان کا اصول اصل سوال یہ ہے کہ اس آیت میں بیان واقعہ و خبر محض ہے یا اس پر ملامت کی گئی ہے؟ کُلُّ حِزْبٍ الخ نصف ٹکڑا ہے فَتَقَطَّعُوٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا کا اور اس میں اس ضلالت اختلاف و تفرق پر ملامت کی ہے، جو خدا کی مرضی کے خلاف ہے، اور جس کو دور کرنے کے لیے انبیائے کرام آتے ہیں، پھر کیا انبیاء اس لیے آتے ہیں کہ اقوام کی فطرت کو مٹائیں بِمَا لَدَيْهِمْ اختلاف مزاج

درجان دامیال وغیرہ نہیں ہے، بلکہ اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ الخ۔

اب میں نے پورے مقدمہ کو دیکھا، افسوس کہ صرف یہی استدلال نہیں، بلکہ قرآن و حدیث سے لیبان کے اجتماعی اصولوں کے استنباط و تطبیق کی جتنی کوشش کی ہے، سب محل نظر ہے، اور قریب قریب زبردستی کی تاویل۔ اگر وہ چاہتے تو اس سے زیادہ موثر اور مدلل لکھ سکتے تھے، یا تو ان مباحث کو علمی نظر سے لکھ کر چھوڑ دینا چاہیے، یا لکھنا چاہیے تو اس طرح کہ قرآن ان مباحث کے مقابلہ میں آکر پھیکا اور بے اثر نہ نظر آئے، انگریزی خوانوں پر اس کا الٹا اثر پڑتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اتنا ہی ہے تو کچھ بھی نہیں، مولوی عبدالسلام صاحب نے اصل کتاب کا ترجمہ اتنا پرزور موثر اور دلچسپ کیا ہے کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا، یہ کافی تھا اور مقدمہ میں قرآن کو لیبان سے ٹکرانے کی ضرورت نہ تھی، ہاں ابن خلدون وغیرہ بہت مناسب اور بہتر تھے، بہرحال خوشی اس کی ہے کہ ایک عمدہ اور علمی کتاب اردو میں شائع ہوگئی۔

اسی فتحی احمد زغلول نے ایک اور کتاب کا ترجمہ کیا ہے سر تقدم الانکلیز السکسونیین کتاب اس درجہ علمی نہیں، لیکن تربیت و تعلیم و ارتقائے امم کے مسئلہ پر بہت ہی مفید اور ضروری ہے، اگر اس کا ترجمہ بھی آپ شائع کردیں تو بہت بہتر ہے، اگر آپ کے پاس نہ ہو تو بھیج دوں

صدیقی الجلیل الاعز[1]

انسان کا اپنا فرض نہ ادا کرنا ہمیشہ اس کے لیے موجب تاسف و تاہم ہوتا ہے، اگر میں نے آپ کے خطوط کا جواب دے دیا ہوتا تو آپ کو میری خاموشی سے سوئے ظن

---

[1] یہ گرامی نامہ ۱۹۱۴ء کے شروع یا ۱۹۱۳ء کے آخر کا ہے۔

نہ پیدا ہوتا۔ استغفراللہ۔

لیکن تعجب ہے کہ خطوں کے بارے میں میری اس حالت کے علم کے باوجود آپ کو ایسا خیال پیدا ہوا، حالانکہ ساری دنیا میری اس عادت سے واقف ہے، اور یہ نئی بات نہیں ہے۔

میں رمضان اور اس کے بعد کے بعض حالات کی وجہ سے بہت پریشان رہا اور اب تک ہوں، اسی وجہ سے خط نہ لکھ سکا، اور آج کل پر وقت گذر گیا۔